تاریخ فاطمیینِ مصر

حصّہ دوم

از

ڈاکٹر زاہد علی

بی۔اے۔ڈی۔فل (آکسن)

سابق وائس پرنسپل نظام کالج۔حیدرآباد (دکن)

نفیس اکیڈمی

بلاسس اسٹریٹ ـــــ کراچی نمبر ۱

طبع اوّل: ــــــ جامعہ عثمانیہ۔ حیدر آباد دکن ــــــ ۱۹۴۸ء

طبع دوم: ــــــ نفیس اکیڈمی۔ کراچی ــــــ ۱۹۶۳ء

کتابت: ــــــ انوری بیگم دہلوی

مطبوعہ۔ انٹرنیشنل پریس۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی

تاریخ فاطمینِ مصر حصّہ دوم

(چوہدری محمد اقبال سلیم گاہندری)

۲۹۷ھ میں اغالبہ کو شکست دینے کے بعد افریقہ کی ایک بربری ریاست کے والی عبید اللہ نے المہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور بنی ادریس کی مقبوضات کے علاوہ تقریباً سارے شمالی افریقہ کا مالک ہوگیا۔ یہاں سے فاطمیوں کی تاریخ شروع ہوتی ہے، عبید اللہ نے دعویٰ کیا کہ فاطمۃ الزہرا سیدہ پاک بنت رسول کی اولاد میں سے ہے۔ اسی لئے یہ لوگ فاطمی کہلاتے ہیں، ۳۶۹ھ میں اس خاندان کے ایک فرماں روا نے مصر پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور القاہرہ کی بنیاد رکھی، یہ کام فاطمی بادشاہ کے غلام جوہر نے انجام دیا۔ اس وقت سے ۵۶۷ھ تک جب کہ صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس نے اس خاندان کے آخری فرماں روا کو معزول کر کے عباسی خلفائے بغداد کا خطبہ پھر سے جاری کردیا یہی فاطمی خلفائے مصر کا دورِ حکومت کہلاتا ہے۔ اسمٰعیلی، آغاخانی، نزاری، داودی، اور سلیمانی یہ سب ان ہی فاطمیین کی شاخیں اور ڈالیاں ہیں۔

ڈاکٹر زاہد علی مرحوم خود داؤدی بہرہ تھے، اِن کے والد ایک بڑے مذہبی عالم تھے۔ انھوں نے بھی اپنے مذہب کی تعلیم باقاعدہ حدِ کمال تک حاصل کی تھی، بڑے سنجیدہ اور وسیع مطالعہ کے پروفیسر تھے، مذہبی احکام کی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے۔

۱۳۶۰ھ میں انھوں نے سررشتہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سے ایک مختصر فہرست مضامین پیش کرکے یہ درخواست کی کہ وہ فاطمیین مصر کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں، اُن

کی یہ درخواست قبول ہوئی اور سات سال کی محنت شاقہ سے ڈاکٹر صاحب نے یہ ضخیم کتاب لکھ کر تیار کی۔

دنیا کی کسی زبان میں اس سے زیادہ مستند اور مکمل تاریخ فاطمیین مصر کی موجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ تاریخ خود فاطمی مصنفین کی قلمی کتابوں سے اخذ کر کے لکھی گئی ہے۔ یہ قلمی نسخے نہ صرف کمیاب ہیں بلکہ کسی غیر فاطمی کے لئے ان تک رسائی بھی محال ہے۔ ڈاکٹر زاہد علی مرحوم کا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

اب یہ کتاب نایاب تھی، نفیس اکیڈیمی نے اسے دوبارہ شائع کیا ہے اور اپنی روایاتی حسنِ طباعت کے ساتھ۔

فہرست عنوانات تاریخ فاطمین مصر حصہ دوم

فصل (۲۴)

فصل (۲۵)

فصل (۲۶)

فصل (۲۷)

فصل (۲۸)

فصل (۲۹)

ضمیمہ

فصل (٣٣)

اسمٰعیلی دعوت کا نظام

فصل (٣٤)

فصل ٣٥

فصل (۲۰)

ابو علی منصور الآمر باحکام اللہ

۴۹۵ - ۵۲۴

ولادت ۱۳ محرم ۴۹۰ھ — وفات ۴ ذوالقعدہ ۵۲۴ھ

آغاز حکومت ۱۷ صفر ۴۹۵ھ

مستعلی نے اپنے بیٹے ابو علی منصور پر نص کی اور اسے اپنا جانشین بنایا مگر چونکہ وہ پانچ سال کا بچہ تھا اس لئے اس نے اپنے وزیر افضل کو اس کا ولی مقرر کیا اور یہ وصیت کی کہ اس کی وفات ہی کے روز منصور ابو علی کے نام سے بیعت لے اور "الآمر باحکام اللہ" کا لقب اسے دے[1]۔ اس وصیت کے موافق افضل نے آمر کو امامت کی مسند پر بٹھایا اور لوگوں سے بیعت لی۔ پھر آمر کو گھوڑے پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ قاہرہ کے بازاروں میں گشت لگایا۔ یہی وزیر تقریباً تیس سال تک اپنے باپ بدر الجمالی کی طرح مصر کا حقیقی حاکم رہا۔ حقیقت میں ۴۶۷ھ سے لے کر ۵۱۵ھ تک یہی دو ارمنی

---

[1] جرجی زیدان ۱/۲۵ عیون الاخبار ۷/۲۶۸

وزیر ایسے دانشمند۔ لائق اور جفاکش گزرے ہیں جن کی قابلیت۔ کوشش اور حسن انتظام کی وجہ سے مصر کو تقریباً پچاس سال امن کا زمانہ نصیب ہوا۔ شہر میں صنعت۔ حرفت اور تجارت کو ترقی ہوئی۔ لوگوں نے اطمینان اور خوش حالی سے زندگی بسر کی۔[۱]

صلیبیوں کی کامیابیاں شام اور فلسطین میں

۴۹۵ھ میں افضل نے اپنے باپ بدرالجمالی کے غلام ملقب بہ سعدالدولہ کو شام کی طرف روانہ کیا صلیبیوں کے سپہ سالار بغدوین Baldwin نے اسے شکست دے کر یافا پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے سال افضل نے اپنے بیٹے شرف المعالی کے ساتھ ایک بڑا لشکر بھیجا جس نے صلیبیوں سے خوب انتقام لیا۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور خود بغدوین کو بھاگ کر کسی جنگل میں پناہ لینی پڑی۔ رملہ پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اس موقع پر خود مصری فوج میں اختلاف ہونے کی وجہ سے وہ آگے بڑھ نہ سکی۔ شرف المعالی کو واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد افضل نے ایک شخص تاج العجم نامی کے ساتھ چار ہزار مصری سپاہی عسقلان روانہ کئے اور ان کی مدد کے لئے ابن قادوس کے ساتھ ایک بحری بیڑہ یافہ کو بھیجا۔ ابن قادوس نے تاج العجم کو بلا بھیجا تاکہ وہ دونوں مل کر صلیبیوں سے مقابلہ کریں۔ مگر دونوں میں اتفاق نہ ہو سکا۔ افضل کو اس کی اطلاع ہوتے ہی اس نے تاج العجم کو معزول کر کے جمال الملک کو شامی فوجوں کا سردار مقرر کیا لیکن چونکہ اس وقت تک صلیبیوں کو بھی کافی مدد پہنچ چکی تھی اس لئے مسلمان ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ۵۰۹ھ کے اختتام کے قبل ہی صلیبیوں نے فلسطین کا بہت بڑا حصہ سوائے چند ساحلی قلعوں کے فتح کر لیا۔ ان میں سے بھی عکہ جُبیل، بانیاس[۲]

---

[۱] S. Lane-Pole, p. 162

[۲] ایک چھوٹا شہر جو دمشق سے ڈیڑھ مرحلے پر واقع ہے۔

۵۰۳ھ میں ان کے قبضے میں آ گئے۔ کچھ مدت تک رملہ کے اطراف لڑائی ہوتی رہی۔ اس موقع پر دمشق کا سلجوقی والی طغتکین مصریوں سے مل گیا تاکہ فلسطین کے بچے ہوئے شہر مسلمانوں کے قبضے سے نکلنے نہ پائیں۔ یافا اور عسقلان کے درمیان کئی معرکے ہوئے۔ مگر کسی فریق کو کامیابی نہ ہوئی۔ ۵۰۳ھ میں صلیبیوں نے زبردست محاصرہ کر کے طرابلس اور بیروت دونوں شہروں کو مصریوں سے چھین لیا۔ صور بھی ان کے قبضے میں آ جاتا لیکن اس کے والی نے سات ہزار (۷۰۰۰) دینار دے کر بغدوین سے صلح کر لی۔ ایک سال بعد صیدا بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب صرف عسقلان کی حکومت ان کے پاس رہ گئی[1]۔ صلیبیوں کی قوت رفتہ رفتہ اتنی بڑھ گئی کہ ۵۱۱ھ میں انھوں نے خود مصر پر حملہ کر کے فرما[2] کا کچھ حصہ جلا دیا اور تنیس کے قریب تک پہنچ گئے لیکن بغدوین کی علالت نے اسے واپس ہونے پر مجبور کیا[3]۔ اس کے بعد فاطمیین کی پالسی صلیبیوں کے مقابلے میں صرف مدافعانہ رہی۔ کبھی مصری وزیروں نے ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ ۵۱۸ھ میں صلیبیوں نے صور بھی فتح کر لیا۔

شہری اصلاحوں کی طرف افضل کی توجہ

گو افضل کو صلیبیوں کی لڑائی میں بہت مصروف رہنا پڑا لیکن اس نے مصر کی اصلاحوں میں کافی حصہ لیا۔ ایک خلیج اور کئی نہریں کھدوائیں۔ اور ایک بڑی رصدگاہ جبل مقطم کے قریب بنوائی۔ یہاں ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جو جامع الرصد کہلاتی ہے۔ اس سے پہلے کی ایک اور مسجد جامع الفیلہ کے نام سے مشہور ہے[4]۔ آمر کی کم سنی کے باعث حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں رہی۔ بالغ ہونے کے بعد آمر پر اس کا اقتدار شاق گزرا جس کی وجہ سے اس نے اسے قتل کرا دیا

---

[1] ابن الاثیر ۱۰/۲۱۰–۱۵۲ [2] مصر قدیم کا وہ قلعہ جو اس کے مشرقی جانب میں واقع ہے۔ (ابن تغری بردی ۵/۱۶۱) [3] ابن خلکان ۲/۱۲۸ [4] مقریزی ۲/۳۲۱

جیسا آگے معلوم ہوگا۔

فرقہ بدیعیہ

افضل ہی کے زمانۂ وزارت ۵۱۳ھ میں ایک فرقہ نکلا جو بدیعیہ کہا جاتا تھا۔ اس کے بانی دو مصری دمصولی برکات اور حمید بن مکی تھے جنھوں نے اصلی اسمٰعیلی عقیدے ظاہر کئے۔ اُن کے ساتھ ایک کثیر جماعت ہو گئی۔ افضل کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے وہ دارالعلم جسے حاکم نے کھولا تھا بند کرادیا۔ اور اس فرقے والوں کو سزائیں دیں۔ برکات اور حمید قصر کے دو افسروں کے سہارے چھپ چھپا گئے۔ افضل کے قتل کے بعد ۵۱۷ھ میں آمر نے پھر دارالعلم جاری کیا۔ لیکن مامون البطائحی نے جو افضل کے بعد وزیر ہوا اس کی مخالفت کی۔ قصر کے صدر محافظ نے ایک دوسری جگہ تجویز کی جہاں نیا دارالعلم کھولا گیا۔ حمید پھر ظاہر ہوا اور اپنے عقیدوں کی تبلیغ کرنے لگا خطیب بن عبدالحق نے مامون کو یہ اطلاع دی کہ حمید اور برکات اس سے پہلے ابوالحسن الاشعری کے پیرو تھے۔ لیکن اب وہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں اور انھوں نے حلاج کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مامون نے حمید اور اس کے ماننے والوں کو قتل کردیا[1]

افضل کا قتل ۵۱۵ھ

افضل کے طرزِ عمل سے ارکان دعوت کی ناراضی کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ ان کے امام (آمر) پر بہت سختی کرتا تھا اور اس کے اختیارات چھین لئے تھے۔ اس کے علاوہ ان کو کبھی اپنے قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ اہل سنت کے ساتھ بہت رعایت کرتا اور ان کو اپنے عقیدے ظاہر کرنے کی اجازت دیتا۔ ... اس کے عدل وانصاف کی شہرت دور دور تک تھی، جس کی وجہ سے بہت سے پردیسی مصر میں جمع ہو گئے تھے۔ اس نے مصر میں تقریباً بیس سال تک کامیابی سے حکومت کی۔ لیکن مذکورہ اسباب اور خصوصاً آمر پر سختی کرنا اس کے

---

[1] مقریزی ۲/۲۲۵

قتل کا باعث ہوا۔ خود آمر اس کی جان لینے کے درپے ہوگیا۔ اُس کے چچازاد بھائی عبدالمجید نے جو بعد میں اس کا جانشین ہوا اس کو اس تجویز سے روکا۔ اُس نے کہا اگر ہم ایسا کریں گے تو لوگوں میں بدنام ہو جائیں گے کیونکہ افضل اور اُس کے باپ بدر الجمالی نے پچاس سال تک ہماری دولت کی خدمت کی ہے۔ لوگ اس کو ہمارا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم ابو عبداللہ بن البطائحی کے ذریعے اس کو قتل کرا دیں۔ یہ شخص افضل کے اسرار سے خوب واقف ہے۔ ہم اس سے یہ وعدہ کریں کہ اگر وہ افضل کو قتل کراوے گا تو ہم اسے وزارت کا عہدہ دیں گے۔ افضل کے قتل کے بعد ہم اس کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے اور اس کے قتل پر افسوس کریں گے۔ یہ ایسی تجویز ہے جس سے ہمارا مقصد آسانی سے حاصل ہو جائے گا اور ہم بدنام بھی نہ ہوں گے۔ آمر نے اس رائے پر عمل کیا[۱]

افضل ایک روز اپنی عادت کے موافق لشکریوں میں ہتھیار تقسیم کرنے کے لئے "خزانۃ السلاح" کو جا رہا تھا۔ سوق صیاقلہ میں چند آدمیوں نے اسے زخمی کیا۔ یہ دیکھ کر اُس کے ساتھیوں نے حملہ کرنے والوں کو گرفتار کرکے وہیں قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ افضل کو اس کے محل پر لے گئے۔ آمر نے اس کی عیادت کی اور بہت افسوس ظاہر کیا۔ اس سے اس کے ترکے کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ ظاہری ترکے سے ابوالحسن بن اسامہ واقف ہے[۲]۔ پوشیدہ ترکے کا پتہ ابن البطائحی کو ہے۔ ان دونوں نے افضل کے اس قول کی تصدیق کی۔ اس کے انتقال کے بعد خلیفہ نے اس کا ترکہ کسی اور جگہ پر منتقل کرا دیا۔ یہ ترکہ اتنا تھا کہ اس کے منتقل کرانے میں خلیفہ کو تقریباً چالیس روز

---

[۱] ابن الاثیر ج ۱۰ / ۲۳
[۲] یہ حلب کا باشندہ اور اس کا باپ مصر کا قاضی تھا۔

افضل ہی کے محل میں قیام کرنا پڑا۔ متعدد منشی اس کے حساب کے لئے مقرر کئے گئے۔ اور کئی سواریاں اس کی بار برداری کے لئے متعین کی گئیں۔ نفیس ترین اور نادر اشیا افضل کے محل میں پائی گئیں[1]۔ ان کی کچھ تفصیل "ثروت بنی فاطمہ" کی فصل میں درج کی جائے گی[2]۔

داعی ادریس کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ افضل کو خلیفہ آمر ہی نے قتل کرا دیا۔ لیکن اس کا سبب صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ افضل اور آمر کے باب الابواب داعی ابوالبرکات[3] میں سخت دشمنی تھی۔ افضل اس داعی کو قتل کرانے کی کوشش میں تھا۔

وزیر ابو عبداللہ محمد بن فاتک معروف بہ المامون ابن البطائحی ۵۱۵ھ

افضل کے بعد ابن بطائحی جس نے اس کے قتل کا اہتمام کیا تھا وزیر ہوا۔ آمر نے اسے مامون کا لقب دیا[4]۔ سیاسی معاملوں میں اسے بڑی مہارت تھی۔ یہی پہلا شخص ہے جس نے مردم شماری کا ایک خاص رجسٹر تیار کیا تھا۔ جس کا نام ابن میسر نے "اوراق التسقیع" رکھا ہے۔ مسافروں کے اعداد و شمار کا بھی خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے لئے جاسوس عورتیں مقرر تھیں۔ یہ وزیر علم و ادب کا بھی بڑا مربی تھا۔ اور خود بھی بڑا قابل تھا۔ اسی نے خلافت فاطمیہ کی ایک تاریخ "التاریخ المامونی" لکھی تھی[5]۔ اسی کے

---

[1] ابن الاثیر $\frac{۱۰}{۲۵۱}$ ابن خلدون $\frac{۴}{۶۹-۷۰}$ [2] فصل ۳۰۔

[3] اس داعی کی ایک مشہور تصنیف "مجالس ابی البرکات" ہے۔ عیون الاخبار $\frac{۷}{۲۹۶-۳۰۰}$

[4] اس کے نام کے ساتھ یہ تعریفی الفاظ لکھے جاتے تھے۔ السید الاجل المامون تاج الخلافہ وجیہ الملک فخر الصنائع ذخر امیر المومنین عز الاسلام فخر الانام نظام الدین امیر الجیوش سیف الاسلام ناصر الانام کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المؤمنین (مقریزی $\frac{۲}{۲۴۲}$)

[5] مقدمہ

زمانے میں محمد بن الولید بن محمد الاندلسی متوفی ۵۲۰ھ نے فن سیاست میں "سراج الملوک" تصنیف کی۔ اور طبیب ابو جعفر یوسف بن احمد نے فن طب میں بقراط کی کتاب معروف بہ "کتاب الایمان" کی شرح لکھی جو "الشرح المامونی" کے نام سے مشہور تھی۔ اسی کے لئے ابن الصیرفی نے "کتاب الاشارۃ الی من نال الوزارۃ" لکھی ہے[1]

باوجود ان اوصاف جمیلہ کے یہ وزیر بے وفا اور خون ریز تھا۔ اُس نے نے بھی استبداد میں افضل ہی کا طریقہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے آمر نے اسے ۵۱۹ھ میں قید کیا اور ۵۲۱ھ میں سولی دی[2]۔ اس کے ساتھ اس کے اور پانچ بھائی جن میں موتمن شریک تھا قتل کئے گئے۔ موتمن بڑا متکبر اور ظالم تھا۔ اس کی خبریں معروف و مشہور ہیں[3]

مامون کے قتل کا یہ سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اُس نے آمر کے بھائی جعفر کو آمر کے قتل پر آمادہ کیا۔ ان دونوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ اگر جعفر اس میں کامیاب ہو تو وہ امام بنا دیا جائے گا۔ اس کی اطلاع ابوالحسن بن اسامہ کو ہوگئی جو آمر کا خاص مقرب تھا اور جسے مامون سے کچھ تکلیف پہنچی تھی۔ اس نے آمر کو اس سازش کی خبر کے ساتھ یہ اطلاع بھی دی کہ مامون نے ابوالحسن نجیب الدولہ کو مصر بھیجا ہے تاکہ وہ "الامیر المختار محمد بن نزار" کے نام کا سکہ تیار کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے کسی چیز میں زہر ملا کر اُسے آمر کے پاس جانے والوں کو دیا۔ ان لوگوں نے اس کی چغلی کھائی[4]۔ اس لئے آمر نے اسے سولی پر چڑھا دیا[5]

---

[1] مقدمہ [2] مقریزی ۲/۲۴۲ [3] ابن خلکان ۲/۱۲۸

[4] مقریزی ۲/۲۴۲-۲۴۳ ابن الاثیر ۱۰/۲۶۸

[5] ابن خلکان ۲/۱۲۸

آمر کا قتل

مامون بطائحی کے قتل کے بعد آمر نے کسی کو وزیر نہیں بنایا تاکہ وزیروں کے استبداد سے نجات ملے۔ صرف مشورے کے لئے دو افسر جعفر بن عبدالمنعم اور ابویعقوب ابراہیم سامری مقرر کئے گئے ان کے ساتھ ایک راہب ابن ابی نجاح نصرانی بھی شریک کیا گیا۔ چونکہ اس راہب کو مال کا محکمہ دیا گیا تھا اس لئے وہ محاصل جمع کرنے میں سختی کرنے لگا۔ اپنے ہم مذہب نصرانیوں سے تقریبًا ایک لاکھ دینار وصول کئے۔ اس لئے آمر نے اسے جوتیوں سے پٹوا کر مروا ڈالا۔ اب آمر بغیر کسی مشیر کے خود وزارت کا کام انجام دینے لگا۔ یہ طریقہ اور بھی مضر ثابت ہوا۔ کیونکہ وزیر پر جو الزامات لگائے جارہے تھے وہ اب خود اس پر لگائے جانے لگے۔ خود آمر بھی رعایا پر تشدد کرنے لگا۔ نزار کے ماننے والے جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ پہلے ہی سے آمر کے سخت دشمن تھے۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح آمر کو قتل کرکے نزار کے سلسلے کو مصر میں قائم کریں[1] آمر اپنی بدوی معشوقہ کے پاس جس کے لئے اس نے جزیرہ روضہ میں ایک سیرگاہ "ہودج" کے نام سے بنائی تھی اکثر جایا کرتا[2] نزاریہ اس کے قتل کے درپے تھے۔ وہ ان سے بچتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز فسطاط سے گزر کر سیرگاہ کے قریب پہنچا بھی نہ تھا کہ چند نزاریوں نے جو ایک

---

[1] مقریزی $\frac{۲}{۱۱}$

[2] آمر کو بدوی لڑکیاں بہت پسند تھیں۔ ایک دفعہ اُسے اطلاع ملی کہ فلاں بدوی لڑکی حسین ہونے کے علاوہ شاعرہ بھی ہے۔ آمر نے اُس سے نکاح کر لیا اس لڑکی کا پہلا عاشق اُس کا چچیرا بھائی ابن میاح تھا۔ ان دونوں میں جو اشعار کے ذریعے مراسلت ہوئی اُسے مقریزی نے نقل کیا ہے۔ ان دونوں کے قصے "الف لیلۃ و لیلۃ" کی طرح مشہور ہو گئے تھے۔

(مقریزی $\frac{۲}{۳۰۶ - ۳۰۷}$)

جگہ چھپے بیٹھے تھے اس پر اچانک حملہ کر کے اسے زخمی کیا[۱]۔ اسی روز اس کے ساتھی اسے کشتی میں قاہرہ لے گئے۔ جہاں اُس نے شب کو انتقال کیا۔ اس وقت اس کی عمر اکتیس سال کی تھی۔ یہ واقعہ ۴ ذوالقعدہ ۵۲۴ھ میں پیش آیا[۲] مستعلوی علماء کہتے ہیں کہ آمر نے اپنے مرنے سے بہت پہلے ہی یہ محسوس کرلیا تھا کہ نزاری اسے ایک نہ ایک دن مار ڈالیں گے۔ اس لئے اُس نے اپنے نو عمر بیٹے طیب پر نص کردی تھی۔ انتقال کے وقت اُس نے اپنے چچیرے بھائی حافظ کو اس لڑکے کا نائب مقرر کیا۔ گویا ظاہری حکومت حافظ کو اور باطنی حکومت یعنی امامت طیب کو دی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے[۳]

آمر کی سیرت

آمر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا فیاض۔ سخی اور سیر و تفریح کا شوقین تھا۔ اس کا ابتدائی زمانہ عیش و آرام کا تھا۔ اس کی اور اُس کے امیروں کی فیاضی کے باعث مصر میں کوئی آدمی ایسا نہ رہا جسے کچھ شکایت ہو۔ لیکن راہب ابن ابی نجاح نصرانی کے ظلم سے لوگوں کی زندگی تلخ ہوگئی۔ اس کے بعد خود آمر کی سیرت خراب ہوگئی۔ وہ لوگوں پر ظلم

---

[۱] ابن خلدون ۴/۱۸ مقریزی ۲/۸،۳۴ (ذکر الہودج) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حملہ کرنے والے افضل کے غلام تھے (ابن تغریبردی ۵/۲۴۱)

[۲] اس سن کی تائید دو واقعات سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ ۵۲۵ھ کے قاہرہ بمصر (فسطاط) اور اسکندریہ کے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر "الامام محمد ابو القاسم المنتظر لامر اللہ" کندہ ہے۔ بعض ۵۲۶ھ کے سکوں پر" الامام المہدی القائم بامر اللہ حجۃ اللہ الامین" کے ساتھ " نائبہ وخلیفۃ ابو علی احمد" بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ خود ابو علی احمد بن افضل (وزیر حافظ) کا سن وفات ۱۵ محرم ۵۲۶ھ ہے۔ اس حساب سے ۴ ذیقعدہ ۵۲۶ھ جو عیون الاخبار کی روایت ہے تحقیق طلب ہے۔ Catalogue of Oriental Coins in British Museum

[۳] فضل (۲۱)۔

کرنے لگا۔ خوں ریزی پر دلیر ہو گیا۔ بڑے بڑے اعمال کا مرتکب ہونے لگا۔ اس کے آخری زمانے میں قحط پڑا جس سے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ اس نے تنیس۔ دمیاط اور قصر قرافہ کی اصلاح کی۔ دولت کے رسوم جو افضل نے موقوف کر دیئے تھے پھر جاری کئے۔ اسے بغداد فتح کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ کلام مجید کا حافظ بھی تھا[1] اسی کے آخری عہد میں صلیبیوں نے شام اور فلسطین کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور مصر پر چڑھائی کی[2]۔ جامع اقمر اسی کے زمانے کی مسجد ہے جو اب تک بھی شارع النحاسین میں باقی ہے[3]۔

---

[1] مقریزی ۴۸/۲

[2] فصل (۲۰) صلیبیوں کی کامیابیاں۔

[3] اس کی تاریخ ۵۱۹ھ ہے۔ اس زمانے میں المامون البطائحی وزیر تھا۔

فصل (۲۱)

امام (ابوالقاسم) طیّب کے نائبوں کا سلسلہ

ابوالمیمون عبدالمجید الحافظ لدین اللہ

۵۲۴ــ۵۴۴

ولادت محرم ۴۶۷ھ　　　　وفات ۵۴۴ھ

آغاز نیابت ۵۲۴ھ

مستنصر
نزار　　مستعلی　　محمد
　　　　آمر　　　　حافظ

امام منتظر کے نائبوں کا سلسلہ
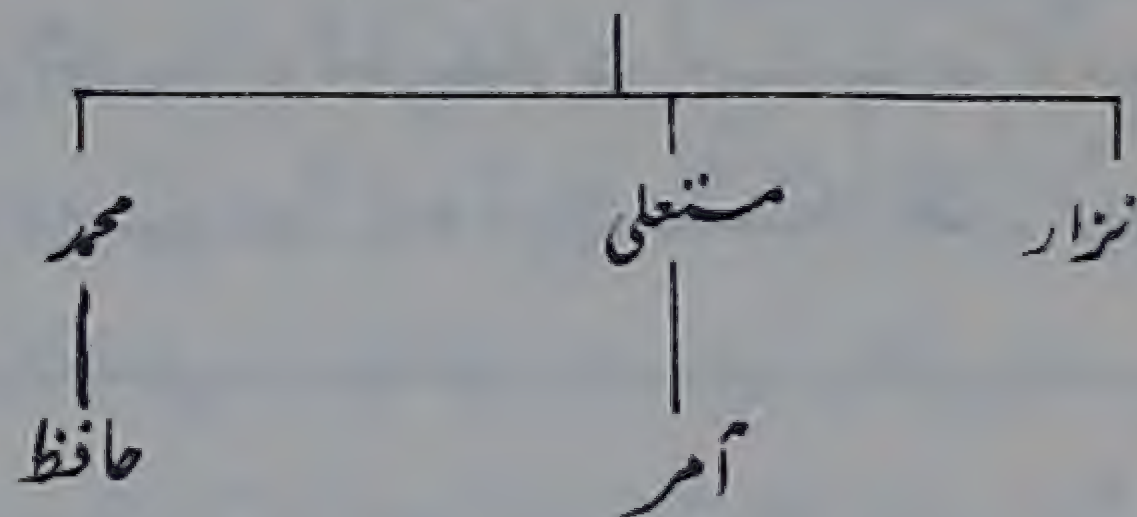
حافظ سے لے کر عاضد تک مصر میں چار حکمران گزرے یہ حکمران اسمٰعیلی دعوت کے اصول سے بلکہ ان واقعات کی بنا پر جو اس زمانے میں ہوئے ائمہ نہیں تھے۔ ان کو ائمہ میں شامل کرنا عام مورخوں کی غلطی ہے۔ البتہ یہ حکام " امام منتظر کے نائب کہے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان میں سے

پہلے نائب کا لقب " الحافظ لدین اللہ " رکھا گیا۔ ہمارے اس قول کی تصدیق خود آمر کے فرمان اور لوگوں کی بیعت سے ہوتی ہے جس کا ذکر ہم نے اپنے مقدمے میں کیا ہے[1]

حافظ کے قیام کی کیفیت میں مورخوں نے مختلف روایتیں بیان کی ہیں۔ مقریزی کا بیان ہے کہ " حافظ کے باپ کا نام محمد بن مستنصر تھا۔ یعنی حافظ مستنصر کا پوتا تھا اور عسقلان میں اس وقت پیدا ہوا تھا۔ جب مستنصر نے اپنے لڑکے محمد کو قحط کے زمانے میں مصر سے باہر بھیج دیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو آمر کے زمانے میں " امیر عبدالمجید عسقلانی ابن عم مولانا " کہتے تھے۔ جب نزاریوں نے آمر کو قتل کر ڈالا تو اس کے دو غلاموں برغش (العادل)، اور ہزبرالملوک نے امیر عبدالمجید کو حیلے سے خلافت کی مسند پر بٹھایا اور اسے حافظ لدین اللہ کا لقب دیا تاکہ یہ امیر اس امام منتظر کا کفیل رہے جو آمر کی حاملہ بیوی کے بطن سے پیدا ہوگا[2] ہزبرالملک خود وزیر بنا لیکن مصری فوجوں نے اس کی وزارت قبول نہیں کی۔ انھوں نے اسے اسی دن قتل کرکے اس کی جگہ پر وزیر افضل کے بیٹے احمد ابوالفضل کو مقرر کیا۔ یہ تمام واقعات ایک ہی دن میں پیش آئے[3]

ابن خلدون کہتا ہے کہ " آمر کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے حیلے سے عبدالمجید کو حاکم بنایا جو آمر کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھا۔ عوام میں ان لوگوں نے

---

[1] مقدمہ۔

[2] جب آمر قتل کر دیا گیا اور اس کا کوئی بیٹا نہ تھا تو اس کے دو مذکور غلاموں نے یہ جھوٹی خبر اڑائی کہ آمر نے اپنے انتقال سے ایک ہفتہ قبل یہ پیشین گوئی کی ہے کہ " میں مسکینی کی حالت میں مار ڈالا جاؤں گا۔ میری فلاں بیوی حمل سے ہے۔ اسے لڑکا پیدا ہوگا جو میرا خلیفہ ہوگا۔ اس زمانے تک عبدالمجید کفیل کی حیثیت سے کام کرے " (ابن تغری بروی $\frac{5}{525}$) [3] مقریزی $\frac{2}{172}$

یہ ظاہر کیا کہ آمر نے یہ وصیت کی ہے کہ "میری فلاں زوجہ حمل سے ہے۔ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ اس کے بیٹا پیدا ہوگا۔ وہ میرا خلیفہ ہوگا۔ اس کی کفالت عبد المجید کے ذمے ہوگی۔ ہزبر الملوک وزیر اور سعید یانس صاحب الباب رہے گا" اس مضمون کا ایک فرمان بھی ان لوگوں نے دار الخلافت میں پڑھا"۔ ابن خلدون کا یہ قول اس روایت پر مبنی ہے جس کو اس نے اس سے پیشتر بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ آمر کو نزاریوں نے اس بری طرح سے زخمی کیا کہ وہ راستے ہی میں مرگیا۔ یعنی آمر کو عبد المجید کے قائم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اسی سبب سے لوگوں کو اس کے حاکم مقرر کرنے میں حیلہ سازی کرنی پڑی"[1]۔

ابن الاثیر کا قول ہے کہ " آمر جب قتل کیا گیا اس وقت اس کا کوئی بیٹا موجود نہ تھا جو اس کا قائم مقام بن سکے۔ لہٰذا اس کا چچیرا بھائی عبد المجید ولی بنا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر امامت کی بیعت نہیں کی۔ صرف نیابت کی بیعت کی۔ لوگوں کو حمل کا نتیجہ معلوم کرنے کا انتظار تھا کہ اگر بیٹا پیدا ہو تو وہ امام ہو اور حافظ اس کی نیابت کرے"[2]۔

امام طیب کا طفولیت کے زمانے میں مستور کردیا جانا

داعی ادریس کی روایت ہے کہ" آمر نے جب یہ محسوس کیا کہ نزاری کسی نہ کسی موقع پر اسے قتل کریں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) تو اُس نے اپنے ایک لڑکے طیب نامی پر نص کی اور اس کا اعلان اپنے خاص ارکان دعوت میں شائع کیا بلکہ یمن کو بھی اس کی اطلاع اپنی نائبہ "الحرۃ الملکہ" اور داعی ذویب بن موسیٰ الوادعی کے نام بھیجی۔ لیکن چونکہ طیب کی عمر اس وقت تقریباً ڈھائی سال کی تھی[3]۔ اس لئے اس نے اپنے باب الابواب (اول مددگار) ابن مدین کو اس کا کفیل یعنی ولی مقرر

---

[1] ابن خلدون ۴/۸۱

[2] ابن الاثیر ۱۰/۲۸۲

[3] تاریخ ولادت طیب = روز اتوار ۴ ربیع الآخر ۵۲۴ھ (عیون الاخبار ۷/۲۱۵)

کیا تاکہ اس کے بالغ ہونے کے بعد امامت کا مرتبہ اس کے سپرد کردے اور دعوت کے امور کی اجرائی کے لئے اپنے چار جلیل القدر داعیوں ابن ارسلان۔ عزیزی نسلان اور تونض کی ایک انجمن بنائی اور ابن مدین مذکور کو اس کا صدر مقرر کیا اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ میرے قتل کے بعد ایک زبردست فتنہ برپا ہوگا وزیر احمد بن افضل انجمن کے ارکان کو قتل کردے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پیشین گوئی کے مطابق ابن افضل نے ارکان انجمن سے کہا کہ تم امام طیب سے برأت کرو ورنہ میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ ارکان نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنی جانیں قربان کردیں۔

جب انجمن کے صدر ابن مدین کو بھی قتل کا حادثہ پیش آیا تو اس نے اپنے خسر ابو علی کو طیب کا کفیل بنایا۔ ابو علی نے بھی جب یہ بات محسوس کی کہ اب اس کی بھی باری آنے گی اور اس کے بعد طیب بھی نزاریوں اور عبدالمجید کی جماعت کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا تو وہ آمر کی وصیت کے موافق طیب کو اور اپنے چند مددگاروں مثلاً حجت۔ داعی بلاغ کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے غائب ہوگیا۔[1] طیب جس طرح پر قصر سے غائب کیا گیا اس کی کیفیت حسب ذیل ہے:۔

آمر کے ایک بیٹے کے وجود کی تائید مقریزی کی روایت سے

آمر کے ایک لڑکے کے وجود کی تائید خود مقریزی کی روایت سے ہوتی ہے یہ مؤرخ مسجد الرحمۃ کے ضمن میں کہتا ہے کہ "یہ مسجد قرافۃ کبریٰ کے ابتدائی حصے میں طلائع بن رزیک کے بھانجے محمود کی قبر کے نزدیک واقع ہے۔ کندی نے بھی مسجد قرآفہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ابوتراب صواف کی مسجد کے نام سے مشہور ہے جس نے مسجد اندلس۔ رباط اندلس اور مسجد رقیہ بھی بنائی ہے یہ وہی شخص ہے جس نے مسجد الرحمۃ میں آمر کے بیٹے کی پرورش کی۔ آمر کے قتل کے بعد اس کا ایک بیٹا گوشت اور ترکاری کی زنبیل کے نیچے کے حصے میں خفیہ طور پر قصر سے مسجد الرحمۃ میں منتقل

[1] عیون الاخبار ۲۱۸/۷ - ۲۴۲ بحوالہ روایت داعی ابراہیم بن حسین حامدی (متوفی ۵۵۷ھ)

کر دیا گیا - ایک انانے اُسے دودھ پلایا اور ابو تراب نے اس کی پرورش کی اس کے بڑے ہونے تک حافظ کو اس کی خبر نہ ہوئی - اس کو قفیفہ (یعنی زنبیل والا) پکارتے تھے - جب یہ سنِ بلوغ کو پہنچا اور ابو تراب کا انتقال ہو گیا تو ابو عبداللہ حسین بن ابو فضل عبداللہ بن حسین جوہری (واعظ) نے حافظ کو اس راز کی اطلاع دی - حافظ نے اس لڑکے کو گرفتار کر کے اس کی فصد کھلوادی جس سے وہ مر گیا - ابو عبداللہ حسین کو حافظ نے خلعت دیا اور شہر بدر کر کے اسے دمیاط روانہ کر دیا جہاں ۵۲۵ھ میں اُس کا انتقال ہوا۔[1]

بہر حال آمر کے بعد اس کے ایک بیٹے کے موجود ہونے پر مقریزی اور داعی ادریس دونوں متفق ہیں ادریس کا قول ہے کہ اس بیٹے کی نسل سے یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہیں گے - اس کے زمانے یعنی ۸۰۰ھ تک ۱۰ امام ہو چکے تھے - اس کے ثبوت میں وہ ایک خط پیش کرتا ہے جو اسے امام کی طرف سے اُس کے آخری زمانے میں وصول ہوا۔[2]

دورِ ستر کا آغاز آمر کی نسل سے قیامت تک اماموں کا سلسلہ جاری رہے گا

جب سے کہ ابو علی اپنے امام طیب اور مددگاروں کو ساتھ لے کر مصر سے غائب ہو گیا اس وقت سے اسمٰعیلیوں کا دور ستر شروع ہوا۔ اس دور کا پہلا امام طیب ہے - اس کی نسل سے قیامت تک ائمہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہیں گے - جن کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا - مگر عوام کی نظروں سے ہمیشہ پوشیدہ رہیں گے - اسی وجہ سے ان کو مستورین کہتے ہیں - قیامت کے دن جو امام ان کی نسل سے ہو گا اسے قائم القیامۃ کہتے ہیں - بجز چند اشخاص کے جو ہر امام کے ساتھ ہوتے ہیں اس کی نقل و حرکت کا علم کسی کو نہیں ہوتا - دورِ ستر میں ائمہ مستورین کی

---

[1] مقریزی

[2] فصل ۳۵ (دعوت طیبہ کی یمن سے ہندوستان میں منتقلی)

دعوت کا سلسلہ ان کے داعیوں کے ذریعے جاری رہتا ہے جو ان کے نائب کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ خلیفہ آمر نے اپنے قتل سے ڈھائی سال پہلے ہی اپنی دعوت کا سلسلہ یمن میں اپنی نائبہ کے ذریعے جاری کردیا جس کا نام سیدہ اروی بنت احمد اور لقب الحرۃ الملکۃ ہے۔ یعنی جب دور ستر شروع ہوتا ہے اور امام عوام کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو اس کی دعوت اس کے نائبوں کے ذریعے جاری رہتی ہے[1]۔ امام طیّب کی دعوت کا سلسلہ یمن میں جس طرح جاری رہا اس کا مفصل حال ہم فصل (۲۵) میں لکھیں گے۔

اب ہم حافظ کے عہد کی طرف عود کرتے ہیں جس کو آمر نے اپنے بعد اپنے بیٹے کا نائب مقرر کیا۔

حافظ نے امام ہونے کا دعویٰ کب سے کیا

اس سے پہلے جن مورخوں کے اقوال حافظ کے قیام کے متعلق ہم نے نقل کیے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ قطع نظر اس سے کہ اس کو خود آمر نے حکمران بنایا ہو یا لوگوں نے۔ درحقیقت امام نہیں تھا۔ بلکہ صرف اس لڑکے کا نائب تھا جو آمر کی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والا تھا۔ اگر ہم مورخوں کے اقوال کو نظرانداز بھی کردیں تو خود حافظ کا خطبہ اس بات کا شاہد ہے کہ وہ امام نہیں تھا البتہ جب آمر کے محل میں لڑکی پیدا ہوئی اور حافظ کی حکومت کو ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تو اسے امامت کے دعوے کی جرأت ہوئی اور وزیر احمد کے قتل کے بعد اس نے امام ہونے کی حیثیت سے بیعت لی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

ہزبر الملک کا قتل اور وزیر افضل شاہنشاہ کے بیٹے ابوعلی احمد کی وزارت

حافظ کے شروع زمانے میں ہزبر الملک وزیر رہا۔ مگر مصری فوجوں نے اس کی وزارت قبول نہیں کی اور اپنے

---

[1] اذا کان الامام ظاہرا یجوز ان یکون حجۃ مستورۃ واذا کان الامام مستورا فلا بد ان یکون حجۃ ودعاتہ ظاہرین (شہرستانی صفحہ ۹۰)

افسر رضوان کے تحت اسے وزارت کے عہدہ سے ہٹانا چاہا۔ خود اُس کا ساتھی برغش (العادل) جس کا ذکر ہو چکا ہے اس کا مخالف ہو گیا۔ اس نے وزیر افضل کے بیٹے ابو علی احمد کو خود وزیر بننے اور بہرام الملک کے قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ فوجیں پہلے ہی سے بہرام الملک کی مخالف تھیں۔ اب اُن کے ساتھ احمد بھی مل گیا اور حافظ کو مجبور کیا کہ وہ بہرام الملک کو معزول کرے۔ جب حافظ نے بہرام الملک کے رکھنے پر اصرار کیا تو فوجوں نے محل کو گھیر لیا اور اسے قتل کرنے کی دھمکی دی۔ حافظ کو بہرام الملک کو معزول ہی نہیں کرنا پڑا بلکہ اسے اس بات پر بھی مجبور کیا گیا کہ وہ بہرام الملک کو قتل کر دے۔ اس کی وزارت صرف ایک ہی دن رہی۔ اس کے بعد ابو علی احمد وزیر بنا جس کا لقب "کتیفات" ہے۔

احمد کی وزارت کا نتیجہ اور اس کا قتل ۱۵ محرم ۵۲۶ھ دولت فاطمیہ میں ایک عجیب انقلاب۔ مذہب اسمٰعیلی کی تبدیلی مذہب اثنا عشری سے

احمد نے وزیر ہوتے ہی حافظ کے پورے اختیارات چھین لئے۔ اکثر وہ حافظ سے کہتا کہ تمھارا کیا حق ہے۔ تم حقیقی امام نہیں ہو۔ اُس کا اقتدار اتنا بڑھ گیا کہ اس نے محل کا تمام خزانہ اپنے گھر میں منتقل کرا دیا۔ بلکہ حکومت کا مذہب جو اسمٰعیلی تھا اسے بھی مذہب اثنا عشری سے بدل کر سکہ امام منتظر کے نام کا جاری کیا جو فرقۂ اثنا عشری کے بارھویں امام ہیں اور "اللہ الصمد الامام محمد" کا نقش اس پر کندہ کرا دیا۔ اسمٰعیل اور حافظ کے نام خطبے سے نکلوا دیئے۔ ان کے معاوضے میں اپنا نام القاب ائمہ کے ساتھ خطبے میں داخل کیا۔ اس کا استبداد اس حد کو پہنچا کہ اُس نے اس انتقام میں کہ خلیفہ آمر نے اس کے بھائیوں کو قتل کیا تھا خود حافظ کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر جب وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا

ؔ ترجمہ حافظ (ابن خلکان $\frac{1}{309}$)

تو اس نے حافظ کو تخت حکومت سے اُتار کر قید کر دیا اور خود تخت نشین ہو کر عوام میں ظاہر ہونے لگا۔ اسمٰعیلی اور قصر کے غلام وغیرہ اس فعل سے بہت بگڑے[1] تقریباً ایک سال اُس نے امام منتظر محمد کے نام سے خود مختارانہ حکومت کی۔ وہ عادل اور فیاض تھا۔ خصوصاً مصریوں سے اس کا سلوک بہت اچھا تھا۔ اسے شاعری کا بہت شوق تھا[2] لیکن اس کا استبداد زیادہ عرصے تک نہ رہ سکا۔ محل میں حافظ اس کو حکومت سے ہٹانے کی سازشوں میں مصروف تھا۔ آخر کار یانس (العادل) نے چند کتامی سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس پر شہر کے باہر اس وقت حملہ کر دیا جب کہ وہ پولو کھیلنے جا رہا تھا۔ اس حملے سے وہ بچ نہ سکا اور قتل کر دیا گیا۔ یانس نے حافظ کو قید سے چھڑا کر بیعت کی تجدید کی اور جتنا مال احمد اپنے گھر لے گیا تھا اسے پھر خلیفہ کے قصر میں واپس کرا دیا۔ احمد کے قتل کے بعد حافظ نے لوگوں سے اپنے امام ہونے کی حیثیت سے بیعت لی۔ اس سے قبل لوگوں نے اس سے "ولی عہد المسلمین" کی حیثیت سے بیعت کی تھی۔

احمد کے بعد حافظ نے یانس کو وزیر بنایا۔ یہ بہت ہوشیار اور صاحب دبدبہ تھا مگر ضرورت سے زیادہ سخت تھا۔ حافظ اس کی سختیوں سے گھبرا گیا۔ موقع پاکر ماہ ذی الحجہ ۵۲۶ھ میں حافظ نے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔[3]

حافظ کا بغیر وزیر کے سلطنت کا کام انجام دینا۔ مصر میں خانہ جنگیاں حسن بن حافظ کا قیام اور اس کا بُرا انجام ۵۲۹ھ

یانس کے بعد حافظ نے وزیروں کے استبداد و ظلم سے تنگ آکر وزارت کا عہدہ تخفیف کر دیا۔ اور خود وزیر کا کام انجام دینے لگا۔ مگر اس کے بیٹوں کی خانہ جنگیوں نے

---

[1] ابن خلدون ۴/۴ ابن الاثیر ۱/۲۸۶

[2] ابن خلکان ۱/۳۰۹

[3] اس کی وزارت صرف ۹ ماہ رہی۔

اس کی حکومت کو ایسا کمزور کر دیا کہ اس وقت سے دولت فاطمیہ کا زوال شروع ہو گیا
۵۲۸ھ میں اس نے اپنے بیٹے سلیمان کو ولی عہد بنایا۔ شومی قسمت سے یہ لڑکا دو مہینے بعد ہی مرگیا۔ پھر اس نے اپنے دوسرے بیٹے حسین کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس فعل سے اس کا تیسرا بیٹا حسن جو بہت دولت مند اور ذی اثر تھا سخت ناراض ہوا اس وقت مصری لشکر میں دو جماعتیں تھیں۔ ایک ریحانیہ اور دوسری جیوشیہ۔ ان میں سے ریحانیہ زیادہ قوی تھی۔ حسن نے ان دونوں میں پھوٹ ڈلوا دی۔ آپس میں کئی معرکے ہوئے۔ جن میں پانچ ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ جیوشیہ میں سے صرف وہی بچا جو مقس کی جانب بھاگ نکلا۔ مقریزی لکھتا ہے کہ جو مصیبتیں بنو فاطمہ پر نازل ہوئیں ان میں یہ خانہ جنگی ایسی سخت مصیبت تھی جن کی وجہ سے ہزاروں بڑے بڑے سپاہی مارے گئے۔ اور لشکر میں بڑی کمی ہو گئی۔

حسن نے طائفہ ریحانیہ کو اپنے ساتھ لے کر ارباب حکومت کا پیچھا کیا۔ ابن عساف کو قتل کرنے کے بعد اس نے اپنے باپ حافظ اور بھائی حیدرہ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ یہ دونوں ڈر کے مارے کہیں چھپ چھپا گئے۔ حسن نے قصر خلیفہ کی تفتیش شروع کی اور اپنے کئی رشتہ داروں کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ حافظ نے تنگ آ کر حسن کو ملا لینے کے لئے ایک فرمان شائع کیا کہ میں حسن کو ولی عہد مقرر کرتا ہوں۔ اب بھی حسن شرارت سے باز نہ آیا بلکہ اس کی جرأت اور بڑھ گئی۔ حافظ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے اس کا مقابلہ کرنا چاہا مگر پسپا ہوا۔ اب اُس نے حکمت عملی سے حسن کو ایک جھوٹا خط مشفقانہ اور ناصحانہ انداز میں بھیجا کہ "اے میرے بیٹے گو ہم دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی ہے لیکن تو بہر حال میرا فرزند ہے۔ تو نے امرا پر بہت سختی کی ہے ایک نہ ایک دن وہ تجھے قتل کر ڈالیں گے۔ تو ان سے ڈرتا رہ۔" یہ خط پڑھتے ہی ہی حسن نے ان امیروں کو بلا بھیجا اور ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان کی جائدادیں ضبط کر لیں ان بیچاروں میں قاضی القضاۃ ابوالثریا نجم بھی شامل تھا۔ یہ دیکھ کر دوسرے امرا گھبرائے اور ایک بڑی بھاری فوج جمع

کر کے حافظ کو دھمکی دی کہ وہ اپنے لڑکے کو ولی عہدی سے الگ کر دے ورنہ وہ اسے خود خلافت سے معزول کر دیں گے۔ حافظ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور ان سے دوستی پیدا کی۔ اب حسن کے ساتھ سوائے چند سپاہیوں کے اور کوئی نہ رہا بے بس ہو کر اسے حافظ کے پاس قصر میں پناہ لینی پڑی۔ امیروں نے حافظ کو مجبور کیا کہ وہ فوراً حسن کو ان کے حوالے کر دے۔ حافظ آخر باپ تھا اسے حسن پر ترس آیا اور اپنے بیٹے کو ان لوگوں کے سپرد کرنے میں اسے پس و پیش ہوا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ حسن کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس نے تین دن کی مہلت مانگی۔ امیروں نے نہ مانا۔ آخر کار اس نے اپنے خاص یہودی طبیب ابو منصور کو حکم دیا کہ وہ حسن کو کسی طرح سے زہر دے کر مار ڈالے۔ یہ طبیب اس پر آمادہ نہ ہوا۔ حافظ نے اپنے دوسرے طبیب ابن قرفہ کو بھی یہی حکم دیا جو نصرانی تھا۔ اُس نے حسن کو زہر سے ہلاک کر دیا۔ حافظ نے امیروں کو خفیہ طور پر کہلا بھیجا کہ حسن مر گیا۔ امیروں نے اپنی طرف سے ایک آدمی کو بھیجا جس نے حسن کی موت کا اطمینان کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ میں پیش آیا۔ چند دنوں بعد حافظ نے ابن قرفہ کو خزانۃ البنود میں قتل کر دیا اور ابو منصور کو انعام سے سرفراز کیا اور اسے راس الاطبا بنا دیا[۱]۔

وزارت بہرام و رضوان

حسن بن حافظ کے حادثے کے بعد لشکر نے وزارت کے عہدہ کے لئے ایک ارمنی شخص تاج الدولہ کا انتخاب کیا جس کا نام بہرام تھا۔ حافظ کو مجبوراً اس انتخاب سے اتفاق کرنا پڑا۔ چونکہ یہ شخص نصرانی تھا اس لئے صرف سیاسی معاملات کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا۔ شریعت کے امور اس سے علیحدہ کر لیے گئے[۲]۔ پھر بھی اسے "سیف الاسلام" کا لقب دیا گیا اس نے اپنے ہم وطن

---

[۱] مقریزی $\frac{۳}{۲۷-۲۹}$

[۲] ابن خلدون $\frac{۴}{۷۳}$

ارمینیوں کی طرف داری شروع کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق تلف ہوئے۔ مصریوں میں سے سوائے رضوان کے جو صاحب الباب تھا کسی کو غیرت نہ آئی وہی اس کا مخالف ہوگیا اور اسے وزارت کے عہدہ سے معزول کردیا۔ ۵۳۲ھ میں رضوان وزیر بنایا گیا اور اسے "الملک الافضل" کا لقب دیا گیا۔ دولت فاطمیہ میں یہ پہلا وزیر ہے جس نے "بادشاہ" (ملک) کا لقب پایا[1]۔ اس نے بھی استبداد سے کام لینا شروع کیا اور سنی ہونے کی وجہ سے بہت سے اہل سنت کے مذہبی احکام جاری کئے۔ مکوس[2] (محاصل) کو موقوف کردیا۔ اس لئے ۵۳۳ھ میں حافظ نے اُسے قصر میں قید کردیا۔ دس سال بعد اُس نے قید سے بھاگ کر حافظ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ۵۴۳ھ میں حافظ نے اسے حبشی سپاہیوں سے قتل کرادیا۔

مویدالدولہ اسامۃ بن منقذ کا ورود مصر میں

اسامۃ[3] ایک مشہور امیر گزرا ہے جس نے ابتدائی صلیبی جنگوں میں بڑی بہادری دکھائی اُس نے اپنے شام اور مصر کے قیام کے حالات اپنی کتاب "کتاب الاعتبار" میں بہت دلچسپ طریقے پر لکھے ہیں۔

۵۲۹ھ میں یہ امیر دمشق سے مصر پہنچا۔ حافظ نے اس کا پُرتپاک استقبال کیا اور کئی چیزیں خلعت کے طور پر اسے دیں۔ حافظ کے بیٹے ظافر کے زمانے میں اس کی بُری نصیحتوں سے ملک کو بہت نقصان پہنچا۔

صلیبیوں کی ناکامی

فاطمیین کی خوش قسمتی سے اس زمانے میں مشرقی ممالک سے صلیبیوں کے حملے کا خطرہ کم ہوگیا کیونکہ وہ خود ترکوں کے حملوں کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ ۵۲۵ھ میں

---

[1] ابن الاثیر ۱۱/۸۳

[2] فصل ۲ (خراجی اور ہلالی۔ مکوس کی تعریف)

[3] اسامہ بن مرشد الکنانی المعروف بابن المنقذ

Brill Leiden 1884
(With French Translation)

موصل کے اتابک عمادالدین زنگی نے صلیبیوں کو اثارب[1] پر زبردست شکست دی اور ۵۳۹ھ میں رہا بھی ان سے چھین لیا جسے نصاریٰ مبارک شہر سمجھتے تھے[2]۔ زنگی کے بعد اس کے بیٹے نورالدین نے مغربی ایشیا اور مصر کے سیاسی امور میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ یہی وہ بہادر ہے جس نے صلیبیوں کو پسپا کر کے ان کے فلسطین اور شام میں حکومت کرنے کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب انھیں اپنی پہلی جنگ کی ناکامی محسوس ہونے لگی۔

۵۴۲ھ میں سینٹ برنارڈ نے دوسری جنگ کی تنظیم کی تاکہ شام اور فلسطین میں جو انھیں نقصان پہنچا اس کی تلافی ہو۔ ۵۴۳ھ میں انھوں نے دمشق پر حملہ کیا لیکن ان کے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے انھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ بلاد شام میں ایک زبردست ترکی قوت قائم ہو چکی تھی جس نے بار بار ان کو مختلف مقاموں پر شکستیں دیں۔ اس طرح دوسری صلیبی جنگ بھی ناکام ہوئی۔

گو مشرقی جانب سے فاطمیین کو یوں ہی سا اطمینان حاصل تھا لیکن مغرب کی طرف سے وہ بڑے پریشان تھے۔ روجر (ثانی) ان کا ایک نیا دشمن پیدا ہوا۔ اسے صقلیہ تو میراث میں مل ہی چکا تھا۔ مسافت کی دوری کی وجہ سے فاطمیین نے اسے واپس لینے کی کوشش نہیں کی۔ ۵۳۹ھ میں وہ ایک بڑے بیڑے کے ساتھ جو تقریباً ڈھائی سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھا افریقیہ کی طرف بڑھا اور برصہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد ۵۴۱ھ میں طرابلس الغرب اور ۵۴۳ھ میں مہدیہ کو بھی فتح کر کے اسکندریہ کا رخ کیا۔ صلیبیوں کی اس پیش قدمی سے دولت فاطمیہ میں بڑی پریشانی پھیلی[3]۔

---

[1] حلب اور انطاکیہ کے درمیان ایک مشہور قلعہ ہے (معجم البلدان ۱/۱۱۴)

[2] امیر علی صفحہ ۳۳۹۔ اس فتح کو فتح الفتوح کہتے تھے۔ S. Lane Poole, p.174

[3] جرجی زیدان ۱/۲۵۳

حافظ کی وفات ۵۴۴ھ اور اُس کی سیرت

رضوآن کے قتل کے چند مہینے بعد ۵۴۴ھ میں حافظ نے وفات پائی ۔ اس قلیل مدت میں متعدد فتنے اور فساد برپا ہوئے پہلے کی طرح ریحانیہ اور جیوشیہ کے درمیان پھر لڑائیاں چھڑ گئیں ۔ قاہرہ فوجی جھگڑوں کا مرکز بن گیا۔ شہر میں بے چینی پھیل گئی ۔ اس وقت خلیفہ کی عمرہ، سال کی ہو چکی تھی ۔ اس کی حکومت صرف قصر کے حدود ہی تک محدود تھی ۔ اپنی ابتدائی حکومت میں بھی وہ ہمیشہ وزیروں کے قبضے میں رہا۔ وزیر احمد بن افضل ملقب بہ" اکمل " کی بے اجازت کوئی شخص اس کے یہاں باریاب نہیں ہو سکتا تھا ۔ اُس کے اخلاق پر حلم زیادہ غالب تھا[1] لوگوں کی نظروں میں پہلے خلفا کی سی اس کی وقعت نہ تھی ۔ اسی حالت میں اس نے دنیا سے رحلت کی ۔ انتقال کے وقت وہ قولنج کے مرض میں مبتلا تھا ۔ اس کے علاج کے لئے اس کے طبیب شرماہ دیلمی نے یا موسلے نصرانی نے ایک عجیب وغریب ڈھول ایجاد کیا تھا ۔ جس کے بجاتے ہی اس کی شکایت میں تخفیف ہو جاتی تھی ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ڈھول سات مختلف دھاتوں سے اس وقت بنایا گیا تھا جب کہ ساتوں سیارے اپنے اپنے مشرق میں تھے ۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ جب کوئی اسے بجاتا تھا تو اُس کے مخرج سے ہوا نکلتی تھی ۔ اس لئے یہ درد قولنج کے دور کرنے میں بہت مفید ثابت ہوا۔ جب صلاح الدین کے لشکر نے مصر کے خزانے لوٹے تو یہ ڈھول ایک سپاہی کے ہاتھ لگا اور اسے وہ بجانے لگا تو اس کے مخرج سے ہوا نکلنے لگی ۔ گھبرا کر اُس نے ڈھول کو چھوڑ دیا ۔ ڈھول نیچے گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا[2]

---

[1] ابن تغری بردی $\frac{5}{245}$

[2] ابن خلکان $\frac{1}{309}$

فصل (۲۲)

ابو منصور اسماعیل الظافر لاعداء اللہ

۵۴۳ - ۵۴۹

ولادت۔ روز یک شنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۵۲۷ھ وفات ۱۵ محرم ۵۴۹ھ

آغاز نیابت ۵۴۳ھ

ابن مصال کی وزارت اور اس کا قتل

حافظ نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے اسمٰعیل پر نص کرکے اُسے اپنا جانشین بنایا اور ظافر لاعداء اللہ کا لقب دیا۔ ظافر کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔ یہ لڑکا بہت جلد عیش منانے اور اپنا زیادہ وقت لہو ولعب گزارنے لگا[1] اس کی کم سنی کی وجہ سے حافظ نے یہ وصیت کی تھی کہ ابن مصال وزارت کا کام انجام دے۔ لیکن ابن السلار جو اسکندریہ کا والی تھا اس انتظام سے ناراض ہوا اور ابن مصال کو معزول کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت ابن مصال کسی حبشی باغی کی تلاش میں مصر سے باہر گیا ہوا تھا۔ ابن السلار اس کی غیر موجودگی

---

[1] مقریزی $\frac{۳}{۴۸}$

سے فائدہ اٹھا کر مصر آیا اور اُس کی جگہ لے لی۔ ابن السلار نے اپنے ربیب (گھر کے پلے ہوئے) عباس بن ابو الفتوح کو ابن مصال کی طرف بھیجا جس نے صعید میں کچھ لشکر جمع کر لیا تھا۔ دلاص کے قریب فریقین میں لڑائی ہوئی جس میں ابن مصال مارا گیا۔ ظافر کو مجبوراً ابن السلار کی وزارت قبول کرنی پڑی اور اسے "الملک العادل سیف الدین" کا لقب دینا پڑا۔ ابن مصال کی وزارت تقریباً چالیس دن رہی۔

ابن السلار کا قتل اور عباس کی وزارت

عباس جو ابن مصال کی طرف بھیجا گیا تھا معز بن بادیس (مشہور والی افریقیہ) کا پروتا تھا۔ ابن السلار نے اس کی بچپن سے پرورش کی اور اسے اپنے ساتھ مصر میں لایا۔ عباس نے حکومت میں اتنا رسوخ پیدا کیا کہ تھوڑی مدت میں مصری فوجوں کا سپہ سالار بن گیا۔ لیکن اس نے اپنے مربی ابن السلار ہی کو قتل کر کے اس کی جگہ لے لی اور مصر کا وزیر بن گیا۔

ابن السلار سے ظافر خوش نہ تھا۔ کیونکہ اس نے اُس کے باپ کے مقرر کردہ وزیر ابن مصال کو قتل کرا دیا تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ عقائد کے لحاظ سے سُنّی تھا اور اُس نے سنت جماعت کے احکام مصر میں جاری کر دیئے۔ اس سے پہلے اسکندریہ میں بھی ایسا ہی کیا۔ بلکہ وہاں ایک شافعی مدرسہ بھی قایم کر دیا۔ علاوہ اس کے وہ ایسا ظالم اور سخت گیر تھا کہ مصری امرا اور عوام بھی اس سے ناراض تھے۔ شام کے مشہور امیر اسامۃ بن منقذ نے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں ظافر کو مشورہ دیا کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر ابن السلار نے خلیفہ کے خاص فوجی دستے کے چند سپاہیوں کو قتل کرا دیا۔ اس سے ظافر کے غصے کی آگ اور بھڑکی۔ عباس جو اس کا دوست تھا اسے تسکین دیتا رہا۔ لیکن وہ بھی ایک شرمناک واقعے کی وجہ سے اس کا مخالف ہو گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ظافر نے عباس کے بیٹے نصر کو اپنا خاص مصاحب بنایا تھا۔ دونوں

ہمیشہ ساتھ رہا کرتے تھے۔ دونوں کے دونوں نوجوان۔ ایک ہی عمر کے اور بہت ہی خوبصورت۔ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ ظافر نصر کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ابن السلار نے عباس کو سمجھایا کہ تم اپنے لڑکے نصر کو اب ظافر کے پاس جانے نہ دو۔ مگر نصر نے نہ مانا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہہ کر نصر کو اپنے گھر میں آنے سے روک دیا۔ اس سے نصر اور اس کا باپ دونوں ناراض ہو کر ابن السلار کے مخالف ہو گئے۔ ظافر تو پہلے ہی سے ابن السلار سے ناخوش تھا۔ اسامہ بن منقذ نے بھی اس کے قتل کی تاکید کی تھی۔ اس اثنا میں عسقلان کو فوجی مدد بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ ابن السلار نے عباس کو حکم دیا کہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے مصری فوج کے ساتھ عسقلان جائے عباس کو یہ گمان ہوا کہ ابن السلار نے یہ تدبیر اس کے قتل کی نکالی ہے۔ اس لئے روانگی کے وقت اس نے اپنے لڑکے نصر کو اس کام پہ مقرر کیا کہ وہ اس کے روانہ ہونے کے بعد ابن السلار کو قتل کر دے۔ ایک دن ابن السلار اپنے گھر میں سو رہا تھا۔ نصر نے موقع پا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ عباس موضع بلبیس میں اپنی سازش کی تکمیل کا منتظر رہا۔ آگے نہ بڑھا۔ ابن السلار کے قتل کی خبر ملتے ہی واپس آیا۔ تاکہ وزارت کا جائزہ لے۔ ادھر فلسطین میں مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے صلیبیوں نے ۵۴۸ھ میں عسقلان فتح کر لیا۔ اس کے بعد پھر کبھی یہ شہر فاطمیین کے قبضے میں نہ آیا[1]

ظافر کا قتل اور اس کے بیٹے فایز کی حکومت ۵۴۹ھ

جب عباس کو عہدۂ وزارت مل گیا اور مصری فوجوں اور امیروں کو اس بات کا علم ہوا کہ اسامۃ بن منقذ کے مشورے سے عباس نے ابن السلار کو قتل کرادیا ہے تو وہ سب ان دونوں کے دشمن ہو گئے اور ان سے انتقام لینا

---

[1] ابن الاثیر ۱۱/۱۹۸

چاہا۔ اسامہ بڑا مکار تھا۔ اس نے اپنے کو بچانے کے لئے ظافر ہی کو قتل کرانے کی کوشش کی۔ ایک دن اس نے عباس سے کہا۔ میں تیرے بیٹے نصر کے متعلق ناگفتنی باتیں سن رہا ہوں۔ نہ معلوم تو نے کیوں خاموشی اختیار کی ہے۔ عباس نے پوچھا۔ اچھا، میرے بیٹے کے متعلق لوگ کیا کہتے ہیں" اس نے کہا۔ تیرے بیٹے سے ظافر کے شرمناک تعلق کی داستان" عباس نے کہا۔ "تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے" اُس نے کہا "ظافر کو قتل کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا"۔ بہرحال عباس نے اپنے بیٹے نصر کو ظافر کے قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ نصر نے ظافر کو اپنے مکان پر دعوت دی اور کہا۔ آج شب کو آپ غریب خانے پر تشریف لایئے مگر آپ کے ساتھ زیادہ خدمت گار نہ ہوں"۔ ظافر نے دعوت قبول کرلی اور وقت مقررہ پر چند خدمت گاروں کو ساتھ لے کر دعوت میں پہنچ گیا۔ مکان میں داخل ہونے کے بعد نصر نے اسے اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا اور اس کی لاش وہیں دفن کردی۔ صرف ایک خدمت گار گھبرا کر نکل بھاگا، جس سے ظافر کے قتل کی خبر معلوم ہوئی۔ صبح ہوتے ہی نصر نے اپنے باپ عباس کو خبر دی کہ ظافر کا کام تمام ہوگیا ہے یہ سنتے ہی عباس قصر کو روانہ ہوا اور ظافر کے خدمت گاروں سے کہا "مجھے ایک ضروری معاملے میں خلیفہ سے راے لینی ہے"۔ خدمت گاروں نے ظافر کو محل میں بہت ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر انھوں نے کہہ دیا کہ ظافر محل میں نہیں ہے" عباس نے غصے سے کہا "ظافر کا محل میں ہونا ضروری ہے"۔ وہ محل میں گھس گیا اور ظافر کے دونوں بھائیوں جبریل اور یوسف سے کہا "تم ہی نے ظافر کو قتل کیا ہے۔ اگر اس کا پتہ نہ دوگے تو میں تمھیں کو قتل کردوں گا۔ بدنصیبوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ عباس نے اسی وقت ان دونوں کو قتل کردیا۔ اس خوں ریزی کا مقصد یہ تھا کہ وہ ظافر کے قتل کا الزام اپنی اور اپنے بیٹے نصر کی ذات سے دور کرے[1]

---

[1] مقریزی ۳/۲۴

پھر عباس ظافر کے پنج سالہ بیٹے عیسیٰ کو اپنے کندھے پر بٹھا کر محل کے صحن میں لایا۔ اور سب لشکر اور امرا سے کہا کہ اس لڑکے کے چچاؤں نے اس کے باپ کو مار ڈالا ہے۔ یہ ایک عجیب غمگین اور ہولناک منظر تھا۔ ہر طرف سے آہ و بکا کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اسی مجمع میں عباس نے عیسیٰ کے نام کی بیعت لی اور ان سے کہا آج سے یہ تمھارا حاکم ہے۔ تم پر فرض ہے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو۔ لوگوں نے رضامندی کے ایسے پرزور نعرے لگائے کہ جن کے صدمے سے عیسیٰ نے جسے اب فائز بامر اللہ کا لقب دیا گیا عباس کے کندھے پر پیشاب کر دیا اور اسے رعشے کی شکایت ہوگئی۔ بار بار اسے اس شکایت کے دورے ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے اسی بیماری سے انتقال کیا[1]۔

ظافر کے عہد کی جامع ظافری جامع الفاکھانیین سے مشہور ہے۔ یہ اب بھی شارع عقادین میں باقی ہے۔ اس کا دوسرا نام جامع افخر ہے[2]۔

---

[1] ان واقعات کو اسامہ "بغی تبیح" کہا ہے۔ عباس کی بے ایمانی اور غداری۔ نصر کی سفاکی اور خون خواری اور اسامہ کی شرارت اور بد معاشی یہ ایسے سیاہ کارنامے ہیں جن کی سیاہی کو زمانے کی زبردست صیقل بھی مٹا نہیں سکتی (کتاب الاعتبار صفحہ ۱۶)

[2] مقریزی ۲/۲

فصل (۲۳)

ابوالقاسم عیسیٰ الفائز بامر اللہ

۵۴۹ - ۵۵۵

ولادت روز جمعہ ۲۱ محرم ۵۴۴ھ　　وفات ۱۰ رجب ۵۵۵ھ

آغاز نیابت ۱۵ محرم ۵۴۹ھ

فائز کا قیام اور عباس اور نصر کا قتل

فائز کی کم سنی کی وجہ سے عباس ہی ممالک فاطمیہ کا حقیقی حاکم رہا۔ مگر چونکہ اس کی گردن پر بہت سے خون تھے اس لئے وہ کامیابی سے حکومت نہ کرسکا۔ خلیفہ کے اکثر رشتہ دار اُس کے دشمن بن گئے۔ انھوں نے اس کے جور و ظلم کی اطلاع طلائع بن رُزّیک کو دی جو منیہ خصیب[1] کا والی تھا۔ گو اس کا شمار بڑے والیوں میں نہ تھا لیکن یہ بہت دین دار اور نیک آدمی تھا۔ خاندانِ خلافت کی عورتوں نے خطوط کے ساتھ اپنے سروں کے چند بال بھی بھیجے جس سے ان

---

[1] "منیتہ ابی الخصیب" صعید ادنیٰ میں نیل کے کنارے ایک شہر ہے (معجم البلدان ۸/۲۰۷)

کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ ان کی آبرو خطرے میں ہے۔ اس والی کو ان کی مظلومیت اور بے بسی پر رحم آیا۔ وہ فوراً اپنے ساتھیوں کو لے کر قاہرہ روانہ ہوا۔ یہ خبر سنتے ہی عباس اپنے بیٹے نصر اور اسامہ کو ساتھ لے کر ۱۴ ربیع الاول ۵۴۹ھ میں شام کو بھاگ گیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ فوج اور امرا اس کا ساتھ نہ دیں گے۔ لیکن وہ صحیح و سالم شام تک پہنچ نہ سکا۔ مصر سے اس کے روانہ ہوتے ہی ظافر کی بہن نے صلیبیوں کو اس کے فرار ہونے کی خبر دے دی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ راستے ہی میں اس کا کام تمام کر دیں تو انھیں انعام دیا جائے گا۔ انعام کے لالچ سے صلیبیوں نے عباس کو مار ڈالا اور اس کے بیٹے نصر کو ایک پنجرے میں قید کر کے مصر بھیج دیا۔ جہاں وہ ۵۵۱ھ میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔

طلائع بن رزیک ارمنی کا قاہرہ میں ورود

طلائع سیاہ لباس پہنے سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ قاہرہ میں داخل ہوگیا۔ امرا اور فوج نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کا سیاہ شعار گویا ایک فال تھی کہ بنو فاطمہ کی دولت قریب میں زائل ہو جائے گی اور بنو عباس جن کا شعار سیاہ ہے اُن پر غالب آ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس واقعے کے پندرہ سال بعد صلاح الدین نے دولتِ فاطمیہ کا خاتمہ کر دیا۔ قاہرہ پہنچتے ہی طلائع نے سب سے پہلے ظافر کے اس خادم کو طلب کیا جو اس کے ساتھ نصر کے مکان پر دعوت میں گیا تھا اور خوش قسمتی سے بچ کر نکل گیا تھا۔ اس خادم نے وہ جگہ بتائی جہاں ظافر کو نصر نے قتل کر کے دفن کر دیا تھا۔ طلائع نے اس کی لاش اس جگہ سے نکلوا کر قرافہ میں جو بنو فاطمہ کا مقبرہ تھا دفن کرایا۔

اس کے بعد اس نے مملکت کے انتظام کی طرف توجہ کی اور "ملک الصالح نصیر الدین" کا لقب پایا۔[1] فائز کا وجود برائے نام تھا۔ حکومت پر آنے

---

[1] مقریزی ۲/۱۸۱

کے بعد وہ صرف چھ سال زندہ رہا اور اپنی عمر کے گیارھویں سال میں صرع کی شکایت سے وفات پائی[1]

صلیبیوں کی پسپائی

صلیبی بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ۵۴۹ھ میں نورالدین نے دمشق پر پوری طرح سے اپنا قبضہ حاصل کر لیا۔ اس موقع سے بنو فاطمہ نے فائدہ اٹھایا۔ وزیر طلائع نے قائد ضرغام کی ماتحتی میں متعدد بری اور بحری مقامات پر صلیبیوں سے لڑنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ ۵۵۲ھ میں غزہ کے قریب صلیبیوں نے شکست کھائی۔ اس کے بعد وزیر مذکور نے نورالدین سے اتحاد پیدا کرنے کے لئے کئی نفیس تحفے اور ستر ہزار دینار اپنے چند قصائد کے ساتھ دمشق بھیجے۔ مگر نورالدین اس سے خوش نہ ہوا۔ اگر وہ اتحاد پیدا کر لیتا تو پھر کبھی صلیبی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرتے۔

---

[1] مقریزی ۲/۱۰۳

فصل (۲۴)

ابو محمدؐ عبداللہ العاضد لدین اللہ

۵۵۵ - ۵۶۷

ولادت ۲۰ رمحرم بروز سہ شنبہ ۵۴۶ھ — وفات شب دوشنبہ ۱۲ محرم ۵۶۷ھ

آغاز نیابت ۲۰ رجب ۵۵۵ھ

حافظ

یوسف — ظافر

عاضد — فائز

عاضد کا قیام ـ طلائع کا قتل ۵۵۶ھ اور اس کے بیٹے رزیک کی وزارت
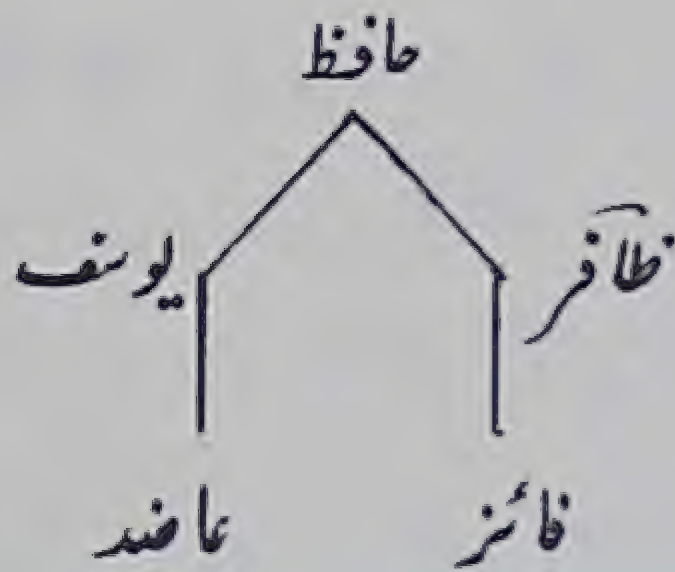
فائز کے انتقال کے بعد طلائع محل میں داخل ہوا اور ایک بڑے خادم سے دریافت کیا کہ محل والوں میں سے کس میں حاکم ہونے کی صلاحیت ہے۔ اُس نے ایک سن رسیدہ شخص کا نام لیا۔ طلائع نے اسے بُلا بھیجا کہ اُسے

حاکم بنائے۔ لیکن اس کے ایک ساتھی نے اس سے آہستہ سے کہا کہ وزیر سابق عباس نے اپنے زمانے میں ایسے شخص کا انتخاب کیا جو عمر میں چھوٹا تھا۔ تاکہ وہ اسے ہمیشہ اپنے قبضے میں رکھے۔ آپ تو عباس سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ یہ سنتے ہی طلائع نے اس عمر رسیدہ شخص کو واپس کر دیا اور حافظ کے پوتے عاضد کو جو پورا ابھی جوان بھی نہیں ہوا تھا خلیفہ بنایا۔

عاضد چونکہ کم سن تھا اس لئے طلائع سلطنت کے امور بذات خود انجام دینے لگا۔ کامل سیاسی اقتدار حاصل ہوتے ہی امرا پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نالاں ہو گئے۔ پھر اُس نے عاضد کی شادی اپنی بیٹی سے کردی۔ اس سے عاضد کے رشتے داروں کو یقین ہو گیا کہ وہ خلافت کے سلسلے کو ان سے قطع کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ بھی اس سے بدظن ہو گئے۔ عاضد کی پھوپھی نے طلائع کے قتل کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک امیر جو ابن الداعی[1] کے نام سے مشہور تھا سب سے زیادہ اس کا مخالف ہو گیا۔ ایک روز جب وہ ڈیوڑھی پر پہنچا تو چند امرا نے اس پر چھریوں سے حملہ کرکے بری طرح اسے زخمی کیا۔ قصر کے خادم اٹھا کر اس کے مکان پر لے گئے۔ اس نے عاضد کو بلا بھیجا اور اس پر عتاب کیا۔ عاضد نے کہا "مجھے اس واقعے کا بالکل علم نہیں" طلائع نے کہا "اگر آپ واقعی اس سازش سے بری ہیں تو اپنی پھوپھی کو میرے حوالے کر دیجئے" عاضد نے اپنی پھوپھی کو اُس کے پاس بھجوا دیا طلائع نے اپنے سامنے اسے قتل کرا دیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے زریک کو وزارت کا عہدہ سپرد کر کے وفات پائی۔ مرتے وقت اُس نے کہا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں بیت المقدس کو صلیبیوں سے واپس نہ لے سکا اور اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی کہ وہ شاور سے جو صعید اعلیٰ کا والی ہے خبردار رہے اس کا افسوس اور وصیت دونوں بجا ثابت ہوئے شاور نے زریک کو وزارت کے عہدے سے معزول کر کے قتل کر دیا

---

[1] ابن الراعی (ابن تغری بردی ۵/۳۱۴)

اور صلیبیوں کا بادشاہ ایک ہی سال میں مصر میں داخل ہوگیا۔

طلائع بہت سخی اور فیاض تھا۔ اہل علم پر بہت مہربان اور ان کا بڑا قدردان تھا۔ شاعر بھی بڑے پایے کا تھا۔ اس کا کلام نہایت شستہ اور بلیغ دو جلدوں میں مدوّن کیا گیا تھا۔ گو وہ دولت فاطمیہ کا وزیر تھا لیکن اس کا مذہب اثنا عشری تھا۔ باوجود ان خوبیوں کے وہ حرص کے عیب سے پاک نہ تھا۔ اُس نے بہت سا مال زبردستی سے حاصل کر کے جمع کیا اور کاشتکاروں پر ایسا بھاری محصول عائد کیا جس سے ان کو سخت نقصان پہنچا۔

مشہد حسینی

۵۴۹ھ میں طلائع نے باب زویلہ کے باہر ایک جامع مسجد بنام مسجد الصالح" بنوائی۔ اسی مسجد میں وہ حضرت امام حسینؓ کا سرِ مبارک منتقل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اہل قصر نے اُسے اجازت نہ دی اور قصر کے احاطے ہی میں سر مبارک دفن کرایا۔ اب یہ مقام "مشہد حسینی" کے نام سے مشہور ہے۔ سر مبارک اس سے پیشتر فلسطین میں تھا۔ ۴۹۱ھ میں جب افضل وہاں پہنچا تو اس نے اس پر ایک قبہ بنوایا۔ بعض کہتے ہیں کہ قبے کا بنانے والا اس کا باپ بدرالجمالی تھا۔ افضل نے صرف اس کی تکمیل کی۔ عاضد کے عہد میں وزیر طلائع کو جب یہ خوف ہوا کہ کہیں نصاریٰ مشہد حسینی کو اپنے حملوں سے تباہ نہ کردیں تو وہ اسے فلسطین سے مصر میں لایا۔ جامع الصالح کے علاوہ اس نے ایک اور مسجد قرافہ میں بنوائی جس کے پہلو میں ایک مقبرہ بھی تیار کرایا۔[1]

رزیک (الملک العادل) کا قتل ۵۵۶ھ اور شاور کی وزارت

بد قسمتی سے رزیک نے اپنے باپ طلائع کی وصیت پر عمل نہ کیا شاور کو صعید کی ولایت سے برطرف کردیا حالانکہ اس کے باپ نے اسے جتلا دیا تھا کہ وہ شاور کو ہرگز نہ چھیڑے۔ یہ شخص ابتدا میں صالح کا خدمت گار تھا۔ اس کی غیر معمولی عقلمندی اور

---

[1] مقریزی ۲/۸۱

ہوشیاری کی وجہ سے صالح نے اسے صعید کی ولایت دی۔ عام طور پر صعید کا والی تمام والیوں سے عہدہ میں بڑا سمجھا جاتا تھا۔ وزیر کے بعد اس کا درجہ ہوتا تھا۔ والی ہونے کے بعد شاور نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کا اثر اتنا بڑھا کہ خود صالح اس سے ڈرنے لگا اور اسے معزول کرنا چاہا۔ لیکن اس کا کچھ بس نہ چلا اور اسے اپنے عہدے پر برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا۔

رزیک کا شاور کو برطرف کرنا ہی تھا کہ اس نے الواحات کا راستہ لیا اور وہاں سے ایک بڑی فوج جمع کرکے قاہرہ کا قصد کیا۔ رزیک اپنے غلاموں کو ہمراہ لے کر فرار ہوگیا۔ لیکن آخرکار گرفتار ہوا اور قتل کردیا گیا۔ صرف دو سال اس کی وزارت رہی۔

۵۵۸ھ میں شاور قاہرہ پہنچا۔ عاضد کو مجبوراً اسے وزارت کا عہدہ اور امیرالجیوش کا لقب دینا پڑا۔ اس نے بنی رزیک کی تمام جائدادیں ضبط کرلیں اور عہدہ داروں کو خوش کرنے کے لئے ان کی تنخواہ میں بہت اضافہ کیا لیکن عاضد کا صاحب الباب ضرغام اس کا مخالف ہوگیا[1] اور نو مہینے ہی میں اسے قاہرہ سے نکال دیا۔ ۵۵۹ھ میں شاور قاہرہ سے نکل کر شام کی طرف بھاگ گیا اور ضرغام اس کی جگہ وزیر مقرر کیا گیا۔ تقریباً ایک سال میں عادل۔ شاور اور ضرغام یہ تین وزیر مصر میں ہوئے۔

نورالدین کا شام سے مصر کو لشکر بھیجنا اور اس کا واپس ہونا

ماہ ربیع الاول ۵۵۹ھ میں شاور نے مصر سے بھاگ کر شام میں پناہ لی اور نورالدین محمود بن زنگی بن عمادالدین زنگی اتابک موصل کا مہمان ہوا۔ نورالدین نے اس کی بڑی خاطر و مدارات کی

---

[1] صالح بن رزیک نے اپنے زمانے میں چند امرا کی ایک جماعت تیار کی تھی جو "برقیہ" کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا صدر ضرغام تھا جو خلیفہ کا "صاحب الباب" بھی تھا۔ یہ عہدہ بھی بڑے عہدوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

اور بہت عزت و احترام سے اسے اپنے یہاں رکھا۔ شاور نے اسے مصر کی کمزور سیاسی حالت سے مطلع کیا اور اس سے یہ درخواست کی کہ اگر فوج سے اس کی مدد کی جائے تو وہ تین شرطوں کی پابندی کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ اسے بلادِ فاطمیہ کا ایک ثلث محصول ادا کرے گا دوسری یہ کہ وہ اس کا لشکر مع اس کے سپہ سالار شیر کوہ (اسد الدین) کے مصر میں رکھے گا اور تیسری یہ کہ وہ خود اس کے تحت رہ کر وزارت کا کام انجام دے گا۔ اسے یہ بھی باور کرایا کہ اگر وہ مصر فتح کرے گا تو اسے صلیبیوں کے مقابلے میں بہت قوت حاصل ہو جائے گی۔ اس تجویز کو منظور کرنے میں نورالدین کو بہت پس و پیش ہوا۔ کبھی اسے یہ رغبت ہوتی تھی کہ مصر کو فتح کرنے سے اس کے ملک میں اضافہ ہو جائے گا اور کبھی اسے یہ خوف ہوتا تھا کہ شاور اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد وعدہ پورا نہ کرے گا۔ آخر کار ماہ جمادی الاول ۵۵۹ھ میں نورالدین نے شاور پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ اپنے سپہ سالار شیر کوہ (اسد الدین) کی ماتحتی میں ایک بڑا تر کی لشکر مصر روانہ کیا اور خود صلیبیوں کی طرف چلا تاکہ وہ لوگ شیر کوہ کو مصر جانے سے نہ روکیں۔ جب شیر کوہ طرابلس پہنچا تو ادھر سے ضرغام کا بھائی مصری لشکر لے کر اس کے مقابلے کے لئے نکلا۔ لیکن اسے شکست ہوئی اور ضرغام اور اس کا بھائی دونوں ہلاک ہوئے۔ شاور نے اپنا کھویا ہوا عہدہ دوبارہ حاصل کر لیا۔

وزیر بنتے ہی اُس نے بہت ہوشیاری سے شیر کوہ کو قاہرہ کی حدوں کے باہر کر دیا تاکہ وہ خود محفوظ ہو جائے۔ شیر کوہ نے شرطِ معاہدہ کی تکمیل چاہی۔ اُس نے ان کی پابندی سے انکار کر دیا اور اب شیر کوہ کو ممالک فاطمیہ کی حدود سے نکال باہر کر دینے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر شیر کوہ ایسا کمزور نہ تھا کہ خاموشی سے شام واپس چلا جاتا وہ اپنے نام کے مطابق شیر ہی ثابت ہوا اور شاور سے انتقام لیے بغیر واپس نہ ہوا۔ اُس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو لکھا کہ وہ بلبیس

اور ضلع شرقی پر قبضہ کرے۔ شاور صلیبیوں کے بادشاہ امل ریک سے مراسلت کرنے پر مجبور ہوا تاکہ وہ اس کی مدد سے شامی فوج کا مقابلہ کر سکے۔ امل ریک تو ایسے موقع کا منتظر ہی تھا فوراً اپنا لشکر لے کر شاور کی مدد پر آ پہنچا۔ شامی فوج بلبیس کے اندر ہی جمی رہی۔ مصری اور صلیبی فوجوں نے باہر سے اس کا محاصرہ کیا جو تین ماہ تک جاری رہا۔ پھر بھی شامی فوج مغلوب نہ ہو سکی۔ اس اثنا میں صلیبیوں کو یہ خبر ملی کہ نورالدین شام میں ان کے ساتھیوں پر کامیابی حاصل کر رہا ہے اور حارم[1] پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ سخت پریشان ہوئے۔ امل ریک کو اپنا ملک بچانا تھا جو مشرق کی جانب سے ہمیشہ دشمن کی زد میں تھا۔ شیرکوہ بھی کچھ کم متفکر نہ تھا۔ رات دن مصریوں اور صلیبیوں سے لڑنا پڑتا تھا۔ غذا وغیرہ کے ذخیرے تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ اس لئے شیرکوہ اور شاور نے آپس میں صلح کر لی۔ یہ تصفیہ ہوا کہ شامی فوج بلبیس کا تخلیہ کر کے شام کو واپس جائے چنانچہ شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ مصری اور صلیبی فوجوں کی قطاروں میں سے گزرتا ہوا شام کو روانہ ہو گیا۔

مصر فتح کرنے کے لئے شامی فوج کی روانگی

گو اس وقت نورالدین شاور کے دھوکے میں آ گیا اور اس کی شامی فوج کو بغیر کسی فائدے کے واپس ہونا پڑا لیکن یہ مہم آئندہ واقعات کے لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اس سے شیرکوہ کو بڑا تجربہ حاصل ہوا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حکومت فاطمیہ کی سیاسی حالت کتنی خراب ہو گئی ہے۔ مصر میں ایسے "آدمیوں کا کال ہے جو کامیابی سے حکومت کر سکیں"۔ جہاں دیکھو وہاں سازش اور غداری کا بازار گرم ہے۔ ہر عہدہ دار نفاق اور خود غرضی کی مہلک بیماری میں مبتلا ہے۔ خلیفہ

---

[1] حلب کے مضافات میں سے انطاکیہ کے آمنے سامنے یہ ایک مشہور قلعہ ہے (معجم البلدان ۲/۱۸۴)

کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ ان واقعات کی طرف شیرکوہ نورالدین کو بار بار توجہ دلاتا رہا۔ اکثر اس سے یہ کہا کرتا کہ اب مصر فتح کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ملک گیری کا شوق اسے وقتاً فوقتاً ابھارتا رہا۔ خلیفۂ بغداد نے بھی اس کی ہمت افزائی کی۔ لیکن نورالدین نے اس مہم میں جلد بازی نہیں کی۔ بلکہ مدت تک سوچتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ شیرکوہ مصر فتح کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس نے ماہ ربیع الاول ۵۶۲ھ میں ایک بڑا لشکر جس میں شام کے متعدد امرا کے علاوہ دو ہزار چیدہ سوار بھی شامل تھے۔ شیرکوہ اور صلاح الدین کی ماتحتی میں مصر روانہ کیا۔ یہ دیکھتے ہی پھر شاور نے صلیبیوں کی مدد حاصل کی اور فوج کی تیاری کے لئے بہت سا روپیہ بھی بھیجا۔ یہ لوگ فلسطین سے روانہ ہوئے تاکہ شیرکوہ کو مصر فتح کرنے سے روکیں۔ شیرکوہ اس خوف سے کہ کہیں صلیبیوں سے راستے میں جھڑپ نہ ہوجائے۔ ان کے مقبوضات کو دائیں جانب چھوڑتا ہوا طفیح پہنچا جو دریائے نیل پر واقع ہے اور جہاں سے قاہرہ تقریباً چالیس میل رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد دریائے نیل عبور کرکے اس نے بلاد غربیہ پر قبضہ کرلیا۔ دریا عبور کرتے ہی اس نے دیکھا کہ امل ریک اپنی صلیبی فوج کے ہمراہ نیل کی مشرقی جانب اس کے سامنے پہنچ چکا ہے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے دریائے نیل کی مختلف جانبوں پر سے گزرتی ہوئیں قاہرہ کی طرف سرعت سے بڑھیں گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نیل پر شرط کھیل رہی ہیں۔ امل ریک نے اپنے خیمے فسطاط کے قریب لگائے۔ شیرکوہ بھی جیزہ میں ایک ایسے مقام پر ٹھیرا، جو بالکل صلیبیوں کے خیمے کے روبرو تھا۔ ایک فوج دوسری فوج کی کارروائی کی منتظر رہی۔ اس اثنا میں امل ریک کو خود عاضد سے ملنے کا موقع مل گیا۔ وہ پہلے ہی سے شاور کی بد دیانتی اور دھوکے بازی سے واقف تھا۔ اس لئے اس نے خود خلیفہ سے باریاب ہوکر اپنا معاہدہ طے کرلیا جس کے شرائط یہ تھے کہ خلیفہ صلیبیوں کی مدد کے صلے میں دو لاکھ دینار اسی وقت ان کو دے۔ اور پھر اتنی ہی رقم کچھ مدت کے بعد ان کے لئے

فراہم کرے۔ اس موقع پر صلیبیوں کے سفیروں کی باریابی جو عاضد کے محل میں ہوئی اس کی مفصل کیفیت اسٹانلی لین پول نے لکھی ہے جس سے خلیفہ کے محل کی شان وشوکت اوراس کی ملاقات کے آداب پر روشنی پڑتی ہے۔

املریک کی عاضد کے محل میں باریابی

نصرانی سفیروں کی باریابی حضرت اقدس میں جہاں بڑے پایے کے مسلمانوں سے بھی صرف چند ہی داخل ہو سکتے تھے ایک بے نظیر واقعہ تھا لیکن املریک ہی کو ایسا موقع ملا کہ اس کو خود اپنے شرائط پیش کر سکنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ قیساریہ کا ہیو[1] اور جیوفری فلچر دی ٹمپلر[2] سفارت کے لئے منتخب کئے گئے۔ خود وزیر ان کو اپنے ساتھ مشرقی آداب ادا کرتے ہوتے محل میں لے گیا۔ پوشیدہ لمبے راستوں اور محفوظ دروازوں میں سے انھیں گزرنا پڑا جہاں قوی ہیکل حبشی سپاہیوں نے ننگی تلواروں سے ان کو سلامی دی پھر وہ اوپر سے کھلی ہوئی ایک وسیع عمارت میں پہنچے جس کے اطراف سنگِ مرمر کے ستونوں پر ٹکی ہوئی کمانیں تھیں۔ اس کی اندرونی چھتیں رنگ برنگ کے سنہری نقش ونگار سے جگمگا رہی تھیں۔ راستے پر پچی کاری کا فرش تھا۔ مسیحی امیروں کی نامانوس آنکھیں اس مذاق لطیف کو دیکھ کر جو کبھی ان کی نظروں سے گزرا نہ تھا تعجب سے کھل گئیں۔ انھیں سنگِ مرمر کے فوارے۔ مختلف بولیاں بولنے والے اور حیرت انگیز رنگ برنگ کے پرندے نظر آئے جو مغربی دنیا کے لئے بالکل اجنبی چیزیں تھیں۔ ایک اور ہال میں پہلے سے بھی زیادہ نفیس اشیاء دکھائی دیں۔ اقسام کے جانوروں کی تصویریں جنھیں کسی ماہر نقاش کا ہاتھ ہی اتار سکے یا

---

[1] Hugh of Cascsarea

[2] Geoffrey Fulcher the Templar

شاعر کا تخیل ایجاد کر سکے یا سونے والے کا خیال خواب میں اختراع کر سکے واقعی یہ ایسی چیزیں تھیں جو مشرق اور جنوب کے ممالک ہی پیدا کر سکتے ہیں۔ مغرب نے انھیں نہ کبھی دیکھا ہے نہ سُنا ہے۔ آخر میں بہت سے چکروں کے بعد وہ سفیر تخت کے کمرے میں پہنچے۔ جہاں خادموں اور ان کے زرتار لباسوں سے ان کے مالک کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی۔ تین دفعہ وزیر اپنی تلوار میان سے نکالے ہوتے خاکساری سے زمین پر اوندھا گر پڑا گویا وہ اپنے خدا سے التجا کرتا ہے۔ پھر فوری حرکت سے سونے اور جواہرات کے مرصع وزنی پردے ہٹائے گئے۔ اور سونے کے تخت پر شاہی لباس میں خلیفہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا[۱]۔

اس معاہدے کے بعد املریک نے دریائے نیل پر کشتیوں کا ایک پُل بنوانے کی کوشش کی۔ مگر چونکہ دوسرے کنارے پر دشمن تھا یہ تجویز مفید معلوم نہ ہوئی۔ اس مقام سے کچھ آگے بڑھ کر اس نے اپنی فوج کو غربی کنارے پر اتارنے میں کامیابی حاصل کی۔ شیرکوہ غفلت میں رہا۔ بہت دیر کے بعد جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ دشمن اُس کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ صعید کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن املریک نے اسے موضع "بابان" پر جا لیا۔ اسے اپنے جاسوسوں سے یہ خبر مل چکی تھی کہ صلیبی اور مصری تعداد میں بہت ہیں اس لئے اس نے اپنے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ اب لڑنے میں خیر نہیں ہے ہمیں نیل کو عبور کر کے اس کے مشرقی جانب چلا جانا چاہیئے تاکہ ہم وہاں سے شام کی طرف لوٹ جائیں کیونکہ اگر ہمیں اپنے موجودہ مقام پر شکست ہوئی تو ہمیں کوئی جگہ پناہ لینے کے لئے نہ مل سکے گی۔ مصری اور صلیبی ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ لیکن امیر برغش (شرف الدین) نے جو

---

[۱] S. Lane-Poole p. 180 بحوالہ William of Tyre

Historia Rerium in Partibus Transmarinis Jestarum, Lib, xix. Cap 19, 20

نورالدین کا ایک من چلا غلام تھا ان امرا کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ جو شخص قید اور قتل سے ڈرتا ہے۔ اسے بادشاہ کی خدمت میں نہیں بلکہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں رہنا چاہیے۔ اگر ہم بلا جدوجہد کے ناکام واپس ہوں گے تو نورالدین ہماری زمینیں اور جائدادیں ضبط کرلے گا اور کہے گا کہ تم مسلمانوں کا مال تو خوشی سے لے لیتے ہو لیکن ضرورت کے وقت ان کے دشمنوں سے نہیں لڑتے۔ تم نے مصر کو کفار کے حوالے کردیا۔ اور نورالدین کا یہ قول حق بجانب ہوگا۔ شیرکوہ نے یہ سن کر کہا "یہ رائے بہت درست ہے" اس کے بھتیجے صلاح الدین نے بھی اس کی تائید کی۔ پھر یکے بعد دیگرے دوسرے امیروں نے بھی اس پر اتفاق کیا۔

اس کے بعد شیرکوہ نے اپنی فوج مرتب کی اور صلیبیوں اور مصریوں پر حملہ کرکے حکمت عملی سے ان کو موضع البابان[۱] پر شکست دی۔ تاریخ کا یہ واقعہ تعجب انگیز واقعات میں سے ہے کہ مختصر سے لشکر نے اتنی کثیر فوج پر فتح پائی۔ صلیبیوں اور مصریوں کو شکست دینے کے بعد شیرکوہ اسکندریہ کی جانب روانہ ہوا راستے میں جتنے شہر تھے سب پر قبضہ کرلیا اور اپنے بھتیجے صلاح الدین کو ان پر عامل مقرر کرکے خود صعید کی طرف بڑھا اور اسے اپنے زیر حکومت کرلیا۔

جو مصری اور صلیبی بابان کی لڑائی میں پسپا ہو گئے تھے وہ قاہرہ واپس ہو گئے اور از سر نو اپنا لشکر تیار کرکے اسکندریہ کو واپس لینے کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ ان لوگوں سے لڑنے کے لئے صلاح الدین نے شیرکوہ سے مدد طلب کی۔ شیرکوہ صعید سے ان کی مدد کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن شاور نے بعض ترکوں کو جو اس کے ساتھ تھے پھوڑ دیا تھا۔ لہذا جب صلیبیوں اور مصریوں نے صلح کی تجویز پیش کی تو اسے منظور کرلینی پڑی اور اسکندریہ سے اپنا قبضہ اٹھا لینا

---

[۱] ابن الاثیر ۱۱/۱۴۵ موضع البابان منیہ سے جنوب کی طرف دس میل دور ہے۔

پڑا[1]۔ ۵۶۲ھ ماہ ذی قعدہ میں وہ دمشق واپس ہو گیا۔

صلیبی قاہرہ میں ۵۶۴ھ

شیر کوہ کے دمشق واپس ہونے کے بعد صلیبیوں اور مصریوں میں یہ معاہدہ ہوا۔ کہ صلیبیوں کا کچھ لشکر قاہرہ میں ٹھیرے اور شہر کے دروازوں پر ان کے سپاہی متعین کئے جائیں تاکہ نورالدین پھر شہر پر حملہ نہ کر سکے۔ اور ہر سال مصر کے محاصل سے ایک لاکھ دینار انھیں دیئے جائیں۔ لیکن صلیبیوں کا لشکر بجائے اس کے کہ قاہرہ کی حفاظت کرتا خود اہل قاہرہ پر آفت ڈھانے لگا جس کی وجہ سے مصری گھبرا گئے۔ بلکہ اس لشکر کے سرداروں نے اپنے بادشاہ "مری" کو مصر پر حملہ کرنے کی ترغیب بھی دلائی[2] اسے یہ کہلا بھیجا کہ مصری حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ مصر پر بہت آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ نے پہلے تو بہت پس و پیش کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ مصری اسے مصر پر حکومت کرنے نہ دیں گے اپنی مدد کے لئے نورالدین کو ضرور بلائیں گے اور جب نورالدین کے قبضے میں مصر آ جائے گا تو اسے بڑی قوت حاصل ہو جائے گی اور وہ ان کا پیچھا کر کے شام سے انھیں نکال دے گا۔ اسی فکر میں صلیبیوں کے بادشاہ نے کئی دن گزارے مگر آخرکار وہ راضی ہو گیا اور ایک فوج روانہ کی جس نے غرہ صفر ۵۶۵ھ کو بلبیس پر قبضہ کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق قتل غارت گری اور لوٹ مار سے شہر کو برباد کر دیا۔ اس اثنا میں مصر کے چند امیروں نے جو شاور کے مخالف تھے صلیبیوں سے مراسلت کی تھی اور انھیں مدد دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا اس سے صلیبیوں کو مزید اطمینان ہو گیا۔ بلبیس سے آگے بڑھ کر ۱۰ صفر کو انھوں نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔

---

[1] ابن خلدون ۲۴۹/۵ تاریخوں میں اس مقام پر کچھ اختلاف ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ صلیبیوں نے فتح پائی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ شیر کوہ کو کامیابی ہوئی۔

[2] ابن الاثیر ۱۵۰/۱۱

اہل قاہرہ کو صلیبیوں کے ان مظالم کی خبر پہنچ چکی تھی جو انھوں نے بلبیس پر ڈھائے تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنے شہر میں ان کو داخل نہ ہونے دیا اگر صلیبی بلبیس میں اپنے نیک رویے کی اچھی مثال قائم کرتے تو وہ آسانی سے قاہرہ میں بھی داخل ہو جاتے[۱] اور مصر میں بجائے ایوبی حکومت کے صلیبی حکومت قائم ہو جاتی مگر صلیبیوں نے اپنی تمام لڑائیوں میں اپنے آپ کو خوں خوار۔ ظالم۔ حریص اور بدعہد ثابت کیا۔

شاور نے جب یہ دیکھا کہ صلیبی فسطاط کے قریب پہنچ چکے ہیں اور قاہرہ پر جلد حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ فسطاط میں آگ لگا دی جائے تاکہ ان کو اس شہر میں پناہ نہ مل سکے اور وہاں کے باشندوں کو یہ ہدایت دی کہ وہ سب قاہرہ میں منتقل ہو جائیں۔ تقریباً ۵۴ دن تک فسطاط جلتا رہا۔ اس بربادی کے نشانات ابھی تک قاہرہ کے جنوبی جانب انیٹوں کے ڈھیروں میں پائے جاتے ہیں۔ باوجود اس مزاحمت کے صلیبیوں نے ہمت نہ ہاری۔ محاصرے کو برابر جاری رکھا۔ اہل قاہرہ پر سختیاں گزرنے لگیں۔ شاور نے اپنی فطرت کے مطابق پھر صلیبیوں سے حیلہ سازی شروع کی اور ان کے بادشاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ "میرے اور تمھارے درمیان تو قدیم دوستی ہے۔ مجھے صرف عاضد اور نورالدین کا خوف ہے کہ کہیں وہ آپس میں اتفاق کرکے تمھارا مقابلہ نہ کریں۔ مصری بھی میرے مخالف ہو گئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی عاضد کے ساتھ مل کر نورالدین کو مدد کے لئے بلا بھیجیں اور مصر اس کے حوالے کر دیں۔ بہتر ہے کہ ہم آپس میں صلح کرلیں میں تمھیں دس لاکھ دینار دوں گا۔ شاور کا یہ طرز عمل خود غرضی پر مبنی تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ نورالدین اگر مصر میں پہنچ گیا تو اس کی وزارت باقی نہیں رہے گی[۲] صلیبیوں نے دیکھا کہ

---

[۱] جرجی زیدان $\frac{1}{265}$

[۲] ابن خلدون $\frac{5}{281}$ بعض روایتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شاور بھی نورالدین کو مدد کے لئے بلانے کی تجویز میں شریک تھا۔ (ابن الاثیر $\frac{11}{5}$)

پہلے تو مصر فتح کرنا مشکل ہے اور اگر فتح بھی کر لیا تو پھر نورالدین ان سے لڑنے کے لئے نکل پڑے گا۔ اب دس لاکھ دینار انھیں ملتے ہیں صلیبیوں کا بادشاہ بڑا لالچی تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ یہ رقم حاصل کر کے پھر نورالدین کے مقابلے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس لئے اس نے شاورؔ سے صلح کر لی اور اپنے لشکر کو مصر سے واپس ہو جانے کا حکم دیا۔ شاورؔ نے ایک لاکھ دینار اسی وقت اُسے دیدیئے اور باقی رقم اداکرنے کا وعدہ کیا گو اس رقم کی فراہمی میں اس نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ کیونکہ فسطاؔط کے باشندے تو اپنا مال ومتاع جل جانے سے پہلے ہی سے مفلس ہو گئے تھے۔ قاہرہ کی اکثر آبادی لشکریوں اور ان کے غلاموں کی تھی اس لئے ان سے بھی کچھ روپیہ اکٹھا نہ کیا جا سکا۔

مصر پر شیرکوہ کا تسلط اور شاور کا قتل ۵۶۴ھ

جس زمانے میں صلیبی قاہرہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور شاورؔ ان سے صلح کے متعلق گفت وشنید کر رہا تھا عاضد بغیر شاورؔ کے مشورے کے نورالدین سے مراسلت شروع کر چکا تھا اور اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ ان کی مدد کرے تو اسے بلاد مصر کا ایک ثلث حصہ دیا جائے گا اور اس کے لشکر کو قاہرہ میں ٹھیرنے کی اجازت دی جائے گی۔ بلکہ عاضد نے تو اپنے خط کے ساتھ اپنے محل کی عورتوں کے بال بھی روانہ کئے جو اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب محل کی عورتوں کی آبرو بھی خطرے میں ہے اور نورالدین سے اس کی فریاد کی جاتی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی نورالدین کو کچھ تو صلیبیوں کی بدعہدی پر غصہ آیا اور کچھ مسلمانوں کی حالتِ زار پر غیرت آئی۔ وہ خود مصر روانہ ہو جاتا لیکن عراق کے معاملات نے اسے ایسا مصروف کر رکھا تھا کہ اسے موقع نہ ملا۔ اس دفعہ اس نے ایک بڑے پیمانے پر لشکر کی تیاری کی۔ اپنے مخصوص رسالے سے دو ہزار سپاہی چنے اور چھ ہزار بہادر ترکی سپاہیوں کی ایک فوج مرتب کی۔ اس عظیم الشان لشکر کا سردار اپنے سپہ سالار شیرکوہ کو بنایا اور اس کے ساتھ شام کے چند

با اثر امرا بھی بھیجے جن میں شیرکوہ کا بھتیجا صلاح الدین یوسف بن ایوب بھی شامل تھا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ صلاح الدین نے اس مہم میں بہ رضا و رغبت حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ یہ مہم کچھ عرصے کے بعد اس کے خاندان ایوبی کی حکومت کا مقدمہ ثابت ہوئی۔ بہرحال نورالدین نے لشکر کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ موضع "راس الما" تک جو دمشق سے ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے وہ خود فوج کی نگرانی کرتا رہا۔ دو لاکھ دینار اس کے مصارف کے لئے شیرکوہ کو دیئے گئے اور ہر سپاہی کو روانگی کے وقت بیس دینار انعام دیا گیا۔

۱۵ ربیع الاول ۵۶۴ھ کو یہ مہم "راس الما" سے مصر روانہ ہوئی۔ بظاہر تو اس کا مقصد یہ تھا کہ صلیبیوں کے پنجے سے مصر کو آزادی دلائے۔ لیکن نتیجہ خاندان ایوبی کا قیام تھا۔ شیرکوہ کی پہلی دو مہمیں اتنی کامیاب ثابت نہ ہوئیں لیکن ان سے جو تجربے ہوئے وہ ایسے اہم تھے جن کی وجہ سے یہ آخری مہم بارآور ہوئی۔ اس لشکر نوری کو قاہرہ میں داخل ہونے میں زیادہ معرکہ آرائی نہیں کرنی پڑی۔ صلیبیوں کا بادشاہ قاہرہ کے سامنے شاور سے اپنی باقی رقم وصول کرنے کے انتظار میں ٹھہرا ہی ہوا تھا کہ لشکر نوری اس صلیبی فوج کے دستے سے بچ کر جو اُس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا تھا مصریوں سے مل گیا۔[1] صلیبیوں کے لشکر کو بغیر کسی فائدے کے واپس جانا پڑا اور لشکر نوری مصریوں کو آزادی دلانے والوں کی حیثیت سے ۷ جمادی الاخری ۵۶۴ھ کو مصر میں داخل ہوگیا۔ عاضد نے شکریہ کے طور پر شیرکوہ کو خلعت سے سرفراز کیا جسے پہن کر وہ اپنی فوج کے سامنے آیا۔ مصریوں نے بھی خوشی کے مظاہرے کئے۔ لشکر نوری کے سپاہیوں کو انعامات اور تحفے دیئے

---

[1] ابن خلدون مورخ ابن الطویر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ بھی روایت ہے کہ شیرکوہ کے ساتھ صلیبی لڑے۔ لیکن اس نے اُن کو شکست دی اور اُن کی چھاؤنی لوٹ لی (ابن خلدون ۲۲۹)

گئے۔ تمام شہروں میں یہ خوش خبری بھیجی گئی۔ جوں جوں قاہرہ میں شیرکوہ کا اعزاز بڑھتا گیا شاور کے حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ وہ اپنی ناراضگی کا اظہار کھلّم کھلا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ایک طرف تو لشکر نوری کی کثرت تھی۔ دوسری طرف خود عاضد شیرکوہ کا طرف دار تھا۔ مگر معاہدے کی شرایط کی تکمیل میں وہ جان کر دیر کرنے لگا۔ روزانہ شیرکوہ کے سلام کے لئے جایا کرتا اور اس سے وعدے کیا کرتا۔ پھر اس نے یہ عزم کر لیا کہ کسی دن شیرکوہ کو دعوت دے کر اُسے قتل کرادے لیکن اس کے بیٹے معروف بہ "کامل" نے اس کو اس فعل سے باز رکھا اور کہا کہ اگر ہم اس معاملے میں ذرا بھی قدم آگے بڑھائیں گے تو شیرکوہ ہمیں قتل کر دے گا شاور نے کہا "اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم خود ایک دن قتل کر دیئے جائیں گے"۔ اس کے بیٹے نے جواب دیا "آپ سچ کہتے ہیں اس حالت میں ہمارا قتل بہتر ہے کہ ہم اور ہمارے شہر کے لوگ مسلمان ہوں بمقابلہ اس کے کہ ہم اس حالت میں قتل کئے جائیں کہ ہمارے شہر کافروں کے قبضے میں آجائیں۔ کیونکہ شیرکوہ کو اگر ہم مار ڈالیں گے تو پھر صلیبیوں کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ وہ فوراً مصر پر قبضہ کر لیں گے۔ پھر اگر عاضد نے نورالدین سے مدد بھی مانگی تو نورالدین ایک سپاہی بھی نہیں بھیجے گا۔ یہ سُن کر وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔

جب لشکر نوری نے دیکھا کہ شاور بد عہدی پر تلا ہوا ہے اور اپنے معاہدے کو پورا کرنے میں دیر کر رہا ہے تو صلاح الدین اور اس کے ساتھیوں نے اس کے قتل پر اتفاق کیا۔ شیرکوہ نے ان کو اس فعل سے روکا مگر انھوں نے نہ مانا۔ عاضد نے بھی مخفی طور پر ان کی تائید کی۔ آخرکار ایک دن موقع پاکر انھوں نے ۵ ارجمادی الاخریٰ ۵۶۴ھ کو اسے قتل کر ہی دیا[۱]۔ اور اس کا سر عاضد کے پاس روانہ کیا۔ عاضد بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد عاضد نے شیرکوہ کو اپنا وزیر بنایا اور "الملک المنصور"

---

[۱] ۱۸ ربیع الآخر (ابن خلکان ۲/۲۱)

کا لقب دیا۔ شیرکوہ نے بھی وفاداری کی قسم کھائی ۔ تمام امور سلطنت اس نے اپنے ہاتھ میں لئے ۔اہل فسطاط کو اپنے شہر کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے جاکر آباد کریں اور ان کے پہلے عمل کو پسند نہیں کیا ۔ سفیر جلیس ابن عبدالقوی کو جو داعی الدعاۃ وقاضی القضاۃ کہلاتا تھا اپنے مذہبی عہدہ پر برقرار رکھا ۔اب شیرکوہ کا مصر میں کوئی حریف باقی نہ رہا۔

شیرکوہ کا انتقال ۵۶۴ھ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین کی وزارت ۵۶۵ھ

لیکن شیرکوہ زیادہ عرصے تک حکومت کا لطف نہ اٹھا سکا ۔چند ماہ کے بعد ہی ۲۲ر جمادی الاخری ۵۶۴ھ کو اسے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔ وہ بڑا دانشمند حاکم تھا۔ اس کی دانشمندی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے اپنے انتقال کے وقت اپنے ساتھیوں کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ ہرگز قاہرہ نہ چھوڑیں اور اتفاق سے کام کریں ۔ مگر اس کے بعد اس کے ساتھیوں نے وزارت کے لئے جھگڑنا شروع کیا ۔ ہر ایک نے شیرکوہ کی جگہ لینے کی دوڑ دھوپ کی ۔خوش قسمتی سے عاضد صلاح الدین کی طرف مائل ہوگیا کیونکہ وہ اپنے ہم چشم امیروں میں سب سے چھوٹا تھا ۔اس لئے عاضد نے اسے وزیر منتخب کیا تاکہ وہ اسے اپنے قابو میں رکھ سکے ۔بلکہ کچھ دنوں بعد اس کے لشکر کو اپنی طرف مائل کر کے اسے مصر سے نکال دے ۔صلاح الدین نے اپنی ہوشیاری اور فیاضی سے مصریوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا ۔جو امرا اس کے مخالف ہوگئے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ اس کے زیر اثر آ گئے ۔نورالدین سے بھی اس نے اپنے تعلقات خوش گوار رکھے ۔اپنے آپ کو نورالدین کا نائب ہی لکھتا رہا ۔نورالدین اپنے خطوں میں اسے "امیر اسفہسلار" سے مخاطب کرتا تھا ۔اس کے بعد عاضد کی حکومت بالکل کمزور ہو گئی اور صلاح الدین ہی مصر کا حقیقی حاکم رہا۔ "دارالمعرفۃ"[۱] کو برخاست کر کے اس کی جگہ مدرسہ شافعیہ

[۱] "دارالمعرفہ" شاید" دارالعلم، یا دارالحکمۃ" کا دوسرا نام ہو جو شیعی عقاید کی اشاعت کے لئے قائم کیا گیا تھا ۔کتاب الخطط میں " دارالمعونہ" ہے (مقریزی ۲/۱۲۵)

قایم کیا۔ اسی طرح "دار الغزل" کو مدرسہ مالکیہ میں تبدیل کردیا۔ شیعی قاضی معزول کردیے۔ قاہرہ میں شافعی قاضی مقرر کیا[1]۔ اس واقعے کے بعد گو عاضد تقریباً ڈیڑھ سال زندہ رہا مگر حکومت میں اس کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔

صلاح الدین کے خلاف بغاوت اور عمارہ یمنی

جب صلاح الدین کی حکومت مصر میں مضبوط ہوگئی تو مصر کے شیعہ اس سے ناراض ہوئے۔ ان میں سے بعض اعلیٰ عہدہ دار مثلاً قاضی القضاۃ فاضل بن کامل۔ کاتب عبد الصمد۔ شاعر عمارہ یمنی (زبیدی) وغیرہ نے آپس میں اتفاق کیا کہ صلیبیوں سے مراسلت کی جائے اور ان کے ذریعے سے صلاح الدین اور اس کے لشکر کو مصر سے نکال دیا جائے۔ اس مہم کے لئے انھوں نے قصر کے ایک حبشی شیعی خادم کا انتخاب کیا جس کا نام نجاح اور لقب موتمن الدولہ تھا[2]۔ اس شخص نے عاضد کی پرورش کی تھی اور اپنی بیٹی بھی اس سے بیاہ دی تھی۔ اسی کے ہاتھ میں قصر کا تمام کاروبار تھا اور یہی قصر کے خادموں کا صدر تھا۔ شیعوں کی تحریک پر اس نے صلیبیوں کو ایک خط لکھا مگر یہ خط راستے ہی میں پکڑا گیا۔ صلاح الدین نے اس خط کی تحقیقات تو کی مگر اس کے متعلق زیادہ کارروائی نہ کی کہ مبادا اہل قصر علانیہ طور پر اس کے مخالف ہوجائیں۔۔ موتمن الخلافۃ کو خط کے فاش ہونے کا پتہ لگ گیا۔ وہ کچھ دنوں مارے خوف کے باہر نہ نکلا۔ لیکن ایک روز جب وہ سیر کے لئے نکلا تو صلاح الدین نے اسے اپنے سپاہیوں کو بھیج کر مروا ڈالا۔ اس واقعے سے مصر کے دوسرے حبشیوں کا قومی جذبہ بھڑک اٹھا۔ تقریباً پچاس ہزار حبشی صلاح الدین کے لشکر سے لڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔ بین القصرین میں بڑی گھمسان کی

---

[1] ابن خلدون ۵/۲۸۴ اس قاضی کا نام صدر الدین عبد الملک بن درباس ہے (مقریزی ۲/۱۷۵)

[2] جوہر (موتمن الدولہ) مقریزی ۲/۴

لڑائی ہوئی۔ فریقین کے آدمی مارے گئے۔ صلاح الدین نے ان کا پیچھا کر کے انھیں زبردست شکست دی۔ ان میں سے جو حبشی بچ گئے تھے وہ جیزہ کی طرف بھاگ گئے مگر وہاں بھی انھیں نجات نہیں ملی۔ صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے ان کو نہ چھوڑا۔ سوائے چند بھاگنے والے حبشیوں کے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ جن شیعوں نے صلیبیوں کو مصر بلانے کی کارروائی کی تھی ان میں عاضد شامل نہ تھا۔ نہ اسے ان کی سازش کی اطلاع تھی اس لئے وہ بچ گیا۔ ورنہ صلاح الدین اسے بھی قتل کر دیتا[1]

عاضد کا انتقال۔ دولت فاطمیہ کا خاتمہ اور اس کے اسباب۔ عباسیوں کا خطبہ مصر میں

جس دن نورالدین کو اپنے لشکر کی کامیابی کی خوش خبری ملی اسی دن سے اس کا یہ اصرار شروع ہوا کہ مصر میں بنو فاطمہ کا خطبہ موقوف کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ بنو عباس کا خطبہ رائج کیا جائے۔ لیکن صلاح الدین اس حکم کی تعمیل میں تاخیر کرتا رہا۔ بظاہر تو وہ یہ عذر کرتا تھا کہ کہیں اہل مصر پھر اس کے مخالف نہ ہو جائیں اور شیرکوہ کی تمام کوشش رائگاں ثابت نہ ہو لیکن حقیقت میں اسے یہ خوف تھا کہ کہیں نورالدین مصر نہ پہنچ جائے اور اس کی حکومت نہ چھین لے۔ وہ چاہتا تھا کہ خلیفہ عاضد کی طرف سے مصر میں خود حکومت کرے اور اگر نورالدین آبھی جائے تو عاضد کو ساتھ لے کر اس سے مقابلہ کرے[2] مگر جب نورالدین کا اصرار بڑھنے لگا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا۔ یہ تصفیہ ہوا کہ نورالدین کے حکم کی پابندی کی جانی چاہیے۔ مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ منبر پر چڑھ کر بنو عباس کا خطبہ پڑھے۔ اتفاق سے عجم کا ایک عالم فقیہ جشانی[3]

---

[1] ابن الاثیر $\frac{11}{155}$

[2] ابن الاثیر $\frac{11}{165}$ صلاح الدین کا جو خیال تھا وہی ٹھیک نکلا۔ اس کے اور نورالدین کے درمیان مخالفت پیدا ہوگئی (ابن الاثیر $\frac{11}{166}$)

[3] نیسابور کے قریب خبوشان ایک چھوٹا سا شہر ہے (معجم البلدان $\frac{2}{۴۸}$)

جسے امیر عالم کہا کرتے تھے مصر آیا ہوا تھا۔ اس نے ماہ محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کو خطیب سے پہلے منبر پر جا کر بنو عباس کا خطبہ پڑھ دیا۔ حاضرین مسجد میں سے کسی نے کوئی مخالف آواز بلند نہ کی۔ صلاح الدین نے دوسرے جمعہ کو مصر اور قاہرہ کے خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجدوں میں بنو فاطمہ کے خطبے کی بجائے بنو عباس کا خطبہ پڑھیں۔ اس زمانے میں عاضد سخت بیمار ہو گیا تھا اور بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ صلاح الدین نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے ایسی نازک حالت میں اپنے خاندان کے خاتمے کی اطلاع دی جائے۔ وہ بدنصیب بیہوشی میں عاشورہ کے دن ۵۶۷ھ میں دنیا سے چل بسا اور اسے خبر تک نہ ہوئی کہ اس کے خاندان کی حکومت کا نقش ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹ گیا ہے۔

دولت فاطمیہ کے زوال کا بڑا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پچھلے حکمران بنو عباس کے پچھلے حکمرانوں کی طرح عیش پسند اور آرام طلب ہو گئے حکومت ان کی کم سنی اور اس کے بعد ان کی غفلت کی وجہ سے وزرا کے ہاتھوں میں چلی گئی[1]۔ جب تک یہ بلاد مغرب میں رہے ان کی سرگرمی برابر رہی۔ مصر سا زرخیز ملک ہاتھ آنے کے بعد ان کی دولت و ثروت بہت بڑھ گئی۔ شام بھی ان کے زیر حکومت آ گیا۔ عراق کے شہروں میں بھی ان کا اثر نمایاں ہونے لگا۔ اب یہ حکمران اس وسیع ملک کی حفاظت کرنے کی بجائے اپنا جاہ و جلال بڑھانے میں مصروف ہوئے۔ عالی شان محلوں میں رہنے لگے۔ وزیروں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ان کا اقتدار اتنا بڑھ گیا کہ انھوں نے اپنے لیے "ملک" کا لقب اختیار کیا۔ خلافت برائے نام رہ گئی۔

اس رسمی سبب کے علاوہ دولت فاطمیہ کے زوال کے اور اسباب بھی ہیں جن میں اول لشکر کی کمزوری ہے۔ اس کی مختلف جماعتیں،

---

[1] پچھلے حکمرانوں میں اکثر کم سن تھے، جب وہ مسند امامت پر آئے۔

آپس میں لڑنے لگیں چہ جائیکہ وہ بیرونی حملوں کو روکتیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں[1] مستنصر کے زمانے میں گو حکومت نے کچھ ترقی کی اور سال بھر تک بغداد میں فاطمیین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ لیکن ملک کی اندرونی حالت اطمینان بخش نہ تھی۔ یازوری کی وفات کے بعد جو ۴۵۰ھ میں ہوئی تقریباً چالیس وزرا یکے بعد دیگرے وزارت کے عہدے پر آئے۔ مستنصر کی ماں کے اثر سے فوج میں کثرت سے حبشی بھر گئے۔ ترکوں اور حبشیوں میں کئی معرکے ہوئے۔ فوج کا شیرازہ بکھر گیا۔ ترکی فوجوں نے خود اپنے امام مستنصر کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس سے سلجوقی ترکوں نے جو مذہبی مخالفت کے باعث فاطمیین کے سخت دشمن تھے خوب فائدہ اٹھایا اور ۴۶۱ھ سے ان کا پیچھا کر کے بیت المقدس اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔ پھر کبھی دمشق فاطمیین کے قبضے میں نہ آ سکا۔ مستنصر کے آخری عہد میں شام کے اکثر شہر بنو فاطمہ کی حکومت سے نکل گئے۔ اس موقع پر اگر سلجوقیوں کو کافی مدد بغداد سے پہنچتی تو دولت فاطمیہ اپنے اصلی خاتمے سے سو سال پہلے ہی ختم ہو جاتی[2]۔ بدر جمالی کے حسن انتظام سے کچھ عرصے تک فوج کی حالت درست رہی۔ لیکن مختلف عنصروں کے شامل ہو جانے سے اس میں وہ قوت نہ آ سکی جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کر سکتی۔

۴۴۳ھ میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعی مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا[3]۔ اس کے تیس سال بعد ۴۷۳ھ میں صلیحی کے انتقال سے بلادِ عرب میں فاطمی حکومت کا نشان تک نہ رہا۔

حاکم کی مذہبی سختیوں سے بھی زوال سلطنت کو مدد ملی۔ اس کے پوتے مستنصر کے بعد اسمٰعیلیہ فرقے میں دو جماعتیں ہو گئیں جس سے حکومت کی کمزوری اور بڑھی۔ آخر کار

---

[1] فصل ۱۸ (دولت فاطمیہ کے لشکر کی تاریخ۔)

[2] فصل ۱۸ (بلاد شام کی مضطرب حالت) [3] ابن میسر صفحہ ۶۔

نزاریوں نے مستعلوی جماعت کے خلیفہ آمر کو قتل کر ڈالا۔ آمر کے بعد جو امام مستور (طیب) کے چار نائب گزرے ان کے عہد میں تو اسمٰعیلی فرقے کا اتحاد نام کو بھی نہ رہا۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ وزیر ابو علی کتیفات نے حکومت کے اسمٰعیلی مذہب کو بدل کر اثنا عشری مذہب کا اعلان کر دیا۔ یہاں تک کہ " امام منتظر" کے نام کے سکے بھی جاری کر دیئے[1]۔ کچھ دنوں تک تو لوگ اس انتظار میں رہے کہ آمر کی ایک بیوی کے یہاں جو اس وقت حاملہ تھی فرزند پیدا ہوگا۔ لیکن امید کے خلاف لڑکی ہوئی اور خود حافظ جو پہلے ہی سے اعلان کر رہا تھا کہ میں پیدا ہونے والے امام کا نائب ہوں خلیفہ بن گیا۔ اس مذہبی اصول کے ٹوٹ جانے سے بہت سے اسمٰعیلیوں کے خیالات ایسے بدلے کہ وہ دوسرے مذہبوں کی طرف مائل ہو گئے۔

دولت فاطمیہ کے زوال کا سب سے آخری اور اہم سبب صلیبی لڑائیاں ہیں۔ اس موقع پر حکومت کو چاہیئے تھا کہ دوسری ہم عصر اسلامی حکومتوں خاص کر بغداد کے حکمران سلجوقیوں سے اتحاد پیدا کر کے نصاریٰ کا مقابلہ کرتی مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ اپنی غرض کے لئے ان سے مل گئی[2]۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود عاضد کے عہد میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

بنو فاطمہ کے قصر اور کتب خانہ کا انجام

عاضد کی آنکھ بند ہوتے ہی صلاح الدین نے قصر فاطمی پر قبضہ کر کے اس کی نگرانی پر امیر بہاؤ الدین قراقوش کو مقرر کیا۔ خلفا کے جتنے رشتہ دار اس میں رہتے تھے ان سب کو قید کر لیا۔ مردوں کو عورتوں سے ملنے جلنے کی ممانعت کر دی تاکہ پھر کوئی فاطمی خلیفہ پیدا ہو کر خلافت کا دعویٰ نہ کر سکے۔ قصر کے جواہرات اور سب قیمتی چیزیں باہر نکالی گئیں۔ ان چیزوں کی حیرت انگیز تفصیل ایک الگ فصل میں بیان کی گئی ہے[3]۔ کتب خانہ فاطمیہ کی نایاب اور بیش قیمت کتابیں قاضی عبدالرحیم کے

---

[1] فصل ۲۱ (احمد کی وزارت کا نتیجہ)

[2] فصل ۲۴ (صلیبی قاہرہ میں) [3] فصل (۲۰)

سپرد کی گئیں ۔ ان میں سے بہت سی تو مذہبی تعصب کے سبب تلف کر دی گئیں ۔ یہاں تک کہ بعض کتابوں کی جلدوں سے جوتیاں بنائی گئیں ۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں اسمٰعیلی عقیدے درج تھے[1] ۔ بہر حال صلاح الدین کے ترکی لشکر نے جس جہالت ۔ تعصب اور بے دردی سے قصر فاطمی کے ذخیروں کو برباد کیا وہ نہایت افسوس ناک واقعہ ہے ۔ ان چیزوں میں ایک نایاب طبل بھی تھا ۔ جس کا ذکر حافظ کے عہد میں گزر چکا ہے ۔ کتب خانے کی کیفیت بھی ایک علیحدہ فصل میں ملے گی[2]۔

دولت مصر کے زوال کے بعد فاطمیین کی دعوت کا سلسلہ

عاضد کے بعد ۵۶۹ھ میں چند اسمٰعیلیوں نے مصر میں اس کے بیٹے داؤد بن عاضد کی بیعت کی ۔ یہ خبر سنتے ہی صلاح الدین نے ان اسمٰعیلیوں کو مروا ڈالا اور داؤد کو زندگی بھر قید میں رکھا ۔ کچھ عرصے کے بعد عاضد کا پوتا محمد بن عبداللہ بن عاضد نے شہر فاس (مغرب) میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ۔ اسے بھی سولی پر چڑھایا گیا۔

ہم نے مستنصر کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ کس طرح اس کے بڑے بیٹے نزار کے داعی حسن بن صباح نے مصر سے نکل کر "الموت" کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا ۔ اس کی دعوت بھی آہستہ آہستہ حکومت کا رنگ اختیار کرتی ہوئی تقریباً ڈیڑھ سو سال تک عراق میں جاری رہی ۔ آخر کار ۶۵۵ھ میں ہولاگو نے بنو عباس کی حکومت کے ساتھ اس حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا ۔ ہز ہائی نس آغا خاں جو آج کل فرقہ نزاریہ کے امام ہیں اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نزار کی نسل سے اس زمانے میں امام ہیں ۔ اس فرقے کی تاریخ کے لئے ایک جداگانہ فصل

---

[1] مقریزی ۲/۲۵۴

[2] فصل ۲۹ ۔

خاص کی گئی ہے[1]

یمن میں جو فاطمیین کے داعی تھے انھوں نے ظہور کے آخری امام آمر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے "طیب" کے نام سے اپنی دعوت جاری رکھی۔ اس کے تفصیلی واقعات آئندہ فصل میں لکھے جاتیں گے[2]

حاکم کے عہد میں جو "فرقہ دروزیہ" کا آغاز ہوا اس کا مفصل بیان ایک الگ فصل میں ملے گا[3]

---

[1] فصل ۱۲۔
[2] فصل (۲۵)
[3] فصل (۳۱)

فصل (۲۵)

دولتِ فاطمیہ کی مستعلوی دعوت کا مصر سے یمن میں منتقل ہونا

اسمٰعیلی طیبی دعوت کی یمن میں منتقلی

دنیا کی حکومتوں کے دستور کے موافق دولتِ فاطمیہ کا زوال بھی آپس کی خانہ جنگیوں سے ہوا ۔ مستنصر کے دو بیٹوں نزار اور مستعلی کے درمیان امامت کے لئے جو جھگڑا ہوا اس کی کیفیت گزر چکی ہے ۔ ان دونوں میں سے ہرایک اپنے امام برحق ہونے کا مدعی تھا ۔ مصر میں نزاری اور مستعلوی یہ دو جماعتیں ایک دوسرے کی بیخ کنی کی کوشش کرنے لگیں ۔ آخرکار نزاریوں نے آمر کو قتل کرڈالا ۔ ان لوگوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ مستعلوی دعوت کے حدود (ارکان) ان کا مقابلہ نہ کر سکے ۔ انھیں اپنے کم سن امام طیب کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے روپوش ہو جانا پڑا[1] ۔ اس وقت سے مستعلوی دعوت کے ارکان کا سیاسی اقتدار بالکل جاتا رہا ۔ وہ ظاہری تخت وتاج سے محروم ہو گئے ۔

---

[1] فصل ۲۱ (امام طیب کا مستور کیا جانا)

اب صرف ان کا مذہبی اثر باقی رہا جسے انھوں نے یمن میں ترقی دی ۔ گویا اب ان کے ائمہ کے ظہور کا زمانہ ختم ہو گیا اور پھر ستر کا دور شروع ہوا جس طرح مہدی کے ظہور کے قبل تھا ۔ اس لئے اب ان کی تنظیم کو اسمٰعیلی نزاری دعوت کے مقابلے میں اسمٰعیلی طیبی دعوت کہنا بجا ہو گا تاکہ آئندہ کے واقعات سمجھنے میں غلط فہمی نہ ہو۔

یوں تو خلیفہ ظاہر کے زمانے سے دولت فاطمیہ میں کمزوری نمایاں ہو گئی تھی۔ اس کے بعد مستنصر نے اپنے آخری زمانے میں یہ محسوس کر لیا کہ اُس کا بڑا بیٹا نزار اس کے چھوٹے بیٹے مستعلی کا مقابلہ کرے گا اور اب دولت فاطمیہ دیر پا نہ رہ سکے گی ۔ اس لئے اس نے اپنی دعوت کو یمن میں اس غرض سے منتقل کرنے کی تمہید کی کہ اگر دولت فاطمیہ کا سیاسی اقتدار مصر سے زایل بھی ہو جائے تو کم سے کم اس کا مذہبی اثر کسی اور مقام پر ہی باقی رہے ۔ اس کے لئے یمن منتخب کیا گیا۔

یمن کے انتخاب کا سبب

اس انتخاب کا پہلا سبب یہ ہے کہ اسمٰعیلیوں کے نزدیک ایک حدیث شریف کے لحاظ سے یمن بہت مبارک اور مقدس علاقہ سمجھا جاتا ہے[1] دوسرا سبب یہ ہے کہ یمن میں شیعی مذہب کی تحریک قدیم زمانے سے جاری رہی ہے ۔ عبداللہ بن سبا جس نے اسلام کی ابتدا میں مذہب اہل بیت کی تبلیغ میں بہت کچھ حصہ لیا صنعا (یمن) کا باشندہ تھا ۔ بسر بن ارطاط نے جب یمن فتح کیا تو تمام یمن والوں نے اس کی اطاعت کی ۔ لیکن ہمدان اور حمیر کے قبیلوں نے بنوآمیہ کی حکومت تسلیم نہیں کی ۔ یہ قبیلے جبل شِبام کو اپنی پناہ گاہ بنا کر دوسرے قبیلوں سے الگ تھلگ رہے۔

طیبی دعوت سے پہلے یمن میں اسمٰعیلی دعوت

تیسرا سبب یمن کو منتخب کرنے کا یہ ہے کہ فاطمیین کے ظہور کا آغاز اسی علاقے سے

---

[1] فصل ۱۰۸ (یمن اور حجاز کی فتح)

ہوا۔ امام حسین (مستور) نے اپنے داعی ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب کو ۲۶۸ھ میں عدن لاعہ بھیجا۔ (۳۱) سے پہلے یمن میں جو اسمٰعیلی داعی تھا اس کا نام احمد بن خلیع تھا۔ داعی ابوالقاسم اسی کے گھر میں ٹھیرا اور اسی کی بیٹی سے شادی بھی کرلی۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بھتیجے کو داعی ابوالقاسم نے تبلیغ کے لئے سندروانہ کیا۔ بہرحال لگاتار دو سال کی ان تھک کوششوں کے بعد اس داعی نے ۲۷۰ھ میں بنو موسی (افراد قبیلہ ہمدان) کی مدد سے صنعا فتح کیا اور بنی یعفر کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ اس لئے یہ داعی منصورالیمن کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اس نے کئی اور داعی تیار کئے جن میں مشہور ابوعبداللہ حسین بن محمد بن زکریا ہے، جو شیعی کے لقب سے مشہور ہے اور جس نے بلاد مغرب فتح کرکے امام مہدی کو ظاہر کیا۔ داعی ابوالحسن (منصورالیمن) کا ایک بیٹا یا پوتا جعفر تھا جس نے اسمٰعیلی دعوت کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ بلاد مغرب کی طرف چلا گیا اور علوم باطنیہ میں اتنی ترقی کی کہ یہ امام مہدی کا "باب الابواب" بن گیا۔ یہ رتبہ امام کے رتبے کے بعد اور دعوت کے تمام رتبوں سے اعلیٰ اور افضل سمجھا جاتا ہے۔

ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب کے بعد اسمٰعیلی دعوت کا سلسلہ یمن میں جاری رہا۔ فاطمیین مصر ہمیشہ اس علاقے میں اپنے داعی بھیجتے رہے۔ داعی ادریس نے اپنی تاریخ "نزہتہ الافکار" میں جس سلسلے سے ان کے نام بتائے ہیں۔ اسی سلسلے سے وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں[1]۔

(۱) داعی عبداللہ بن عباس جو منصورالیمن کے زمانے میں مغرب بھیجا گیا۔ جہاں اُس نے دعوت کی اشاعت میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد وہ یمن واپس ہوا اور منصورالیمن کے انتقال کے بعد اُس کا

---

[1] داعی ادریس نے ان داعیوں کے نہ سنین وفات بتائے اور نہ ان کی کارگزاریوں کی مدتیں

جانشین ہوا (۲) داعی یوسف بن ابی الطفل (۳) داعی عبد اللہ بن بشیر القبطی جسے خلیفہ عزیز نے داعی مقرر کیا (۴) داعی محمد بن احمد بن العباس جس کا تعلق شاور سے تھا (۵) داعی ہارون بن محمد قدامی جسے خلیفہ حاکم نے دعوت کا صدر بنایا (۶) داعی یوسف بن احمد الحمیری۔ باشندہ جبل شبام (۷) داعی سلیمان بن عبداللہ الرواحی جو خلیفہ مستنصر کے عہد میں یمن کا داعی تھا۔

صلیحی خاندان کی ابتدا

داعی سلیمان بن عبداللہ الرواحی نے علی بن محمد صلیحی کو اسمٰعیلی دعوت کی تعلیم دی۔ اس نے ایسی ترقی کی کہ آہستہ آہستہ یمن کے اکثر شہر فتح کر لئے اور اپنے استاد سلیمان کا جانشین بنا۔ اس کے فتوحات کی تفصیل گزر چکی ہے[۱]

احمد (مکرم) بن علی بن محمد صلیحی

مکہ معظمہ کو روانہ ہوتے وقت صلیحی نے اپنے بیٹے احمد کو صنعا میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ لڑکا اس کے قتل کے بعد اس کا جانشین بنا۔ اس کی ماں اسما بنت شہاب نے اسے خفیہ طور پر اطلاع دی کہ اس کا باپ صلیحی قتل ہو گیا ہے اور وہ خود گرفتار کر لی گئی ہے۔ یہ سنتے ہی احمد نے فوجیں جمع کیں اور اپنی ماں کو چھڑانے اور شہر زبید کو واپس لینے میں کامیاب ہوا۔ صنعا پر عمران بن فضل کو والی مقرر کر کے احمد خود اپنے مستقر جبلہ کو چلا گیا۔ اس مقام کو مستقر بنانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہاں سے تمام شہروں کی نگرانی اچھی طرح ہو سکتی تھی[۲]۔ چونکہ زبید کی لڑائی میں اُس نے سردی کھائی تھی۔ اس لئے یہ فالج کی شکایت میں مبتلا ہو گیا اور ملکی معاملات سے سبک دوش ہو کر ۴۷۷ھ میں موضع تعکر میں وفات پائی۔

---

[۱] فصل ۱۸ (حجاز، یمن اور عراق میں بنو فاطمہ کی حکومت)

[۲] عیون الاخبار ۷/۱۹۲ معجم البلدان ۳/۲ اس کا بانی علی بن محمد صلیحی کا بھائی عبداللہ تھا۔

سیدہ حرہ ملکہ اروی بنت احمد بن محمد بن قاسم صلیحی

بیاری کے زمانے میں احمد نے ملک کی حکومت اپنی بیوی کو جو سیدہ حرّہ ملکہ کے نام سے مشہور ہے سونپ دی۔ یہ بڑی عالمہ۔ فاضلہ اور عاقلہ تھی۔ پردے میں بیٹھ کر بڑے بڑے داعیوں کو درس دیتی تھی۔ نہایت دلیر۔ عالی ہمت اور حوصلہ مند تھی۔ زہد و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ سیاسی امور میں بھی اسے کافی دست گاہ تھی۔ ان ہی اوصاف کے باعث خلیفہ آمر نے اسے حجت کا اہم عہدہ دیا[۱]۔ اور یمن کے ضلع کے علاوہ ہند اور سندھ کی دعوت کا انتظام بھی اس کے سپرد کیا[۲]۔ اپنے شوہر کے انتقال تک اسی نے حکومت کا کام انجام دیا۔ اس کی وفات کے بعد مستنصر نے اس کے چھوٹے بیٹے علی کو جو عبدالمستنصر کہلاتا تھا اس کی جگہ دی۔ اس کی کم سنی کی وجہ سے امیر سبا بن احمد صلیحی اس کا ولی مقرر کیا گیا۔ اب سیدہ اور سبا دونوں مل کر حکومت کے فرائض انجام دینے لگے۔ عبدالمستنصر نے زیادہ عمر نہ پائی۔ چند سال بعد اپنی ماں سیدہ کی زندگی ہی میں وہ دنیا سے چل بسا۔ سعید (احول) کا بھائی جیش جو ہندوستان بھاگ گیا تھا واپس ہوا اور کچھ فوج جمع کر کے سیدہ کا مقابلہ کیا۔ ۵ ذی الحجہ ۴۷۹ھ میں ایک لڑائی ہوئی جس میں جیش نے کامیابی حاصل کی اور زبید اسمٰعیلیوں کے ہاتھ سے پھر نکل گیا[۳]۔

امیر سبا بن احمد صلیحی اور سلطان عامر بن سلیمان رواجی

امیر سبا بن احمد صلیحی اور علی بن محمد صلیحی کے اُستاد سلیمان بن عبداللہ کے بیٹے عامر کے درمیان ایسی ان بن ہوئی جو بڑھتے بڑھتے آخر میں دولت صلیحیہ

---

[۱] عیون الاخبار ۷/۲۱۰

[۲] سندھ گو ہندوستان ہی کا ایک علاقہ ہے لیکن اسمٰعیلیوں کے نزدیک اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ممکن ہے اس کا سبب یہ ہو کہ ہندوستان میں سندھ پہلا علاقہ ہے جسے مسلمانوں نے فتح کیا اور سندھ میں قدیم زمانے سے اسمٰعیلی دعوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

[۳] عیون الاخبار ۷/۲۱۱

کی تباہی کا باعث ہوگئی ۔ اس موقع پر خلیفہ مستنصر نے اپنی عقلمندی سے یمنی دعوت کو بچانے کے لئے خاندان صلیحی کے امیروں کو ۴۸۰ھ میں کئی خطوط لکھے جن کی وجہ سے سبا بن احمد اور عامر بن سلیمان مل گئے[1] ۴۹۱ھ میں امیر سبا کا انتقال ہوا۔ اس کے ایک سال بعد سلطان عامر نے بھی وفات پائی ۔ اس لئے سیدہ نے مفضل بن ابی البرکات کو اپنا مددگار بنایا جس نے بڑی دیانت داری سے دعوت کی خدمت انجام دی۔ اس کے انتقال کے بعد جو ۵۰۴ھ میں ہوا سیدہ نے خود حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ خلیفہ آمر نے اپنے عہد میں علی بن نجیب الدولہ کو مصر سے کچھ فوج دے کر سیدہ کی مدد کے لئے یمن بھیجا ۔ اس نے اسمٰعیلی علاقوں میں بغاوتوں کو فرو کر کے امن و امان قائم کیا ۔ مگر کچھ دنوں بعد یہ خود سیدہ کا مخالف ہوگیا ۔ اس لئے خلیفہ آمر نے اسے مصر واپس بلالیا۔

سیدہ کی وفاداری اور اُس کا انتقال حافظ (عبد المجید) کا رسوخ یمن میں

سیدہ اپنے شوہر احمد کے بعد تقریباً ۵۰ سال تک یمن کے بعض شہروں پر حکمران رہی ۔ ۵۳۱ھ میں اُس نے وفات پائی اور قریہ ذوجبلہ کی جامع مسجد میں جو خود اسی نے بنوائی تھی دفن کی گئی۔ اپنے انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے اس نے ایک وصیت نامہ لکھا جسے داعی ادریس نے بعینہٖ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس وصیت نامے سے پتہ چلتا ہے کہ سیدہ کے پاس بے شمار دولت تھی ۔ زیورات اور جواہرات کی فہرست تقریباً دس صفحوں پر مشتمل ہے ۔ اس وصیت پر عمل کرنے کے لئے سیدہ نے سلطان احمد بن ابو حسین صلیحی کا انتخاب کیا ۔ اسے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر یہ تاکید کی کہ میں نے جتنا مال و اسباب اپنے وصیت نامے میں درج کیا ہے وہ سب امام کے باب کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کر دیا جائے ۔

سیدہ کو اپنی زندگی میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ۔ بڑی

---

[1] عیون الاخبار ۷ ۲۱۶ - ۲۲۸

محنت و جاں فشانی سے اس نے طیبی دعوت کی خدمت انجام دی۔ اس کے انتقال سے چند سال پہلے حافظ نے اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی اور اسے اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ امام طیّب کی دعوت کو چھوڑ کر اس کی امامت تسلیم کرے۔ لیکن سیّدہ نے وفاداری سے کام لیا اور حافظؔ کے خط کا یہ جواب لکھا:۔

" میں احمد کی بیٹی ہوں۔ کل تک تو اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین لکھتا رہا اور آج امیر المومنین لکھتا ہے"[1]

گو سیّدہ اور اُس کے چند مددگار ثابت قدم رہے۔ لیکن حافظؔ کے داعی قاضی رشید احمد بن ابراہیم بن زبیر غسانی کو یمنؔ میں بڑی کامیابی ہوئی۔ اکثر یمنیؔ سلاطین طیبی دعوت کو چھوڑ کر حافظؔ کا کلمہ پڑھنے لگے۔ سلطانؔ سبا بن ابی السعود الزرعیؔ الجشمی نے بھی اس کی طرف داری کا اعلان کر دیا گو اس سے پہلے وہ طیبی دعوت میں شریک تھا۔ اس کے بعد طیبی دعوت سیاسی میدان میں نہ آسکی۔ صرف اس کا مذہبی اثر باقی رہا جو ابھی تک موجود ہے۔

داعی خطاب بن حسن ہمدانی

سیّدہ نے اپنے سوتیلے بھائی خطابؔ کو داعی البلاغ مقرر کیا تھا۔ اُس نے طیبی دعوت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ یہاں کہ اُس نے خلیفہ آمرؔ کے نام کا سکّہ بھی یمنؔ میں جاری کر دیا۔ تقریباً چودہ سال تک صلیحیوں کی مدد سے یہ اپنے بھائی سلیمانؔ بن حسن کا مقابلہ کرتا رہا جو حافظ کی طرف ہو گیا تھا۔ آخر میں سلیمانؔ پر غالب آیا اور اسے موضع حریث میں قتل کر دیا۔ لیکن سلیمانؔ کے بیٹوں نے اپنے باپ کے انتقام میں خطاب

---

[1] حافظؔ اپنے ابتدائی زمانے میں اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین لکھا کرتا تھا۔ جب اسے استقلال نصیب ہوا تو خلافت کا دعویٰ شروع کیا اور اپنے آپ کو امیر المومنین لکھنے لگا (عیون الاخبار ۷ ، ۲۳۲)

کو ۵۳۲ھ میں مار ڈالا۔ یہ دونوں بھائی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔[1]

صلیحی خاندان کا خاتمہ۔ طیبی دعوت کے سیاسی اقتدار کا زوال

سیدہ کی زندگی تک تو طیبی دعوت کا کچھ سیاسی اقتدار یمن میں باقی رہا۔ پھر اس دعوت کی سیاسی قوت جاتی رہی گو بعض داعیوں کی ائمہ زیدیہ سے کچھ لڑائیاں ہوئیں اور چند قلعے بھی فتح کیے۔ لیکن مستقل طور پر ان کے قبضے میں یمن کا کوئی شہر نہ رہا۔ صلیحی خاندان جس کی نبیاد مستنصر کے زمانے میں پڑی اُس کا خاتمہ سیدہ ہی پر ہوا۔ اس کے بعد دعوت طیبیہ میں جو داعی گزرے ان کی کوششیں صرف مذہبی دائرے تک محدود رہیں۔ یہاں سے اسمٰعیلیوں میں دعاۃ مطلقین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

دعاۃ مطلقین

اسمٰعیلیوں کے دعوتی نظام میں چند داعی ایسے ہوئے جو اہلِ سیف کہلاتے۔ ان کے ہاتھ میں ملک کی حکومت آئی۔ اور یہ سیاسی امور انجام دیتے رہے۔ بعض داعی اہل قلم ہوئے جنھوں نے امور مذہبی کے صدر ہونے کی حیثیت سے شرعی خدمتیں انجام دیں۔ بلحاظ مصلحت کبھی ایک ہی داعی سیف و قلم کا مالک ہوا اور سیاسی و مذہبی دونوں فرائض انجام دیتا رہا۔ ایسے داعیوں میں مستنصر کا وزیر بدر الجمالی[2]۔ داعی صلیحی اور سیدہ زیادہ مشہور ہیں۔[3]

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مستنصر نے یہ محسوس کرکے کہ اب دولت فاطمیہ کے زوال کا زمانہ قریب آگیا ہے اور دور ستر کی ابتدا کے آثار نمودار ہو چکے ہیں ایک شخص مسمی لمک بن مالک حمادی کو یمن کی دعوت کے لئے

---

[1] عیون الاخبار ۷/۲۶۵

[2] فصل ۱۸ (بدر الجمالی کا مصر میں ورود)

[3] مزید تفصیل فصل (۲۵) میں ملے گی۔

آمادہ کیا۔ یہ وہی شخص ہے جسے صلیحی نے قاصد بنا کر یمن سے بھیجا تھا کہ وہ مستنصر سے اس کے مصر آنے کی اجازت حاصل کرے۔ لیکن مستنصر نے اُسے اپنے پاس روک لیا اور اسے اپنے مشہور داعی ہبتہ اللہ بن موسیٰ معروف بہ مؤید شیرازی کے سپرد کیا جو اس زمانے میں فارس سے آکر مصر میں ٹھیرا تھا۔ موید شیرازی نے اسے کئی سال تک مذہبی تعلیم دی[۱]۔ جب وہ فارغ التحصیل ہوگیا تو مستنصر نے اسے داعی البلاغ کے رتبے پر سرفراز کر کے ۴۷۳ھ میں یمن روانہ کیا[۲]۔ تاکہ وہ دورِ ستر کی تمہید کرے۔ یہ داعی اہل قلم سے تھا۔ یمن کے علاوہ ہند اور سندھ کی دعوتوں کا کام بھی اسی کے تفویض کیا گیا۔ گویا یمن میں ضرورت کے لحاظ سے دو سلسلے جاری کئے گئے۔ ایک سلسلہ اہل سیف کا جو داعی صلیحی سے شروع ہو کر سیدہ اور خطاب پر ختم ہوا اور دوسرا سلسلہ اہل قلم کا جس کی ابتدا مستنصر کے زمانے میں داعی لمک بن مالک حمادی سے ہوئی۔ ۵۱۰ھ میں اس کے انتقال کے بعد سیدہ نے آمر کے حکم سے یحییٰ کو اس کا جانشین کیا۔ ۵۲۰ھ میں یحییٰ کے انتقال کے بعد پھر سیدہ نے آمر کی اجازت سے ذویب بن موسیٰ کو داعی مطلق بنایا جو دعاۃ مطلقین کا پہلا داعی ہے۔ تقریباً ۵۳۳ھ تک یعنی سیدہ کے بھائی خطاب کی وفات تک یمن میں دونوں سلسلے پہلو بہ پہلو جاری رہے۔ ان کے داعی ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ فاطمیین مصر کی جانب سے ان کا تقرر ہوتا تھا۔ داعی خطاب کے بعد جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اہل سیف کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ یعنی یمن میں طیبی دعوت کی سیاسی قوت زائل ہو گئی۔ پھر اہلِ قلم کا سلسلہ شروع ہوا جن کی سرگرمیاں صرف مذہبی دائرے تک محدود رہیں۔ یہ لوگ دعاۃ مطلقین کہلاتے ہیں۔

پہلا داعی مطلق، ذویب بن موسیٰ ۵۲۰۔۵۴۶ھ

ذوئب دعاۃ مطلقین کا پہلا داعی ہے۔ اس کے عہد میں امام طیب مستور ہوتے جس

---

[۱] اس اہم واقعے کا "السیرۃ المویدیہ" میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

[۲] علی بن محمد صلیحی کے قتل کی خبر مستنصر کو پہنچی۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے لمک کو یمن روانہ کیا۔ (موسم بہار ص۱۳)

کے ستر کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے[1]۔ یہ لوگ امام طیبؑ اور ان کے جانشینوں کی جو یکے بعد دیگرے قائم ہوتے رہیں گے نیابت کرتے ہیں۔ اسمٰعیلیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام طیبؑ گو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو اپنا خلیفہ بنا گئے ہوں گے۔ اور ان کے بیٹے نے اپنی وفات کے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین بنایا ہو گا۔ اسی طرح سے امامت کا عہدہ باپ کے بعد بیٹے میں منتقل ہوتا رہے گا۔ ان اماموں کا سلسلہ قایم القیٰمۃ تک کبھی منقطع نہ ہو گا۔ مہدی آخر زماں جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے وہ امام طیبؑ ہی کی نسل سے ہوں گے۔ ان اماموں کی نیابت دورِ ستر میں دعاۃ مطلقین کرتے ہیں۔

داعی ذویب کا قیام آمر کی اجازت سے عمل میں آیا تھا۔ لیکن اب چونکہ دورِ ستر شروع ہو گیا اور داعیوں کو اماموں کی نقل و حرکت کا کوئی پتہ معلوم نہ رہا کہ وہ کہاں گئے اور اب کہاں ہوں گے اس لئے ذویب نے اپنے انتقال کے وقت اس زمانے کے امام مستورؑ کے الہام سے اپنے مددگار ابراہیم بن حسین حامدی کو اپنا جانشین بنایا کیونکہ اسمٰعیلیوں کے دوسرے اصول میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ جب امام ظاہر ہوتا ہے اس وقت داعی کو اپنا جانشین مقرر کرنے میں امام کی اجازت لینی پڑتی ہے لیکن جب امام مستور ہوتا ہے اس وقت وہ امام کے الہام کی مدد سے اپنا جانشین مقرر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے داعی مطلق کہتے ہیں۔ امور مذہبی میں اسے پورے اختیارات ہوتے ہیں۔ داعیوں میں بخلاف اماموں کے باپ کے بعد بیٹے ہی کا قایم مقام ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ کسی خاندانی اور ملکی خصوصیت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۹۴۶ھ میں دعوت طیبہ یمنؔ سے ہندوستان میں منتقل ہوئی جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔

ابراہیم کے بعد یمنؔ میں اکیس[21] داعی ہوئے۔ گو یمنؔ کا کوئی شہر

---

[1] فصل ۲۱ (امام طیب کا ان کی طفولیت کے زمانے میں مستور کر دیا جانا)

مستقل طور پر ان کے قبضے میں نہیں رہا لیکن مذہبی مخالفت کی وجہ سے ان کے اور سلاطین یمن یعنی ائمہ زیدیہ میں اکثر معرکہ آرائیاں ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ یمن کے بعض قلعوں مثلاً کوکبان۔ افندۃ۔ ذمرمرا اور شبام وغیرہ کو کچھ عرصے کے لئے مسخر کر لیتے تھے۔ زیدیوں کے مقابلے کے لئے انھیں بعض اوقات یمن کے قبیلوں۔ یحییٰ ہمدان۔ جشم اور خاندان رسولی کے سرداروں سے اتحاد کرنا پڑتا تھا۔ مذہبی نزاع کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

انیسواں داعی مطلق ادریس بن حسن (عماد الدین) ۸۳۲ھ-۸۷۲ھ

یمن کے داعیوں میں سب سے مشہور انیسواں داعی ادریس بن حسن کئی کتابوں کا مصنف ہے فن تاریخ میں عیون الاخبار نزہتہ الافکار اور روضتہ الاخبار نایاب اور مفید تصنیفیں ہیں۔ اسمٰعیلی اصول اور عقائد میں کتاب زہر المعانی جامعیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اسمٰعیلیوں کے ہاں بہت مستند اور معتبر مانی جاتی ہے۔ اس داعی کے عہد کے چند واقعات مختصر طور پر بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ ان سے یمن کے داعیوں اور ائمہ زیدیہ کے درمیان جو تعلقات تھے ان پر روشنی پڑتی ہے۔

۷۹۴ھ میں یہ داعی قلعہ شبام (حراز) میں پیدا ہوا۔ یہ وہی سال تھا جس میں اس کے باپ حسن نے قلعۂ شبام اور اس کے چچا مطلب نے قلعۂ بیت النعیم فتح کیا تھا۔ اس کا تعلق یمن کے اس قریشی قبیلے سے ہے جو بہت معزز مانا جاتا تھا۔ اس کے بزرگوں کا سلسلہ ولید بن عتبہ تک پہنچتا ہے۔ یہ داعی علی بن محمد بن ولید کی نسل میں ہے جو دعاۃ مطلقین کا پانچواں داعی "والدا لجمیع" کہلاتا ہے۔

کم سنی ہی سے یہ بڑا دلیر تھا۔ شریح کی لڑائی میں اُس نے بڑا کارنمایاں کیا۔ ۸۳۲ھ میں اسے داعی کا عہدہ ملا۔ تحتانی یمن کے غسانی حکام اور زیدیوں کے اماموں میں اکثر لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ اسمٰعیلی عام طور پر غسانی حکام کی طرف ہو جاتے تھے داعی ادریس نے بھی ایسا ہی

کیا۔ اکثر زیدیوں کا مقابلہ کر کے ان قلعوں کو واپس لے لیا جو اسمٰعیلیوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ چنانچہ سنہ ۸۴۰ھ میں اس کے بیٹے اسمٰعیل نے "قلعہ" فتح کر لیا۔ اسی سال اس کے بھائی علی نے "لولوا" اور "منیف" کو بھی فتح کرلیا۔ پھر اس کے چچیرے بھائی ادریس بن محمد (انف) نے محرثہ پر جو علاقے حقل میں ہے قبضہ کرلیا۔ حراز کے اکثر پہاڑی مقامات بھی اسمٰعیلیوں کے ہاتھ آگئے۔ اکثر قلعوں کی انھوں نے مرمت کی خاص کر قلعہ افیدہ کو بہت مستحکم بنا دیا۔

طیبی دعوت کو یمن سے ہندوستان میں منتقل کرنے کی تمہید

ادریس کو اپنے آخری زمانے میں یہ محسوس ہوا کہ اس کے تابعین میں عقیدت کا وہ جوش نہیں رہا جو اس سے پہلے کے لوگوں میں تھا۔ ان کی اطاعت اور فرماں برداری میں بڑا فرق پڑ گیا۔ کئی مرتبہ ان کی اس کمزوری کا ثبوت بھی اسے ملا۔ ایک دفعہ ہندوستان سے ایک ہندوستانی اس کی خدمت میں پہنچا۔ اس لوذار دشخص نے کئی سال یمن میں بڑے اجتہاد سے علوم دینیہ حاصل کئے۔ تقوی اور پرہیزگاری میں بھی یہ تمام اہلِ یمن سے بڑھ گیا دعوت کے قواعد کے موافق ادریس نے اسے مذہبی مراتب پر یکے بعد دیگرے ترقی دی۔ اس بات کا بالکل خیال نہ کیا کہ یہ اپنا ہم وطن اور ہم قبیلہ نہیں ہے۔ یہ دیکھکر یمن والوں نے اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ ادریس نے انھیں بہت کچھ نصیحت کی کہ وہ اپنے طرزِ عمل کو بدلیں۔ اس نے اُن سے کہا کہ "اے بھائیو۔ اسلام میں عربی اور عجمی کا کوئی امتیاز نہیں۔ جو علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے ہم اسے ضرور ترقی دیتے ہیں، خواہ وہ ہندوستانی ہو یا یمنی۔"

یمن والوں کی تو یہ کیفیت تھی۔ ان کے برخلاف ہندوستان کے اسمٰعیلی بہت مطیع اور فرماں بردار ثابت ہوئے۔ اور ادریس نے اُن کی اطاعت کا بھی امتحان لیا۔ ایک دفعہ اس نے ایک معمولی سقے کو

ہندوستان کی دعوت کا نائب بنایا۔ ہندوستان والوں نے اسے بدل و جان قبول کیا[1] ادریس کو یمنیوں کی حالت دیکھ کر بڑی تشویش ہوئی۔ اس کے رشتہ داروں اور مددگاروں میں جو پر خلوص اور وفادار تھے ان کا نقش وجود ۸۴۰ھ کی وبانے صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ ان واقعات سے ادریس کو بڑا رنج ہوا۔ اس زمانے کے موجودہ امام سے اسے تعزیت کا ایک خط ملا جو " رسالۃ الایضاح والتبیین " میں منقول ہے[2]۔ اس کے بعد اب تک کسی قسم کی مکاتبت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا[3] ہر داعی کا یہ دعوٰی ہے کہ مجھے وقتاً فوقتاً امام موجود کی تائید ہوا کرتی ہے جس کی مدد سے میں دعوت کے امور انجام دیتا ہوں۔

بہر حال یمن کے لوگوں کی مذہبی کمزوریاں دیکھ کر ادریس نے اُن کا ایک جلسہ منعقد کیا اور ان کی غفلت پر اس طرح تنبیہ کی " اے لوگو! اب تم میں وہ ایمان باقی نہیں جو تمھارے اسلاف میں تھا۔ تمھاری اطاعت برائے نام رہ گئی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اب جلد ہندوستان طیبی دعوت کا مرکز بننے والا ہے۔ دیکھو ہندوستان کے لوگ کیسے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ خلوص ایمان اور جوش عقیدت میں وہ تم سے کتنے آگے ہیں " اس کے بعد ادریس کی توجہ ہندوستان والوں کی طرف بہت زیادہ ہوگئی۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اس نے خاص اہتمام کیا۔ اس کے قیاس کے موافق اس کے انتقال کے ۴۰ سال بعد جو ۹۷۴ھ میں ہوا حسب کیفیت ذیل ہندوستان میں دعوت منتقل ہوئی۔

---

[1] منتزع الاخبار صفحہ ۵۰۳ - ۵۰۰ بحوالہ رسالہ " بذر البدایۃ " ست رسائل الفاضل خوج بن ملک

[2] یہ رسالہ امام طیب کی نص کے ثبوت میں ہے (فہرست المجدوع ۲۰۰)

[3] امام طیب کے ستر کا واقعہ ۵۲۴ھ میں ہوا۔ اس کی نسل سے جو امام اس زمانے میں موجود ہوں گے ان کا خط ۸۴۰ھ داعی ادریس کو ملا اس خط میں دس (۱۰) اماموں کے نام درج ہیں۔

۹۴۶ھ میں طیبی دعوت کی یمن سے ہندوستان میں منتقلی

ادریس کے بعد چار داعی اور ہوئے۔ چوتھے داعی محمد (عزالدین) بن حسن بن ادریس نے جب دیکھا کہ اب یمن میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں جو داعی کے عہدے کے قابل ہو۔ تو اُس نے اپنے ہندوستانی کے نائب کو ایک خط لکھا کہ وہ چند ذہین۔ شوقین اور دیانت دار لڑکوں کو یمن روانہ کرے۔ ان لڑکوں کو باضابطہ تعلیم دی گئی۔ ان میں ایک لڑکا سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا جو سیدھ پور (گجرات) کا باشندہ تھا اور جس کا نام یوسف بن سلیمان تھا۔ داعی محمد نے علامہ حسن بن نوح مصنف "کتاب الازھار" کو اس کا خاص اُستاد مقرر کیا۔ پھر خود اس داعی نے دعوت کی اعلیٰ تعلیم دے کر اپنے انتقال کے وقت اسے اپنا جانشین بنایا۔ یہ ہندوستان کا پہلا داعی مطلق ہے۔

اس سے پہلے ہندوستان کا صدر نائب احمد آباد میں رہا کرتا تھا۔ لیکن اہل سنت کی مخالفت کی وجہ سے داعی یوسف نے وہاں سے کنارہ کشی کی اور سیدھ پور (گجرات) کو اپنا مستقر بنایا۔ اب یمن کی بجائے ہندوستان طیبی دعوت کا مرکز بن گیا۔

ہندوستان کے دعاۃ مطلقین

یوسف بن سلیمان ۹۴۶-۹۷۴ھ

جب تک یمن طیبی دعوت کا مرکز رہا۔ ہندوستان میں یمن کے داعیوں کی طرف سے نائب رہا کرتے تھے۔ یہ نیابت کا سلسلہ امام طیب کے ستر کے بعد داعی ذویب کے زمانے سے شروع ہوا۔ لیکن اسمٰعیلی دعوت بہت پہلے سے ہندوستان میں جاری ہو چکی تھی۔

ہندوستان میں اسمٰعیلی دعوت کی ابتدا

داعی ابو القاسم حسن بن فرح بن حوشب نے جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو دوسرے

اور مقامات کے علاوہ ہندوستان اور سندھ میں بھی اپنے داعی بھیجے[1] سندھ میں احمد بن عبد اللہ بن خلیع کا بھتیجا ہشیم داعی بنا کر بھیجا گیا ۔ گویا تقریبًا ۲۷۰ھ سے ہندوستان میں اسمٰعیلی دعوت کی ابتدا کا پتہ لگتا ہے ۔ اس کے بعد خلیفہ معز نے اپنے زمانے ۳۴۱-۳۶۵ھ میں داعی جلبہ بن شیبان[2] کو دہلی کی طرف روانہ کیا ۔ ہستنا پور کا راجہ اور وہاں کے اکثر باشندے اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے[3]۔ ۳۹۶ھ میں جب محمود غزنوی نے ملتان فتح کیا تو اس شہر کا والی ایک اسمٰعیلی (قرمطی) تھا[4] افسوس کہ ان واقعات کی مفصل کیفیت کسی موجودہ تاریخ میں نہیں ملتی ۔ البتہ مستنصر کے عہد یعنی ۴۲۷ھ اور ۴۸۷ھ کے درمیان ۴۵۰ھ میں تین داعی احمد ۔ عبد اللہ اور محمد (نورالدین) ہندوستان بھیجے گئے[5]۔ انھوں نے کھمبات میں جو گجرات کی ایک مشہور بندرگاہ ہے قیام کیا اور مدت تک نہایت غور و فکر سے ہندوستان کے لوگوں کی حالت کا معائنہ کرتے رہے ۔ داعی عبد اللہ کی تبلیغ کی پہلی کامیابی کے متعلق مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں ۔

جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی کرامت سے ایک کسان کا سوکھا ہوا کنواں پانی سے بھر گیا ۔ یہ دیکھ کر کسان اور اُس کی بیوی دونوں مسلمان ہو گئے[6]۔ اور دوسری یہ ہے کہ کھمبات کے ایک مندر میں ایک لوہے کا ہاتھی بغیر کسی سہارے کے ہوا میں لٹکا ہوا تھا ۔ عبد اللہ نے اسے زمین پر گرا دیا ۔ یہ دیکھ کر پجاری توحید کا کلمہ پڑھنے لگے ۔ اس کے بعد عبد اللہ پٹن چلا گیا جو اس زمانے میں گجرات کا دارالحکومت

---

[1] فصل (۵) (یمن میں اسمٰعیلی دعوت کی اشاعت)

[2] علم بن شیبان (عیون الاخبار $\frac{6}{16}$)

[3] موسم بہار $\frac{3}{444}$ (رسائل خوج بن ملک)

[4] فصل ۳۱ (قرامطہ کا زوال اور اُس کے اسباب) [5] موسم بہار $\frac{3}{24-428}$ تقریبًا (۴۶۰ھ گلزار داودی) [6] ان کے نام کاکا اکیلا اور کاکی اکیلی ہیں (موسم بہار $\frac{3}{431}$)

تھا۔ اس کی تبلیغ سے یہاں کے ہندو بھی متاثر ہونے لگے۔ شہر کے راجہ سدھ راج جے سنگھ (بھارمل ۴۸۷-۵۲۸) کو بڑی تشویش ہوئی۔ اُس نے ایک مسلح فوج کا دستہ عبداللہ کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر وہ اس کے پاس پھٹک نہ سکا۔ کیونکہ اُسے ایک آگ کی دیوار نظر آئی جو عبداللہ کو گھیرے ہوئے تھی۔ پھر خود راجہ اس موقع پر پہنچا۔ عبداللہ کے حکم سے وہ دیوار پھٹی اور راجہ اس میں سے گزرا۔ متحیر ہوکر راجہ نے ایک اور معجزے کی خواہش کی۔ عبداللہ نے مندر کے ایک بت سے یہ کہلوایا کہ عرب کا مذہب سچا ہے۔ بت کا اقرار سُن کر راجہ اور اُس کے کچھ ساتھی مسلمان ہو گئے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ جب عبداللہ ٹپن پہنچا تو دیکھا کہ گجرات کے اکثر ہندو اسلام سے ناواقف ہیں۔ یہ لوگ ایک پجاری کے پیرو تھے۔ جس کے وہ بہت معتقد تھے۔ ان میں تبلیغ شروع کرنا اور کُھلم کُھلا ان کا مقابلہ کرنا خطرناک تھا۔ اس لئے عبداللہ خود ہندو بن کر پجاری کے ماننے والوں کی جماعت میں شامل ہو گیا اور اُن کی زبان سیکھنے کی کوشش کی۔ جب اسے ان کی زبان پر پورا قابو ہو گیا تو اُس نے پجاری سے مباحثہ شروع کیا۔ آہستہ آہستہ پجاری کے خیالات بدلے اور وہ اپنے کئی ماننے والوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ ان نومسلموں میں وزیر بھی شامل تھا جس کا نام تارمل رہا تھا۔ جب راجہ بھارمل کو یہ خبر پہنچی کہ وزیر بھی اسلام سے متاثر ہو گیا ہے تو وہ وزیر سے ملنے آیا۔ اور وزیر کو نماز پڑھتے دیکھا۔ راجہ نے غصے میں آکر اُس سے پوچھا "تو کیوں اس طرح اُٹھ بیٹھ کرتا ہے" اُس نے جواب دیا کہ یہاں ابھی ایک سانپ نظر آیا تھا۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سچ مچ ایک سانپ دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر راجہ جے بھی مسلمان ہو گیا۔ گو اُس نے عوام میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ اس کے دونوں لڑکے کمارا پالا اور اجایا پالا (یعقوب[1]) اور اس کا جین مرشد ہما چار یا یہ تینوں بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔[2] کہا جاتا ہے کہ

---

[1] یعقوب اس کا اسلامی نام تھا۔ [2] گلزار داؤدی صفحہ ۳۲-۳۴۔ بحوالہ Ras Mala 172 and Tod's Western India 184, 191

راجہ بھارمل کے بیٹے یعقوب نے کفار کے غلبے کی وجہ سے اپنا اسلام سنبھالنے کے لئے حکومت سے سبک دوشی حاصل کی اور خفیہ طور پر تبلیغ شروع کی۔ اس کے بیٹے اسحاق نے بھی ایسا ہی کیا[۱]۔ اس کی نسل میں بعض اشخاص یمن کے داعیوں کے نائب گزرے ہیں جو ہندوستان میں ان کی طرف سے نیابت کرتے تھے۔ پہلے دو داعیوں احمد اور عبداللہ اور گاؤں کے کسان اور اس کی بیوی کی قبریں آج تک کھنبات میں اسمٰعیلیوں کی زیارت گاہ ہیں۔

داعی عبداللہ نے اپنے ساتھی نور محمد (نورالدین) کو دکن کی طرف روانہ کیا۔ اورنگ آباد کے اطراف میں اُسے بڑی کامیابی ہوئی۔ اس کی قبر قریہ ڈونڈ گاؤں میں ہے جو اورنگ آباد سے چالیس میل پر واقع ہے۔ اس کا مزار "مزار لائی صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں یمن سے ایک اور داعی فخرالدین (بابجی صاحب) روانہ کیا گیا[۲]۔ اس نے بھی اسلام کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ سفر میں اسے بھیلوں نے شہید کیا۔ یہ موضع گلیا کوٹ میں مدفون ہے۔

بہرحال ہندوستان میں تقریباً ۲۷۰ھ سے اسمٰعیلی دعوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ روز بروز اسمٰعیلیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۹۴۶ھ میں یمن سے ہندوستان میں یہ دعوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ روز بروز اسمٰعیلیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ ۹۴۶ھ میں یمن سے ہندوستان میں یہ دعوت منتقل ہوئی اور شہر احمد آباد اس کا صدر مرکز قرار پایا۔ یہاں کے پہلے داعی کا نام یوسف بن سلیمان ہے۔ اُس نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد کئی داعی ہندوستان میں ہوئے اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

یہاں آنے کے بعد اسمٰعیلیوں کی سرگرمی صرف مذہبی دائرے تک محدود رہی۔

---

[۱] موسم بہار $\frac{۳}{۲۴۹}$

[۲] موسم بہار $\frac{۳}{۳۴۶}$

سیاسی معاملات میں انھوں نے کچھ حصہ نہیں لیا ۔ یہ اپنے خاص کاروبار کی وجہ سے جو تجارت ہے "بُہرے" کہلاتے ہیں ۔ یہ گجراتی لفظ ہے جس کے معنی تاجر ہیں[1] ان کے داعیوں کے نام ۔ ان کی تعداد اور ان کے خانگی واقعات کی تفصیل منتزع الاخبار[2] موسم بہار[3] اور گلزار داؤدی[4] میں محفوظ ہے ۔ ان میں بعض اوقات دعوت کی صدارت کے اختلافات کی وجہ سے مختلف فرقے داودیہ ۔ سلیمانیہ، علیہ اور مہدی باغ والے وغیرہ پیدا ہوئے ۔ یہ لوگ زیادہ تر گجرات میں رہتے ہیں ۔ اسی وجہ سے ان کی مادری زبان گجراتی ہے ۔ ہندوستان کے بڑے بڑے تجارتی شہروں بمبئی ۔ کلکتہ ۔ مدراس ۔ کراچی اور سندھ کے بعض مقامات ۔ احمد آباد ۔ سورت ۔ ناگپور (مہدی باغ والوں کا صدر مرکز) پنجاب وغیرہ میں تجارت کرتے ہیں ۔ ہندوستان کے علاوہ کولمبو (سیلون) سیام ۔ سنگاپور ۔ رنگون ۔ عراق اور افریقہ کے بعض شہروں ممباسہ ۔ زنزبار اور دارالسلام میں بھی یہ لوگ پائے جاتے ہیں ۔ مذکورہ بالا شہروں میں جملہ اسمٰعیلیوں کی تعداد تقریبًا سوا لاکھ ہوگی جس میں صرف داؤدی ایک لاکھ پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہوں گے ۔ اس سے خوجوں (نزاریوں) اور دروزیوں کی تعداد جن کی مختصر تاریخ آئندہ آئے گی مستثنیٰ ہے ۔ یمن میں اسمٰعیلی دعوت کی ابتدا کی کیفیت اسی فصل میں گزر چکی ہے ۔ یہاں اسمٰعیلی شہر حراز وغیرہ میں تقریبًا دس ہزار کی تعداد میں فی الحال موجود ہیں ۔ اس میں بہت زیادہ حصہ سلیمانیوں کا ہے جن کی دعوت کا صدر مرکز اس زمانے میں یمن ہے ۔

---

[1] گجراتی زبان میں (Vehru) تجارت کو کہتے ہیں (گلزار داؤدی ۔ صفحہ ۸)
Bombay Hazetteer vol xix Part II (1899) بھی ملاحظہ کیجئے ۔

[2] تصنیف شیخ قطب بھائی (یہ عربی میں ہے)

[3] تصنیف علامہ محمد علی (یہ گجراتی میں ہے)

[4] تصنیف میاں بھائی برہان پوری ۔ بی ۔ اے (یہ انگریزی میں ہے)

سندھ میں اسمٰعیلی

اسمٰعیلی، سندھ کو ہندوستان سے ایک علیحدہ ملک شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دور ستر کے دعاۃ مطلقین تین جزیروں[1] یعنی یمن ۔ ہند اور سندھ کے مالک ہیں ۔ سندھ میں اسمٰعیلی تحریک کی ابتدا اسی فصل میں بیان کی جا چکی ہے ۔ عمان اور بحرین کے اسمٰعیلی باشندوں کی آمدورفت سندھ میں بڑھ جانے سے یہاں کے اکثر علاقوں میں اسمٰعیلی تحریک پھیل گئی تھی خاص کر منصورہ میں یہ لوگ کثرت سے آباد ہو گئے تھے ۔ چوتھی صدی کے نصف آخر میں جب محمود غزنوی ملتان پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کا والی ایک قرمطی (اسمٰعیلی) ہے ۔ محمود نے اسے معزول کر کے اپنا والی مقرر کیا ۔ کہا جاتا ہے کہ سومرا خاندان کے حکام بھی اسمٰعیلی تھے ۔ ان کو تمام عجم ملاحدہ کہتے تھے[2] چوتھی صدی کے بعد سندھ میں اسمٰعیلیوں کی سیاسی قوت جاتی رہی ۔

ایران وغیرہ میں اسمٰعیلی دعوت

دوسری صدی کے نصف آخر میں اسحاق بن عباس فارسی رے کا والی تھا ۔ یہ والی امام محمد (المکتوم) بن اسمٰعیل کی بیوی فاطمہ کا ماموں تھا ۔ اُس نے امام مذکور کو پناہ دی اور خفیہ طور پر رے میں تبلیغ کرتا رہا ۔ اس کے ایک معتقد دوست منصور بن حوشب نے قلعہ نہاوند میں اسمٰعیلی مذہب کی اشاعت کی ۔ اس قلعے کے اطراف میں امام محمد نے اپنے داعی ہرمز کو بھیجا ۔ اس امام کے بعد ۱۹۳ھ اور ۲۶۸ھ کے درمیان جو تین ائمہ مستورین گزرے وہ اور ان کے داعی اپنی سیاحت کے دوران میں فرغانہ ۔ دیلم ۔ عسکر مکرم ۔ نیسابور ۔ طبرستان ۔ خراسان ۔ احسا اور قطیف وغیرہ میں اسمٰعیلی دعوت کی اشاعت میں مصروف رہے[3] اکثر شہروں میں انھیں کامیابی

---

[1] یہاں جزیرہ بمعنی عام ہے ۔ یعنی زمین کا ایک حصہ ۔

[2] نور مبین ۔ ۲۰۵ بحوالہ مسعود بن خرداذبہ اور ابن حوقل وغیرہ ۔

[3] فصل ۵ ۔ (ائمہ مستورین)

ہوئی ہے[۱]

خود عبداللہ بن میمون القداح جس کی طرف مہدی منسوب کیا جاتا ہے کرج (ایران) کا باشندہ تھا۔ اس کے بعد ظہور کے زمانے میں بھی جو بڑے بڑے داعی گزرے ان میں سے اکثر ایرانی تھے۔ ان میں سے مشہور احمد حمید الدین الکرمانی۔ المؤید الشیرازی۔ ابو یعقوب السجستانی۔ ابو حاتم الرازی۔ احمد بن ابراہیم النیسابوری ہیں۔ المؤید نے تو ابو کالیجار بلویہی کو بھی اپنا مرید بنا لیا تھا[۲]

مستنصر سے الگ ہو کر حسن بن صباح نے الموت کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک ائمہ نزاریہ کا یہ سیاسی سلسلہ ایران میں جاری رہا الموت کی حکومت کے زوال کے بعد ۶۵۴ھ میں ایران کے دوسرے حصے میں نزاریوں کی امامت منتقل ہوئی۔ ۱۲۳۳ھ میں یہ امامت ہندوستان میں آئی[۳]

آج کل نیسابور کے دیہات کے علاوہ سارِ جام۔ جام۔ قین۔ نہ اور بر جند وغیرہ میں بھی اسمٰعیلی پائے جاتے ہیں۔ تاشقند۔ بدخشاں۔ روشان۔ شغنان۔ واخان میں یہ لوگ ملا کہلاتے ہیں۔ چین کی مملکت میں سری کول اور اس کے اطراف کے دیہات میں ان کی کچھ آبادی ہے۔ چترال۔ کنجوت یا ہنزہ اور ناقیر میں ان کی کافی تعداد ہے۔ ہر جگہ ان کی مذہبی کتابیں فارسی میں ہیں۔ لیکن یہ لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ عربی تو بالکل نہیں جانتے[۴]

---

[۱] ابن ندیم صفحہ ۲۵۶۔

[۲] المسیرۃ المؤیدیہ۔

[۳] علی محمد جان محمد چنارا۔ صفحہ ۲۶۳۔ ۲۷۰۔

[۴] W. Ivanaw, A Guide to Ismaili Lift

فصل (۲۶)

فاطمیین کا خاص طرزِ حکومت
اور
اُس کے امتیازات

(۱) شیعوں کے تمام فرقے "بادشاہوں کے خدائی حق" کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ ہی نے اپنا خلیفہ بنایا۔ بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنے اجماع اور انتخاب سے کسی کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ جس طرح اس نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اسی طرح اُس نے آدم کو یہ حکم دیا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ اس بنا پر جس طرح آدم خدا کے خلیفہ کہلاتے ہیں اسی طرح ان کا قایم مقام بھی خدا کا خلیفہ کہلاتا ہے۔ خدا کی خلافت ہمیشہ روئے زمین پر باقی رہتی ہے۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ کسی امام کا اپنے جانشین کو مقرر کرنا شیعوں کی اصطلاح میں نص و توقیف کہا جاتا ہے۔ بغیر نص و توقیف کے کسی امام کا قیام جائز نہیں۔ اور بغیر خدا کے حکم کے نص و توقیف عمل میں نہیں آسکتی۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام خدا کا قائم مقام ہوتا ہے جسے خدا نے اپنے حکم سے امام بنایا ہو۔ بندوں کی رائے اور اجماع

کو خدا کی خلافت میں کوئی دخل نہیں ہے۔

چونکہ فاطمیین شیعوں کی ایک شاخ تھے اس لئے وہ بھی یہی دعویٰ کرتے تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی خلافت عطا کی ہے۔ اس کی شرح وہ اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور اسی نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے انتقال سے پہلے حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کریں حضرت علیؓ نے خدا کے حکم سے خلافت کی امانت ہماری طرف منتقل کی۔ لہذا ہم اللہ تعالیٰ کے خلفاؑ ہیں اور جس طرح آنحضرت صلعم مذہبی اور سیاسی دونوں حکومتوں کے مالک تھے اسی طرح ہم بھی دنیا میں مذہبی اور سیاسی حکمران ہیں۔

اسمٰعیلیوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی حکومت کی ابتدا کب سے ہوئی اور پہلا خدا کا خلیفہ کون تھا۔ یہ سمجھنے کے لئے فصل (۳۲) بہت غور و خوض سے پڑھنا لازمی ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا پہلا خلیفہ "صاحب جثۃ ابداعیۃ" ہے۔ اس نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند کو خدا کے حکم سے اپنا جانشین بنایا۔ اس خلافت کا سلسلہ اس کی نسل میں جاری رہا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں سال گزر گئے۔ اس اثنا میں کئی ادوار مثلاً دور کشف۔ دور فترت اور دور ستر قایم ہوئے جن کی تفصیل آئندہ آئے گی[۲]۔ موجودہ زمانہ دور ستر کہلاتا ہے۔ جسے شروع ہو کر تقریبًا سات ہزار سال ہوئے۔ اس دور میں استقراری امامت کا سلسلہ حضرت رسول خدا صلعم تک پہنچا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس رتبے کے علاوہ زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے نبوت و رسالت کے شرف سے بھی بہرہ ور کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے[۳]۔ آپ نے اپنی خلافت کی امانت

---

[۱] دولت فاطمیہ ہی پہلی دولت ہے جس نے بنو عباس کے مقابلے میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد دولت امویہ بہ اندلس نے اکثر مورخین نے انھیں خلفاء لکھا ہے۔ (Adam Mez) p. 2

[۲] فصل ۳۲ (دور کشف و دور ستر)

[۳] فصل ۳۲ (دور ستر میں مستودعون یعنی انبیاء کا قیام)

حضرت علیؓ کو مرحمت فرمائی ۔حضرت علیؓ نے یہ امانت حضرت امام حسنؓ کو عنایت کی حضرت امام حسن امام حسینؓ کی طرف یہ امانت منتقل کی ۔ حضرت امام حسینؓ کی نسل سے یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہے ۔ یہ سلسلہ عبد اللہ (مہدی) تک پہنچا جن کا ظہور قیروآن (مغرب) میں ۲۹۷ھ میں ہوا[1]۔ مہدی زمانۂ ظہور کا پہلا امام ہے اور آمر آخری امام ہے ۔اس امام کے قتل کے بعد اس کے بیٹے امام طیب کو خلافت ملی، جسے اس کے داعیوں نے دشمنوں کے خوف سے چھپا دیا[2] اس امام کی نسل میں قیامت تک امامت باقی رہے گی ۔اس کی نیابت ستر کے زمانے میں اس کے داعی کرتے ہیں جن کی مفصل تاریخ گزر چکی ہے[3]۔ اس امام سے دور ستر شروع ہوا جس کا سلسلہ قائم القیامہ کے ظہور تک رہے گا جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا ۔ یہ دور دس ہزار سال تک جاری رہے گا ۔ پھر دور فترت واقع ہوگا، جس کی مدت تین ہزار سال ہے ۔ اس کے بعد پھر دور ستر شروع ہوگا جو تقریباً سات ہزار سال قایم رہے گا ۔ان ادوار کے سلسلے دنیا کے ختم تک باقی رہیں گے[4]۔ غرض کہ فاطمیین کی طرز حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت خدا کی قایم مقامی پر مبنی ہے ۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنی رائے سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے ۔ یہ حکم اسے الہام کے ذریعے پہنچتا ہے[5]۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ امام کے بعد اس کا خلیفہ اس کا بیٹا ہی ہوتا ہے یعنی باپ کے بعد بیٹے ہی میں امامت منتقل ہوتی ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا ۔ بالغ ہو یا نابالغ ۔عزیز کے انتقال کے وقت اس کا بیٹا حاکم گیارھویں سال میں تھا مستنصر

---

[1] فصل ۹ ۔ [2] فصل ۲۱ ۔

[3] فصل ۲۵ (دعاۃ مطلقین)

[4] فصل ۳۲ (دور کشف و دور ستر)

[5] ار تفع الوحی بارتفاع محمد (اساس التاویل) الامر راجع الی الامام اسمٰعیل بامر اللہ دحیہ دادحی اللہ الی اسمعیل ان یتم الامر الی ولدہ محمد (اسرار النطقاء ۲۲۵)

کو جب خلافت ملی تو اس کی عمر سات سال کی تھی۔ اسی طرح آمر پنج سالہ امام تھا۔ امام طیب کے مستور ہونے کے وقت اس کا سن ڈھائی برس کا تھا۔ نابالغ بیٹے کو امام بنانے کے موقع پر ایک دوسرا شخص اس کا ولی مقرر کیا جاتا ہے جو کفیل یا مستودع کہلاتا ہے[1]۔ امامت کا وارث امام کے بیٹے کے سوا کوئی اور رشتہ دار نہیں ہو سکتا۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امامت کا سلسلہ باپ کے بعد بیٹے میں دنیا کے ختم تک باقی رہے گا۔ ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ اسی کے وجود کی برکت سے زمین برقرار ہے۔ ورنہ وہ متزلزل ہو جائے۔

(۵) پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنی حکمرانی کے لئے ایک انجمن بناتا ہے جسے "دعوت" کہتے ہیں۔ اس کے کئی ارکان ہوتے ہیں۔ دعوت کی تنظیم اور اُس کے ارکان کی تفصیل آگے آئے گی[2]

(۶) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔

(۷) ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ امام مذہبی اور سیاسی دونوں حکومتوں کا مالک ہوتا ہے۔ زمین کے ہر حصے پر وہ حکومت کر سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔

---

[1] بعض کم سن اماموں کے اولیا کا ذکر اسمٰعیلی تاریخوں میں نہیں پایا جاتا۔ بعض اوقات وزرا جو ایسے زمانوں میں موجود تھے ان کے تغلب اور استبداد سے ملک کو بہت نقصان پہنچا۔ جیسا کہ حاکم اور آمر کے عہد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ امام مہدی کی کم سنی کی وجہ سے جو ولی (مستودع) مقرر کیا گیا تھا اس نے امام مہدی کو امامت سے محروم کرنے کی کوشش کی (فصل ۵۔ مہدی کی ولادت اور اس پر نص) امام مستنصر کے بڑے بیٹے نزار اور چھوٹے بیٹے مستعلی دونوں نے اپنے منصوص ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کا مہلک اثر خود دولت فاطمیہ پر پڑا۔ [2] فصل ۳۳۔

(۸) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ امام کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی دشمنوں کے خوف سے مستور۔ جب مستور ہوتا ہے تو اس کی نیابت اس کے داعی کرتے ہیں جن پر ہمیشہ اس کی تائید نازل ہوتی رہتی ہے[۱]۔

(۹) نویں خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنے پیرووں کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے۔ ان کے متعلق جس طرح وہ چاہتا ہے احکام نافذ کرسکتا ہے۔ اس کی خوشی خدا کی خوشی اور اس کی ناخوشی خدا کی ناخوشی ہے۔

(۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ فاطمیین اپنے مذہبی اور سیاسی معاملات کو بہت چھپاتے تھے۔ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے اپنی کتاب "المجالس والمسایرات" میں لکھا ہے کہ مہدی کی طرف سے جو جو مراسلے ملکی انتظامات کے لئے جاری ہوتے تھے ان کے لئے مہدی نے ایک خاص تحریر ایجاد کی تھی۔ اس تحریر کا مطلب سوائے چند اسمٰعیلی داعیوں کے اور کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا[۲]۔ خلفائے فاطمیین اپنے جانشینوں کے نام اکثر چھپایا کرتے اور ان پر نص بھی بہت خفیہ طور پر کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ خلیفہ کی موت کا اعلان اس کے انتقال کے تقریبًا ایک سال بعد کیا گیا۔ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں[۳]۔

(۱۱) گیارھویں خصوصیت یہ ہے کہ قیامت کے دن قائم القیامہ ظاہر ہوں گے جو اس زمانے کی حکومتوں کو مغلوب کر کے اپنی حکومت قائم کریں گے کیونکہ امام کے سوا دوسرے حکام ظالم اور غاصب سمجھے جاتے ہیں۔ زمین کی حکومت کا حقیقی مالک امام ہے۔ جو اکیسویں امام نامی طیب کی نسل سے ظاہر ہوگا۔ اگلے اسمٰعیلیوں کے عقیدے کے مطابق قیامت کے دور کی ابتدا

---

[۱] فصل (۲۱) دور ستر کا آغاز۔

[۲] المجالس والمسایرات $\frac{1}{35}$ اس تحریر کی مثال فصل (۲۲) کے صفحہ ۴۷۳ کے ذیل میں ملے گی۔

[۳] فصل ۱۵ (العزیز باللہ)

امام محمد بن اسمٰعیل سے ہو گئی جو سابع النطقا اور سابع الرسل کہے جاتے ہیں اور جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ظاہری شریعت کو معطل کر دیا[۱] اس کے بعد جو ائمہ ہوئے وہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ مہدی نے اس میں بڑا حصہ لیا۔ مہدی کے بعد جو ائمہ گزرے وہ بھی اس مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اسی وجہ سے وہ سب امام محمد بن اسمٰعیل کے خلفا کہے جاتے ہیں۔ اب جو قایم القیامہ ظاہر ہوں گے وہ اس تحریک کو تمام دنیا میں شائع کریں گے۔[۲]

ان خصوصیات کی کچھ اور تفصیل فصل (۲۵) "عقائد اسمٰعیلیہ" میں ملے گی۔

---

[۱] فصل ۲۵ (معز کی دعا میں ظاہری شرائع کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت)

[۲] الادوار سبعۃ اولہا دور آدم ...... والدور السابع دور القائم محمد بن اسمٰعیل وخلفاءہ سابعہم المہدی الذی بہ یختم الدنیا و یفتح الآخرۃ (کتاب الادلہ والشواہد لجعفر بن منصور الیمن فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین لجعفر بن منصور الیمن)

فصل (۲۷)

خلفائے فاطمیین کی سیاست دوسرے اہلِ مذاہب کے ساتھ

خلفائے فاطمیین کے ظہور کا اصلی مقصد اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت تھی۔ اس کے حاصل کرنے میں طبعی طور پر ان کا تصادم دوسرے اہلِ مذاہب سے ہو جاتا تھا۔ کبھی ان کو آزادی دی جاتی اور کبھی ان پر سختی کی جاتی تھی۔ اس موضوع سے متعلق اکثر واقعات اس "تاریخ" میں اپنے اپنے موقعوں پر گزر چکے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ چند اور واقعات کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

فاطمیین کی سیاست اہلِ کتاب کے ساتھ

فاطمیین نے اہلِ کتاب کے ساتھ قابل تحسین سلوک کیا اور نہایت فراخ دلی اور رواداری سے کام لیا۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دولت فاطمیہ دوسرے دول اسلامیہ کے مقابلے میں اہلِ کتاب کے ساتھ زیادہ رواداری سے پیش آتی تھی[۱]۔ اس کے

---

[۱] S.L-Poole, p. 119; pp. 169-170

اسباب بیان کئے جا چکے ہیں[1]

معزاور عزیز دونوں یہود و نصاری پر بہت مہربان تھے۔ عزیز نے ایک نصرانیہ سے شادی بھی کرلی تھی۔ اور اس کے دونوں بھائیوں کو کنیسہ اغریقیہ[2] کا بطریق مقرر کرکے ایک کو اسکندریہ میں اور دوسرے کو بیت المقدس میں رکھا تھا[3] کنیسہ قبطیہ کی طرف بھی اس کی توجہ تھی اور جماعت ملکیین جس کی پیروی اس کی بیوی کرتی تھی اس کی احسان مند تھی۔ ابو سیفین کا کنیسہ جو فسطاط کے باہر تھا برباد ہوگیا تھا۔ عزیز ہی نے افراہام نامی ایک بطریق کو اس کے ازسرنو بنانے کی اجازت دی[4] اہل کتاب کو بڑے بڑے ذمہ دار ملکی عہدے دیتے۔ یہاں تک کہ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں نصرانی عیسٰی بن نسطورس کو وزارت کا عہدہ دیا اور یہودی منسّا کو شام کا والی بنایا۔ ان دونوں عہدہ داروں نے اپنے فرقوں کی طرف داری شروع کی اور ملکی عہدوں پر انھی کو مامور کرنے لگے۔ رعیت پر بے جا محاصل عائد کرکے بڑی دولت جمع کی، جس کی وجہ سے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی اس لئے عزیز نے ان دونوں کو اپنے عہدوں سے معزول کردیا[5] پھر اس نے اپنی بیٹی (سیدۃ الملک) کی سفارش پر ابن نسطورس کو وزارت کے عہدے پر بحال کیا۔

معزاور عزیز کے زمانے میں جو امتناعی احکام نصاری کی اعیاد کے متعلق نافذ کئے گئے تھے وہ مذہبی تعصب پر مبنی نہ تھے بلکہ ان کے نافذ کرنے سے ان برائیوں کا روکنا مقصود تھا جس کے مرتکب ایسے موقعوں پر بدمعاش لوگ ہوا کرتے تھے[6]

---

[1] فصل ۱۴ (دولت فاطمیہ اور اہل کتاب)، [2] یہ کنیسہ یعاقبہ Gacobihes کا مخالف ہے۔
[3] یحیی بن سعید الانطاکی ص ۱۴۴ [4] ابوصالح ص ۴۵ [5] فصل ۱۵ (عزیز کے پچھلے وزراء)
[6] ابن زولاق مخطوط ۱۸۱۷۔ ورق ۴۸ (المکتبۃ الاھلیۃ پاریس)

حاکم کی حکومت کے پہلے دس سال تک اہلِ کتاب کو اپنے مذہبی امور میں پوری آزادی حاصل تھی۔ بلکہ وہ ان حقوق سے فائدہ اٹھاتے رہے جو انھیں عزیز کے زمانے میں دیئے گئے تھے۔ لیکن جتنا زمانہ گزرتا گیا ان پر سختیاں ہونے لگیں۔ لیکن یہ سختیاں کچھ انھیں سے مخصوص نہ تھیں بلکہ عام مصری بھی ان سے بچ نہ سکے مستنصر کی ماں کے اثر سے یہودی ابوسعید تستری کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[1]۔ وزیر جرجرائی کی وفات کے بعد تستری "نظارہ خاصہ" پر مامور کیا گیا۔ شاعر رضی بن البوّاب کے یہ شعر اس مقام پر نقل کے قابل ہیں:۔

یہودُ هذا الزمانِ قد بلغوا غایۃ آمالهم وقد ملکوا
العزُّ فیهم والمالُ عندهُم ومنهم المستشار والملك
یا اهل مصرٍ انّی نصحت لکم تهوّدوا قد تهوّد الفلك[2]

آمر نے ایک نصرانی ابونجاح کو اپنا مشیر و مددگار بنایا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسرے نصرانی بہرام کو وزارت کا عہدہ ملا۔ امر جب کبھی شکار کے لئے نکلتا تو دیر "نہیا" کے راہبوں کو جو جیزہ کے قریب واقع ہے دس ہزار درہم انعام دیتا[3]۔

ابو صالح نصرانی کہتا ہے کہ فاطمیین کے عہد میں مصر کے کینسوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی[4]۔ ۵۷۶ھ میں کینسوں کے محصول کی رقم دو ہزار نو سو تیئس (۲۹۲۳) دینار تھی جو فاطمیین کے عطیات سے وصول ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ چار ہزار آٹھ سو چھبیس (۴۸۲۶) تھیلے غلّے کے کینسوں کو دیئے جاتے تھے اور نو سو پندرہ ایکڑ

---

[1] فصل ۱۸ (مستنصر کا ابتدائی زمانہ)

[2] السیوطی ۲/۱۱۶

[3] S.t. Arnold p. 106

[4] لفظ "Kibt" (Encye of Islam: Mann, the Jews in Egypt and Palestine Under the Fatimid Caliphs) دیکھو

زمین ان پر وقف کردی گئی تھی[1]

فاطمیین کی سیاست عام مصریوں کے ساتھ جن میں اکثریت اہلِ سنت کی تھی

فاطمیین کی سیاست اہل سنت کے ساتھ ایک حالت پر قائم نہ رہ سکی۔ مہدی نے باغیوں کو قتل کرنے کے بعد مذہبی آزادی کا اعلان کیا اور احکام جاری کئے کہ کسی کو اسمٰعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل ہے[2]۔ جوہر نے بھی مصر فتح کرنے کے بعد مصریوں کو پوری پوری مذہبی آزادی دی۔ مصر پہنچنے کے بعد معز نے مصر کے سابق قاضی ابوطاہر کو اپنے عہدہ پر برقرار رکھا۔ البتہ قاضی نعمان بن محمد کو جو خاص اسمٰعیلیوں کا قاضی تھا، یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ابوطاہر کے ساتھ مشورے میں شریک رہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دولت فاطمیہ میں عہدہ داروں کو شیعی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا اور قاضیوں کو مذہب اہلِ بیت کے موافق احکام صادر کرنے کی تاکید کی جاتی۔ عہدوں اور منصبوں کے لالچ میں آکر اکثر سنی شیعہ بن گئے۔ اس طرح اکثر اہلِ کتاب مسلمان ہو گئے اور پھر انھوں نے شیعی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ یعقوب بن کلس وزیر ہونے سے پہلے یہودی تھا[3]۔ مورخ ابن میسر نے یہودی حسن بن سہل تستری اور نصرانی ابومنصور کی مثالیں پیش کی ہیں کہ ان دونوں نے حکومت حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کیا[4]۔

عزیز نے ۳۷۲ھ میں تراویح کی نماز تمام مسجدوں میں ممنوع قرار دی

---

[1] S. Lane-Poole p. 170

[2] فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں)

[3] ابن خلکان۔ ابن عساکر مخطوط ۲۱۲، ورقہ ۱۸۔

[4] ابن میسر صفحہ ۴۳۔ ابن منجب صفحہ ۵۴۔

بلاد شام میں اس سے کئی سال پہلے یہ حکم نافذ ہو چکا تھا۔ ابوالقاسم واسطی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہی قید کر لیا گیا۔ ۳۸۱ھ میں ایک آدمی کو صرف اس لئے سزا دی گئی کہ اس کے پاس سے "کتاب الموطا" برآمد ہوئی۔ حاکم کے عہد میں تو یہ تعصب انتہا کو پہنچ گیا۔ بے شک اُس نے اہلِ سنت کے خلاف نہایت سخت احکام نافذ کئے۔ لیکن خود ہی انھیں پھر منسوخ بھی کر دیا۔ "سب السلف" مٹوا دیا اور اہلِ سنت کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ بلکہ ان کو خوش کرنے کے لئے ایک مدرسہ فقہ مالکی کی تعلیم کے لئے کھولا[1]۔ حاکم کی غیبت کے بعد ظاہر نے اہلِ سنت کو بہت آزادی دی۔

پھر مستنصر کے آخری عہد میں جب بدرالجمالی وزیر تھا واقعات کچھ بدل گئے۔ اذان میں "حیّ علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کیا گیا۔ میت پر پانچ تکبیروں کا حکم نافذ کیا گیا[2]۔ یہ سب باتیں عام مصریوں کی ناراضی کا باعث ہوئیں جو سنّی مذہب رکھتے تھے۔

مصر میں مذہب اسمٰعیلی کا زوال

دولتِ فاطمیہ کے پچھلے زمانے میں مصر میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسمٰعیلی مذہب کمزور ہو گیا۔ حافظ کے وزیر ابو علی احمد بن افضل نے خطبے سے حافظ کا نام خارج کر کے اس کی جگہ "امام منتظر" کے لئے دعا شامل کی جو اثنا عشریوں کا عمل ہے[3]۔ دوسرے شہروں کے خطیبوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ یہی نہیں بلکہ ۵۲۵ھ میں چار قاضی بھی مقرر کئے دو شیعوں میں سے جن میں ایک اثنا عشری اور ایک اسمٰعیلی تھا اور دو سنّیوں میں سے جن میں ایک شافعی اور دوسرا مالکی تھا۔ ہر ایک کو اپنے احکام جاری کرنے کے لئے کافی اختیارات دیئے۔ اس انتظام سے عام

---

[1] فصل ۱۷ (سب السلف اور اہل سنت کے ساتھ حاکم کا سلوک، احکام مذکورہ بالا کی منسوخی)

[2] ابوالمحاسن ۲/۲۸۲

[3] فصل ۲۱ (احمد کی وزارت کا نتیجہ)

شیعہ بہت برافروختہ ہوئے اور آخرکار ماہ محرم ۵۲۶ھ میں اُسے مروا ڈالا۔ پھر کچھ مدت کے لئے صلاح الدین کے مصر میں آنے تک اسمٰعیلیوں نے کچھ قوت حاصل کرلی اور ان کا عمل رہا۔

صلاح الدین کے مصر فتح کرنے کا حال بیان کیا جاچکا ہے۔ ۵۶۶ھ میں اُس نے مصر میں دو مدرسے قایم کئے۔ ایک فقہ شافعی کی اور دوسرا فقہ مالکی کی تعلیم کے لئے۔ اُس نے اپنے قاضی القضاۃ صدرالدین عبدالملک بن درباس کی مدد سے تمام شیعی قاضیوں کو ان کے عہدوں سے برطرف کردیا اور ان کی جگہ شافعی قاضیوں کو مقرر کیا۔ کیونکہ وہ خود شافعی تھا۔ مصری آہستہ آہستہ اہل سنت کا مذہب اختیار کرنے لگے۔ جس پر وہ دولت فاطمیہ سے پہلے تھے اور مذہب شیعی میں خواہ وہ اسمٰعیلی ہو یا اثناعشری پستی پیدا ہونے لگی[1]۔ اب مصر میں شیعہ بہت کم ملیں گے۔ اسمٰعیلی تو وہاں سے ناپید ہو گئے۔ یہ لوگ سوائے ہندوستان یمن۔ جبل۔ لبنان۔ (شام) اور اس کے اطراف اور ایران کے بعض دیہات کے اور کہیں نہیں پائے جاتے۔

---

[1] ابوشامہ ۱/۱۹۱

فصل (۲۸)

حکومتِ فاطمیہ کا نظم و نسق

قلقشندی نے اپنی کتاب صبح الاعشیٰ میں نہایت تفصیل سے دولت فاطمیہ کے وظائف ارباب سیف و قلم بیان کئے ہیں[1] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمیین کی حکومت کا نظم و نسق بہت باقاعدہ اور منظم تھا۔ ذیل میں ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

برّی فوج

فوج کے تین حصے ہوتے تھے (۱) امرا۔ جس میں پھر تین درجے ہوتے تھے۔ (ا) امرا مطوقین جن کے گلوں میں سونے کے طوق ہوتے تھے جو انھیں خلعت کے ساتھ دیئے جاتے تھے۔ (ب) نقرئی لٹھ (یا شمشیر) بردار جو خلیفہ کے ساتھ جلو میں گھوڑوں پر سوار رہتے تھے۔ (ج) معمولی امرا (۲) خواص خلیفہ (یعنی خلیفہ کے باڈی گارڈ) جن کے پھر تین درجے ہوتے تھے (ا) استاد یا خواجہ[2] سرا جنھیں اعلیٰ

---

[1] صبح الاعشیٰ $\frac{۳}{۴۹۰-۴۸۲}$ قلقشندی (متوفی ۸۲۲ھ) مقریزی کا ہم عصر ہے۔ ان دونوں نے اصلی اسناد اور قدیم ترین حوالوں کے ساتھ حکومت فاطمیین کے نظم و نسق کی تفصیلوں۔ درباری تقریبوں اور شاندار سواریوں کے متعلق مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

[2] قلقشندی کہتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے زمانے میں خدام اور حواشی کہلاتے ہیں۔

منصبوں پر بھی فایز کیا جاتا تھا ۔ان کے سرداروں کو محنکین کہتے تھے کیونکہ یہ لوگ اپنی ٹھوڑیوں پر عمامے لپیٹ لیا کرتے تھے جیسا آج کل عرب اور مغاربہ لپیٹ لیتے ہیں ۔ ان کو خلیفہ سے بہت تقرب حاصل تھا ۔ ان کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔ (ب) نوجوان محافظین ۔ ان کی تعداد تقریبًا پانچ سو تھی (ج) عام نوجوان محافظین ۔ جو پانچ ہزار سے زاید تھے ۔ یہ ممالیک کے مانند تھے۔ جب کبھی یہ طلب کئے جاتے تو فورًا ان کو حاضر ہونا پڑتا تھا ۔ان کی سکونت کے لئے متعدد حجرے مخصوص تھے جس کی وجہ سے یہ "جیسان الحجر" کہلاتے تھے ۔(۳) مختلف رجمنیٹں ۔ جنھیں کسی خلیفہ یا وزیر کے نام سے یا ان کی مخصوص قومیت کے ساتھ موسوم کیا جاتا تھا ۔ جیسے رومیہ، ترکیہ ۔ کردیہ ۔ دیلمیہ ۔ آمریہ ۔ حافظیہ ۔ جیوشیہ ۔ افضلیہ ۔ سودانیہ ۔ ہر رجمنٹ کا ایک افسر ہوتا تھا جو اس پر نگرانی کرتا تھا

بیڑا

بحری بیڑا جو اسکندریہ ۔ دمیاط (مصر) عسقلان ۔ عکہ ۔ صور ۔ وغیرہ (سواحل شام) پر متعین تھا کم سے کم پچھتر جہازوں ۔ دس مسطحات اور دس صمالات پر مشتمل اور ایک امیرالبحر کے ماتحت تھا ۔

دارالخلافہ کے عہدہ دار

عہدہ داروں کی دو قسمیں ہوتی تھیں ۔پہلی قسم میں وہ عہدہ دار شامل تھے جو خلیفہ سے راست تعلق رکھتے تھے ۔یعنی دارالخلافہ کے عہدہ دار ۔ان کے چار طبقے ہوتے تھے ۔

پہلا طبقہ اہل شمشیر کا تھا ۔ جن کے پھر دو حصے ہوتے تھے ۔پہلا حصہ عام لشکر کے نو عہدہ داروں کا تھا ۔ (۱) وزیر حکومت کا سب سے اعلیٰ عہدہ دار ہوتا تھا ۔ وزرا کبھی اہل سیف سے ہوتے تھے اور کبھی اہل قلم سے[1]

---

[1] وزارت سے کم درجے کا عہدہ وساطت کہلاتا تھا ۔اس کے اختیارات وزارت سے کم تھے ۔ خلافت فاطمیہ میں پہلا وزیر یعقوب بن کلس ہے جو عزیز کے زمانے میں تھا ۔ابن کلس کے بعد حاکم کے زمانے تک جو شخص وزارت کے عہدہ پر فایز ہوتا تھا وہ صاحب وساطت

(اگلا صفحہ پر)

(۲) امیر الباب - جس کا عہدہ وزیر کے بعد تھا اور بعض اوقات وزیر اصغر یا ادنیٰ کہلاتا تھا - (۳) سپہ سالار تمام فوج کا قائد اور قصر شاہی کی حفاظت کا ذمہ دار تھا - (۴) مظلہ (چتر) بردار (۵) شمشیر بردار - (۶) بھالا بردار - (۷) ہتھیار بردار - ان کو رکابیہ (سائیس) کہتے تھے - ان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی - بارہ ان کے افسر تھے - سواری کے موقع پر یہ خلیفہ کے گرد رہا کرتے تھے (۸) والی قاہرہ کا رتبہ بہت بڑا تھا - سواری میں اس کی جگہ مخصوص تھی - (۹) والی مصر (فسطاط) جو والی قاہرہ سے کم درجہ رکھتا تھا - دوسرا حصہ استادوں (محنکین) یا خواجہ سراؤں کا جو نو مہتموں پر مشتمل تھا - (۱) خلیفہ کے تاج کا مہتمم - (۲) خلیفہ کے دربار کا مہتمم (۳) فرامین کا مہتمم جو خلیفہ کے فرامین وزیر تک پہنچاتا تھا - (۴) مہتمم محلات (۵) مہتمم بیت المال (۶) مہتمم دفاتر - جو حکومت کے دفاتر کی نگرانی کرتا تھا - (۷) مہتمم دوات خلیفہ - ایک جواہرات سے مرصع سونے کی دوات، ہمیشہ گھوڑے کی زین پر خلیفہ کے ساتھ رہتی تھی - (۸) خلیفہ کے عزیزوں کا مہتمم - (۹) مہتمم باورچی خانہ[1] - بعض خواجہ سرا غیر محنک ہوتے تھے جو خاندان حضرت ابوطالب رضؓ کے افراد کی نگرانی کرتے تھے - جو شخص طالبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتا وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- اور سفارت کہا جاتا تھا - ظاہر کے زمانے سے پھر وزرا شروع ہوئے - یہ لوگ اہل قلم سے تھے - بدر الجمالی سے خلافت کے زوال تک جتنے وزیر ہوئے وہ سب اہل سیف تھے - وزیروں کا لباس ایک خاص وضع کا بہت قیمتی ہوتا تھا - سونے اور موتیوں کے طوق اُن کے لباس کی علامتوں میں شامل تھے - سونے کی دوات جو جواہرات سے مرصع ہوتی تھی ان کے ساتھ ان کی سواری کے زین پر لگی ہوئی رہتی تھی (قلقشندی ۳/۴۹۰ مقریزی ۲/۳۰۹)

[1] وہی تسع وظائف - الاولیٰ وظیفۃ (شد التاج) والثانیہ وظیفۃ (صاحب المجلس) والثالثۃ وظیفۃ (صاحب الرسالۃ) والرابعۃ وظیفۃ (زمام القصور) والخامسۃ وظیفہ (صاحب بیت المال) والسادسۃ وظیفۃ (صاحب الدفتر) والسابعۃ وظیفۃ (حامل الدواۃ) والثامنۃ وظیفۃ (زمام الاقارب) والتاسعۃ وظیفۃ (زم الرجال) القلقشندی ۳/۴۸۴

گرفتار کر لیا جاتا۔ بعض خواجہ سراؤں کے سپرد لشکر کی مختلف رجمنٹوں کا انتظام تھا۔
دوسرا طبقہ اہل قلم کا تھا جن میں تین شعبے ہوتے تھے۔ پہلا شعبہ ان چھ عہدہ داروں کا
جو دینی خدمات انجام دیتے تھے۔ (۱) قاضی القضاۃ۔ سواری میں اس کے لئے بھورے
رنگ کا خچر مخصوص تھا۔ جس کا زین چاندی کا ہوتا۔ زرتار خلعت اُسے دیئے
جاتے تھے۔ یہ محکمہ قانون کا افسر اعلیٰ اور دارالضرب کا ناظم ہوتا تھا۔ اس کے
اختیارات بہت وسیع تھے۔ اس کا اجلاس جامع غنیق (جامع عمرو) میں ہر شنبہ و
سہ شنبہ کے روز ایک بلند مقام پر ہوتا تھا۔ سامنے چار وکیل بیٹھتے تھے اور بائیں اور
دائیں جانب گواہ ہوتے تھے۔ پانچ حُجّاب (منتظمین) ضبط و قاعدہ قایم رکھتے تھے[۱]
(۲) داعی الدعاۃ جس کا درجہ قاضی القضاۃ کے بعد تھا۔ یہ دارالعلم میں مذاہب اہل
بیت پر لکچر دیتا تھا اور جو مستجیب (نو اسمٰعیلی) دعوت اسمٰعیلیہ میں داخل ہوتا اس
سے عہد (معاہدہ) لیا کرتا تھا۔ (۳) محتسب۔ جو بازاروں اور سڑکوں پر مختار کل
کی حیثیت سے نگرانی کرتا تھا۔ خرید و فروخت، اوزان اور پیمانوں، مجرموں اور
دغا بازوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ (۴) وکیل بیت المال جو بیت المال کا صدر ہوتا تھا۔
اس کے متعلق اور فرایض بھی تھے مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا۔ ان کا ازدواجی رشتہ قایم
کرنا۔ سرکاری عمارتوں اور کشتیوں کا بنوانا۔ (۵) نائب امیر الباب یعنی صدر دربان
کا مددگار۔ جس کے ذمے سفیروں کی نگرانی تھی۔ جب سفیر خلیفہ کے سامنے پیش کیا
جاتا تو امیر الباب اس کا سیدھا ہاتھ اور نائب امیر الباب اس کا بایاں ہاتھ پکڑے رہتا
تھا (۶) قاری جو کلام مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ دوسرا شعبہ ان عہدہ داروں کا
تھا جو دیوانی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے پھر تین حصے ہوتے تھے۔ پہلا حصہ وزارت
کا (جب کہ وزیر اہل شمشیر سے نہ ہو) دوسرا حصہ دفتر انشا۔ کا جس کے دو صیغے ہوتے تھے۔ ایک
معتمدی کا جس میں بڑے فصیح و بلیغ منشی مقرر کیے جاتے تھے۔ دوسرا صیغہ خلیفہ کے

---

[۱] مقریزی ۲/۴۴ ـــ دولت فاطمیہ میں انشاء رسائل کا خاص اہتمام تھا (قانون دیوان الرسائل
لابن الصیرفی من رؤسا الکتاب فی الدولۃ الفاطمیہ)

دو منشیوں کا جن میں سے ایک کا کام خلیفہ کے ساتھ اکثر رہنا اور اس کی ہدایات اور احکام کو قلم بند کرنا تھا۔ اور دوسرا ان کو صاف کرتا تھا۔ تیسرا حصہ دفتر فوج کا۔ چوتھا حصہ دفتر مال کا جو چودہ صیغوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ہر صیغہ مختلف فرائض انجام دیتا تھا۔ مثلاً ملک کا خراج جمع کرنا۔ عہدہ داروں اور اہل کاروں کی تنخواہیں اور رواتب دینا۔ وظیفے اور تحفے تقسیم کرنا وغیرہ۔ ان صیغوں میں ایک "صیغہ تحقیق" تھا جو باقی تیرہ صیغوں پر نظر رکھتا تھا اسے "راس الدواوین" کہتے تھے۔ تیسرا طبقہ اہل صناعات کا جن میں اطباء کا درجہ سب سے بڑا تھا۔ خلیفہ کا ایک خاص طبیب ہوتا تھا جس کا اجلاس قصر کے قاعۃ الذہب (سنہری محل) کے قریب تھا۔ اس کے تین یا چار مددگار ہوتے تھے جنھیں معقول تنخواہیں ملتی تھیں۔ چوتھا بڑا طبقہ شعرا کا تھا۔ ان میں چند اہل سنت تھے جو خلیفہ کی مدح میں غلو نہیں کرتے تھے۔ اور چند شیعہ تھے جو بہت غلو کرتے تھے۔

نوّاب اور ولاۃ یعنی ضلعوں کے عہدہ دار

دوسری قسم کے عہدہ دار نائب اور والی کہلاتے تھے اور ضلعوں پر مقرر کئے جاتے تھے۔ مملکت مصر چار ولایتوں پر منقسم تھی۔ (۱) ولایت قوص[۱]۔ جو سب سے بڑی ولایت شمار کی جاتی تھی۔ (۲) ولایت شرقیہ (۳) ولایت غربیہ (۴) ولایت اسکندریہ۔

شام اور ایشیائے کوچک کے شہروں پر مقامی والی مامور تھے۔ ان کے تحت ضلعوں اور قصبوں کے حکام تھے۔ مقامی معاملات مقامی عہدہ داروں کے ہاتھ میں رکھے جاتے تھے اور فوجی دستوں اور مزدوروں کی بھرتی انھی سے متعلق تھی۔ موخر الذکر ضلع کی نہروں کی درستی اور تعمیر کے لئے رکھے جاتے تھے۔ چونکہ بڑی بڑی نہروں کا انتظام مقامی حکام سے ناممکن تھا۔ اس لئے کئی مہتمم مقرر کئے جاتے تھے۔ جن کے تحت ماہروں کا ایک اسٹاف ہوتا تھا[۲]۔

---

[۱] صعید مصر کا بڑا قصبہ۔ یہ نام قبطی ہے (معجم البلدان ۴/۲۰۱)

[۲] قلقشندی ۲/۴۸۲ - ۴۹۸ اسٹانلی لین پول اپنی تاریخ میں وسٹن فلٹ کی کتاب۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

فصل (۲۹)

دولتِ فاطمیہ اور علوم و فنون

قصر کا کتب خانہ (خزانۃ الکتب)

بنو فاطمہ کا علوم و فنون سے شغف ان کے کتب خانوں مدرسوں اور رصدگاہوں سے ظاہر ہے۔ مقریزی لکھتا ہے کہ "کتابوں کا ایسا ذخیرہ کسی بادشاہ کے ہاں نہ تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:) Die Geographic und Vermalting von Aegyptan کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ "عرب مورخین کبھی اس قسم کی معلومات فراہم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں تاریخ پڑھنے والا خود ان چیزوں سے واقف ہوتا ہے۔ عرب اور ترک حاکموں کے عہد کی بابت اس قسم کی تفصیلیں فراہم کرنا بے حد دشوار ہے۔ لیکن فاطمی عہد کی بابت ہمیں ان کے فوجی انتظامات اور ملکی نظم و نسق کے متعلق کافی معلومات ہیں اور جس حد تک بھی ہیں فائدے سے خالی نہیں ہیں" اس نظم و نسق کا خلاصہ بیان کر کے کہتا ہے: "یہ تمام نظم و نسق تحریر میں بہت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن عملاً اس میں بہت سی بد انتظامیاں اور خرابیاں موجود تھیں مگر عرب مورخین اس کے شاہد ہیں کہ غلاجین کے ساتھ فاطمیوں کا طرز عمل عمدہ اور پدرانہ تھا۔" ممکن ہے کہ اس تنقید سے اشارہ اس امر کی طرف ہو کہ بعض وزیر اچھی طرح سے لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ پوری تحویز لکھنے کی بجائے صرف "امتثل" یعنی میں فرمانبرداری کرتا ہوں لکھتے تھے (قلقشندی ۳/۴۹۲)

اس کتب خانے میں قرات ۔ حدیث ۔ فقہ ۔ نحو ۔ حساب ۔ نجوم منطق اور فلسفہ وغیرہ یعنی جتنے علوم اس زمانے میں رائج تھے ۔ ان کی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں موجود تھیں ۔ اکثر کتابوں کے متعدد نسخے فراہم کیے گئے تھے ۔ مسبحی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عزیز سے خلیل کی " کتاب العین " کا ذکر کیا ۔ عزیز نے اپنے کتب خانے کے خزانچی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کے تیس (۳۰) سے زیادہ نسخے موجود ہیں جن میں ایک نسخہ خود خلیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ کوئی شخص تاریخ طبری کا ایک نسخہ عزیز کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے اسے سو دینار میں خریدا ہے ۔ اس کتاب کے (باوجود اس کی ضخامت کے) بیس سے زیادہ نسخے کتب خانے میں پائے گئے جن میں ایک نسخہ خود طبری کے قلم کا تھا ۔ اسی طرح کتاب الجمہرہ لابن درید کے (۱۰۰) سو نسخے موجود تھے "

مقریزی کتاب الذخائر میں لکھتا ہے کہ " قصر شاہی میں جو کتابوں کے خزانے تھے ان کی تعداد چالیس تھی جن میں اٹھارہ ہزار کتابیں صرف علوم قدیمہ کے متعلق تھیں ۔ مستنصر کے زمانہ " شدت " میں جو کتابیں قصر سے برآمد ہوئیں (ان میں) صرف قرآن مجید کے دو ہزار چار سو نسخے نہایت خوش خط لکھے ہوئے تھے ۔ اور جن پر سونے اور چاندی کا کام تھا ۔ کئی صندوق ایسے قلموں سے بھرے ہوئے نکلے جو ابن مقلہ اور ابن بواب وغیرہ کے خطوط کے مطابق بنائے گئے تھے ۔ یہ تمام خزانوں کی کتابیں علاوہ ان کتابوں کے تھیں جو قاہرہ کے مدرسے (دار العلم) میں موجود تھیں ۔ ان میں بھی مختلف فنون ۔ فقہ (حسب اعتقاد تمام مذاہب) نحو ۔ لغت ۔ حدیث ۔ تاریخ ۔ سیرت نجامت روحانیات ۔ وغیرہ کی کتابیں تھیں ۔ ان کتابوں کی کثرت اس واقعے سے ثابت ہوتی ہے کہ جب مستنصر کے زمانے میں ترکوں کے لشکر نے اسے لوٹا تو بہت سی کتابیں نیل میں ڈال دی گئیں ۔ بہت سی جلا دی گئیں ۔ اور بعض کتابوں کی جلدیں توڑ کر ان کی جوتیاں بنائی گئیں کیونکہ ان میں مشارقہ کا کلام مذہب کے مخالف تھا ۔ جو کتابیں بچ گئیں ان کے ڈھیر لگ گئے ۔ یہ مقام آج تک[1]

---

[1] زمانہ مقریزی تک جس کی وفات کا سن ۸۴۵ھ ہے ۔

"تلال الکتب" (کتابوں کے ڈھیر) کے نام سے مشہور ہے۔ خود خلیفہ بارہا اس کتب خانے میں آتا اور مطالعے سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ بہر حال مقریزی نے متعدد واقعات اپنی کتاب میں درج کئے ہیں جن سے اس کتب خانے کی عظمت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں یہ مورخ کہتا ہے کہ "یہ کتب خانہ دنیا کی عجیب ترین چیزوں میں تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس سے بڑا کوئی کتب خانہ نہ تھا۔ اس میں تقریباً چھ لاکھ ایک ہزار کتابیں تھیں[۱]۔"

مدرسہ (دار العلم یا دار الحکمۃ)

۳۹۵ھ میں قصر غربی (رباب التبانین) کے قریب بحری جانب حاکم نے ایک مدرسہ کھولا جس کا نام "دار الحکمۃ یا دار العلم" رکھا۔ یہ مدرسہ وزیر افضل کے زمانے تک جاری رہا اس نے اسے مذہبی جھگڑوں کے خوف سے بند کر دیا۔ اس کے بعد پھر آمر نے اسے جاری کیا۔ اس میں تعلیم کے لئے قاری۔ نحوی۔ اہل لغت۔ خوش نویس۔ طبیب۔ منجم وغیرہ مقرر کئے گئے۔ اس کے لئے ایک عمارت تیار کی گئی جو طرح طرح کی آرائشوں سے آراستہ تھی۔ تمام دروازوں پر پردے لٹکائے گئے تھے۔ اس کی صفائی اور نگرانی کے لئے فراش اور چپراسی متعین تھے۔ طلبہ کے مطالعے کے لئے حاکم نے اپنے خزانۂ خاص سے مختلف علوم وفنون کی عمدہ اور خوش خط کتابیں جن کی نظیر کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی اس میں منتقل کیں۔ مختلف قسم کے لوگ اس سے مستفید ہوتے تھے۔ ناظرین اور ناسخین کی سہولت کی خاطر اس میں روشنائی۔ دوات، قلم۔ کاغذ اور دیگر ضروری چیزیں فراہم کی گئی تھیں جن کے اخراجات کی تفصیل گزر چکی ہے[۲]۔ فسطاط کے بہت سے مکانات بھی مصارف کے لئے وقف کئے گئے تھے[۳]۔ حاکم اس میں مناظروں کے جلسے کیا کرتا تھا

---

[۱] مقریزی $\frac{۲}{۲۵۳-۲۵۵}$ عزیز کے زمانے میں ابوالحسن الشابشتی الکاتب متوفی ۳۹۰ھ کتب خانہ کا مہتمم تھا (جرجی زیدان $\frac{۱}{۲۲۰}$) ابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ $\frac{۱}{۲۶۸}$

[۲] فصل ۱۲ (عہد حاکم کے رفاہ عام کے کام۔ ذیلی نوٹ)۔

[۳] مقریزی $\frac{۲}{۲۳۴-۲۳۲}$

اور جو علماء ان میں شریک ہوتے تھے۔ انھیں مقول انعاموں سے سرفراز کیا جاتا تھا۔

عہدِ فاطمیین کے مستند و مشہور علماء

اور

اُن کی تصنیفیں

داعی حسبۃ اللہ (المویدا) متوفی ۱۱۹۳ھ کے زمانے میں اسمٰعیل بن عبدالرسول ایک بڑا بلند پایہ عالم گزرا ہے جس نے اسمٰعیلیوں کے علماء اور ان کی تصنیفوں کی ایک منظم فن واری فہرست تیار کی ہے، جو "فہرست المجدوع" کے نام سے مشہور ہوئی [1] اس میں صرف اسمٰعیلی علماء کا ذکر ہے۔ اس میں سے اور دوسری تاریخی کتابوں میں سے ہم چند مشہور اسمٰعیلی اور غیر اسمٰعیلی علماء کا تذکرہ اُن کی تصانیف کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

ابو حاتم الرازی فاطمیین کے عہد میں جن علما کا تذکرہ تاریخوں میں ہے ان میں سب سے پہلا داعی ابو حاتم بن حمدان الرازی [2] ہے جس کی اہم اور مفید تصنیف کتاب الزینہ ہے جس میں کلام مجید اور حدیث شریف کے اکثر الفاظ کی شرح کی گئی ہے اور سند میں عرب کے اشعار پیش کئے گئے ہیں [3] دوسری تصنیف اعلام النبوۃ ہے۔

---

[1] یہ فہرست اب تک نہیں چھپی۔ اس کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کی مدد سے ایوانو Ivanow نے "A Guide to Ismaili Literature" تیار کی ہے۔

[2] اس کا نام عبدالرحمٰن الرازی الورسنانی ہے۔ یہ دیلم کا داعی تھا۔ (عہد قائم)

[3] راقم الحروف اس کتاب کی تصحیح میں مصروف ہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ شائع کی جائے گی۔

جس میں مصنف نے نبوت کے ثبوت میں دلایل پیش کئے ہیں اور ان اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں جو اس کے ہم عصر محمد بن زکریا رازی نے کئے تھے۔ تیسری تصنیف کتاب الاصلاح ہے اس میں داعی نسفی کی کتاب المحصول کے مسائل پر زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھی تصنیف "الکتاب الجامع" فقہ میں ہے۔ اس کتاب کا حوالہ ابن الندیم نے بھی دیا ہے[۱]

ابو یعقوب السجستانی ۳۳۱ھ

داعی مذکور کا ہم عصر داعی ابو یعقوب سجستانی ہے۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الینابیع ہے۔ اس میں توحید۔ عقل۔ نفس دوائر دیگر عقول خلقت عالم جسمانی۔ بہشت دوزخ اور قیامت وغیرہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی دوسری تصنیف "کتاب اثبات النبوت" ہے جس میں نبوت کے ثبوت میں مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی دیگر تصنیفوں میں کتاب الافتخار۔ کتاب الموازین۔ تحفۃ المستجیب۔ سلم النجاۃ۔ سرائر المعاد والمعاش وغیرہ شامل ہیں۔ مؤرخ بیرونی نے اس داعی کی ایک اور کتاب "کشف المحجوب" کا ذکر کیا ہے جو اسمٰعیلیوں کے خانگی کتب خانوں میں نہیں پائی جاتی۔

جعفر بن منصور الیمن ۳۶۵ھ

فن تاویل میں جن داعیوں کی کتابیں ہمارے زمانہ میں موجود ہیں ان میں قدیم ترین داعی جعفر بن منصور الیمن[۲] ہے۔ یہ خلیفہ معز کا باب الابواب[۳] تھا جس کا رتبہ امام کے بعد شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی تمام کتابیں بہت مستند اور معتبر ہیں جن میں غلطی کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا ان میں سے مشہور الرضاع فی الباطن الفرائض وحدود الدین (کتاب الادلۃ والشواہد) الشواہد والبیان

---

[۱] ابن الندیم ۲۶۸۔

[۲] جعفر بن ابی القاسم حسن بن فرح بن حوشب۔ حسن "منصور الیمن" کے لقب سے مشہور ہے (ملاحظہ ہو فصل (۵) مہدی کے ظہور کی تیاریاں)

[۳] انجمن دعوت کا صدر۔

تاویل سورۃ النسا۔ کتاب الفترات والقرانات، اسرار النطقا اور سرائر النطقا ہیں یہ موخر الذکر دونوں کتابوں میں انبیا کے قصوں کی تاویل ہے جس کے ذریعے اسمٰعیلی دعوت کی تنظیم اور اس کے اصول پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب کتابیں اسمٰعیلیوں کے خزانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی ایک اور کتاب "تاویل الزکواۃ" ہے جس کا ایک مخطوطہ نسخہ کتب خانہ لائڈن میں موجود ہے[1]

قاضی القضاۃ نعمان بن محمد ۳۶۳ھ

فقہ۔ حدیث۔ تاریخ۔ تاویل۔ عقائد۔ مناظرہ وغیرہ میں جو بڑا مستند عالم گزرا ہے وہ "قاضی القضاۃ داعی الدعاۃ ابو حنیفہ نعمان بن محمد ہے[2]۔ جس کے مفصل حالات داعی ادریس نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں[3]۔ یہ پہلے مالکی مذہب رکھتا تھا۔ پھر اسمٰعیلی مسلک اختیار کیا۔ اس نے چار خلفاء مہدی، قائم، منصور اور معز کا زمانہ دیکھا ہے اور تقریباً ایک سو چار سال کی عمر پاکر ۳۶۳ھ میں وفات پائی۔ قائم کے آخری زمانے میں وہ پہلے طرابلس کا اور پھر منصوریہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ ۳۶۲ھ میں جب وہ معز کے ساتھ مصر آیا تو اس وقت مصر کا قاضی ابو طاہر (ذہلی) محمد بن احمد بن عبداللہ تھا۔ معز نے ابو طاہر کو معزول نہیں کیا۔ لیکن اسے ہدایت دی کہ مذہبی احکام میں وہ قاضی نعمان بن محمد سے مشورہ کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معز نے نعمان کے بیٹے علی کو ابو طاہر ذہلی کا شریک مقرر کیا۔ نعمان بن محمد پہلا عالم ہے جس نے فقہ۔ حدیث اور تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اس سے پہلے کسی نے ان فنون میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس کی تصنیفوں کی تعداد چوالیس بتائی جاتی ہے جن میں تقریباً بائیس کتابیں فی الحال اسمٰعیلیوں کے خزانوں[4] (خانگی کتب خانوں)

---

[1] Leiden God. 1971, (Geoji)

[2] نعمان بن ابی عبداللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیون۔

[3] عیون الاخبار ۶/۳۷۔۵۰

[4] اسمٰعیلی جو مذہبی کتابیں جمع کرتے ہیں ان کو "خزانہ" کہتے ہیں یعنی اسمٰعیلی دعوت کی کتابوں کا خزانہ۔

میں موجود ہیں۔ ان میں دعائم الاسلام (فقہ) اساس التاویل اور تاویل الدعائم (تاویل) اختلاف اصول المذاہب (تنقید) شرح الاخبار اور افتتاح الدعوۃ (تاریخ) مشہور کتابیں ہیں۔ مسائل فقہ کو اس نے نہایت سلیس اور شستہ زبان میں نظم کیا ہے۔ اس کتاب کا نام "الارجوزۃ المنتخبۃ" ہے۔ غرض کہ اُس نے اپنی تمام عمر تصنیف و تالیف میں صرف کی۔ اس قاضی کے خاندان میں عہدۂ قضا ایک زمانے تک باقی رہا۔ اس کے بیٹے۔ پوتے۔ پروتے اس عہدہ پر مامور ہوتے رہے۔ عزیز نے ایک دفعہ کہا تھا کہ قضا کا عہدہ اس خاندان سے کبھی نہ نکالا جائے۔ نعمانی خاندان کا شجرہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) نعمان بن محمد ۳۶۳ھ وفات

- (۲) علی ۳۷۴ھ وفات
  - (۴) ابوعبداللہ حسین ۳۹۵ھ وفات
  - نعمان (صرف محکمہ مظالم پر مامور کیا گیا)
- (۳) ابوعبداللہ محمد ۳۸۹ھ وفات
  - (۵) عبدالعزیز ۴۰۱ھ وفات
    - (۶) قاسم ۴۴۱ھ (معزول)
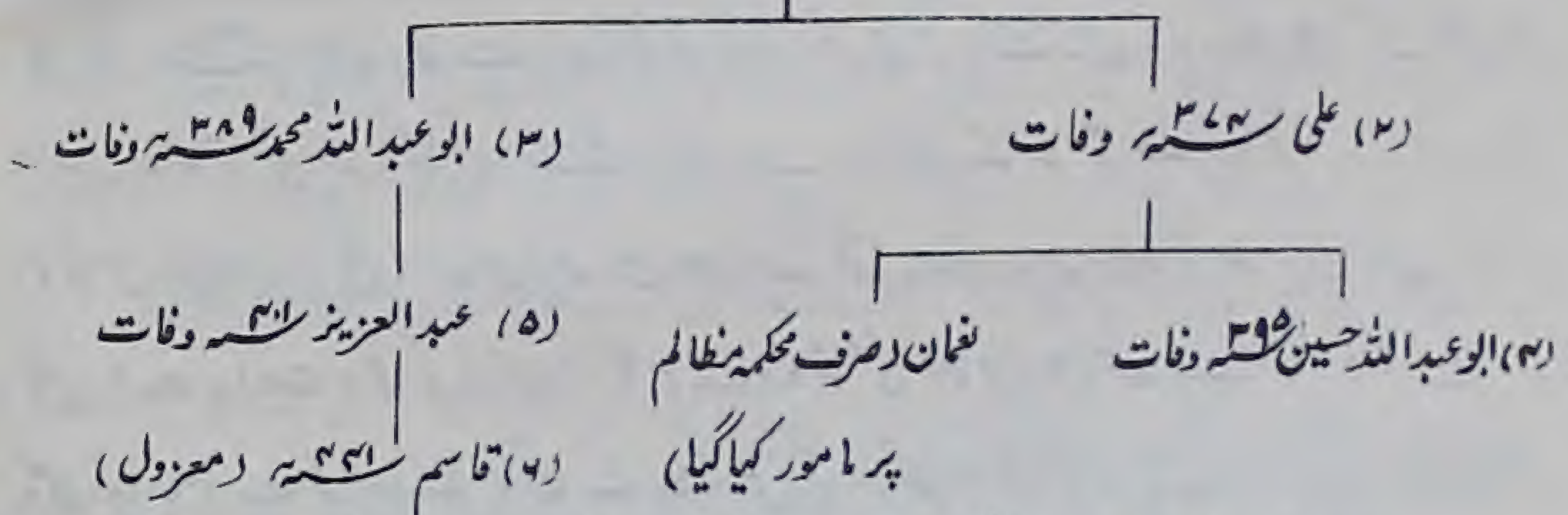
ان میں علی بھی قاضی القضاۃ تھا۔ یعنی مصر کا قاضی ہونے کے علاوہ دوسرے ممالک شام۔ عراق۔ مغرب اور حرمین کا بھی قاضی مقرر کیا گیا۔ حسین قاضی القضاۃ ہونے کے علاوہ داعی الدعاۃ بھی بنایا گیا۔ یہ اور عبدالعزیز دونوں خلیفہ حاکم کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔ اس خاندان کے سب لوگ فقہ اہل بیت میں ممتاز قابلیت رکھتے تھے سوائے قاسم بن عبدالعزیز کے جو جاہل ہونے کے علاوہ بدسیرت بھی تھا[۱]۔ ان تمام

---

[۱] السیرۃ المویدیۃ ۱۲۸-۱۲۹۔ اس تاریخ کے ۵۸۶ صفحہ کا ذیل بھی ملاحظہ فرمایئے۔

قاضیوں کے مفصل حالات ابن حجر عسقلانی نے لکھے ہیں۔[۱]

ابن زولاق مصری ۳۸۶ھ ابن زولاق مصر کا باشندہ تھا جس کا شمار ممتاز مورخوں میں کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک تصنیف خطط مصر پر ہے جس میں اس نے بہت استقصا سے کام لیا ہے۔ دوسری تصنیف "تاریخ قضاۃ مصر" ہے جو کندی (ابو عمر محمد بن یوسف) کی تاریخ "قضاۃ مصر" کا تکملہ ہے۔ افسوس کہ یہ دونوں تاریخیں ناپید ہیں۔ خاص دولت فاطمیہ کے متعلق اس کی ایک کتاب "سیرۃ المعز" بہت اہم ہے۔ لیکن اب یہ بھی نہیں ملتی۔ مقریزی نے اپنی تاریخ میں اُن کا بار بار حوالہ[۲] دیا ہے۔

یہودی طبیب موسیٰ بن العازار اور نصرانی طبیب سعید بن بطریق ۳۲۸ھ ان اطبا کے حالات معز کے عہد میں گزر چکے ہیں۔

یعقوب بن کلس ۳۸۰ھ یہ عزیز کا وزیر اعظم جس طرح امور سیاسی میں ماہر تھا اسی طرح علوم مذہبی میں بھی اسے بڑی دست گاہ حاصل تھی۔ اس نے فقہ۔ حدیث وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں مختصر المصنف (فقہ) اب بھی موجود ہے[۳] اس کے لکچر سننے کے لئے ہر جمعہ کی رات کو قاضی، فقیہ۔ قاری۔ نحوی۔

---

[۱] رفع الاصر عن قضاۃ مصر۔

[۲] ابن خلکان $\frac{1}{۱۴۴}$ صرف اس کی ایک تصنیف "کتاب فضائل مصر و اخبارھا وخواصھا" بہ شکل نسخہ مخطوطہ پیارس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا نمبر (۱۸۱۷) ہے۔ یاقوت نے بھی ابن زولاق کی تصنیفوں کی فہرست لکھی ہے۔ (ارشاد الادیب الی معرفۃ الادیب $\frac{۳}{۴}$) سیرۃ المعز کے لئے "مقدمہ" ملاحظہ فرمائیے۔

[۳] اس کتاب کا نام "الرسالۃ الوزیریہ" بھی ہے۔ چالیس فقیہوں نے اس کی تالیف میں حصہ لیا ہے (ابن الصیرفی۔ صفحہ ۹۱)

محدث اور شاعر اس کے محل میں جمع ہوتے تھے[1]۔ شاعر ابو الرقعمق انطاکی نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ علی بن منجب معروف بہ ابن صیرفی نے اپنی کتاب "الاشارۃ الی من نال الوزارۃ" میں اس کا تذکرہ کیا ہے[2]۔ اس کے اور حالات اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ۳۸۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

المختار المسبحی محمد بن ابی القاسم عبید اللہ ۴۲۰ھ

یہ فاضل عام طور پر اپنی نسبت "المسبحی" سے مشہور ہے۔ اس کے ترجمے میں ابن خلکان نے جن کتابوں کے نام بتائے ہیں ان سے اس کی بے پناہ وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس زمانے کے اکثر علوم میں یہ ماہرانہ حیثیت رکھتا تھا[3]۔ مصر ہی میں پیدا ہوا اور یہیں اُس نے وفات پائی۔ اس کی غیر معمولی قابلیت کی بنا پر خلیفہ حاکم نے ابتدا میں اسے قیس اور البھنسا[4] کی ولایت سپرد کی اور کچھ دنوں بعد اسے دیوان الترتیب کا عہدہ دیا۔ تقریباً تیس ضخیم کتابیں اُس نے لکھیں جن میں مشہور "مصر کی تاریخ کبیر" ہے جو کئی ہزار صفحوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اب ناپید ہے۔ اس فاضل جلیل القدر نے ظاہر کے عہد ۴۲۰ھ میں وفات پائی۔ اسے شعر و سخن کا بہت شوق تھا۔ ابن خلکان نے اس کے چند اشعار نقل کئے ہیں اور اس کی تصنیفوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کا خطاب عز الملک تھا[5]۔

ماہر ہیئت علی بن یونس ۳۹۹ھ

مصر کی تاریخ میں علی بن یونس مصری علم ہیئت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ چار جلدوں میں "زیج حاکمی" جسے "زیج ابن یونس" بھی کہتے تھے اسی نے

---

[1] ان میں مشہور حسین بن عبد الرحیم (زلازلی) ہے جو کتاب الاسجاع کا مصنف ہے (الفاطمیون فی مصر ۲۲۶)۔ [2] ابن صیرفی ۹۱۔

[3] فصل ۱۵ (وزیر یعقوب بن کلس)

[4] یہ مقامات "الصعید" کے اعمال میں ہیں۔ [5] ابن خلکان ۱/۵۱۵

تیار کی۔ اس زیج میں بہت تحقیق اور تصحیح سے مسائل ہیئت بیان کئے گئے ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ میری نظر سے بہت سی زیجیں گزریں مگر اس کی سی مکمل زیج میں نے نہیں دیکھی۔ خلیفہ عزیز کے حکم سے اس کی ابتدا ہوئی اور خلیفہ حاکم کے زمانے میں تکمیل کو پہنچی۔ اس حکیم نے اپنی تمام عمر فن ہیئت کے مسائل کی تحقیق میں گزاری۔ راتوں کو جبل مقطم پر جاکر گھنٹوں تاروں کی رصد میں مصروف رہتا۔ فن ہیئت میں بے مثل ہونے کے علاوہ اسے دوسرے علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ شعر و سخن کا اسے بہت شوق تھا۔ کبھی کبھی یہ خود بھی شعر کہا کرتا تھا۔ حاکم کے عہد ۳۹۹ھ میں اس نے وفات پائی[1]

ابو علی حسن بن الہیثم ۴۳۱ھ

ابو علی حسن بن الہیثم[2] فن طبیعیات کے مسلمان علما میں خاص درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی مصر کا باشندہ تھا۔ ریاضی، ہیئت، فلسفہ اور طب وغیرہ میں اُس نے ایک سو سے کم کتابیں نہیں لکھیں۔ جس خاص فن میں اُس نے امتیاز حاصل کیا وہ طب ہے۔ اُس نے جس کتاب کی وجہ سے شہرت پائی وہ اس کی خاص تصنیف "کتاب المناظر" ہے جو علم المناظر سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا اصلی نسخہ ناپید ہے۔ مگر اُس کا ترجمہ ۱۵۷۲ء میں لاطینی زبان میں ہوا (اور کریمونا کے جرارڈ[3] نے شاید اس سے بھی پہلے کیا) جس سے قرونِ وسطیٰ میں علم المناظر کی ترقی میں بہت مدد ملی۔ قرون وسطیٰ کے تقریباً تمام مصنفوں نے حسن کی کتاب[4] کو اپنی تصنیفوں کا اصل اصول قرار دیا ہے۔ راجر بیکن اور جان کپلر[5] کی تصنیفوں میں بھی کہیں کہیں اس

---

[1] ابن خلکان ۱/۳۷۵ القفطی ۲۳۰۔۲۳۱ — [2] Alhazen

[3] Gerard of Cremona — [4] Opticac Thesaures

[5] Roger Bacon Leonar De Da Vinci and Johann Kepler

کمال الدین ابو الحسن الفارسی لکھتا ہے کہ اس نے ابن الہیثم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے استفادہ کیا ہے (تنقیح المناظر مطبوعہ دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد دکن)

کتاب کے اثر کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ ابن الہیثم نے اس تصنیف میں اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریئے کی مخالفت کی ہے کہ آنکھ سے بصری شعاعیں نکل کر مرئی شئے کی طرف جاتی ہیں اور زاویہ وقوع اور زاویہ انعکاس کو معلوم کرنے کے لیے اس نے تجربے بیان کئے ہیں ۔ بعض تجربوں میں وہ مکبر عدسات[1] کے نظری انکشاف کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے ۔ جو اطالیہ میں اس کے تین صدیوں بعد کیا گیا[2]۔

احمد حمید الدین الکرمانی ۴۰۸ھ کے بعد[3]

فاطمیین کی طرف سے یہ داعی عراق عرب اور عراق عجم کی دعوت کا صدر مقرر کیا گیا تھا ۔ اسی وجہ سے اسے حجۃ العراقین کہتے تھے ۔ اس کا وطن کرمان تھا ۔ حاکم کے عہد میں ہم نے بیان کیا ہے کہ حاکم نے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے " دار الحکمۃ" کھولا تھا ۔ یہ مدرسہ چند سال بعد بند کردیا گیا[4]۔ غالبًا اسی زمانے میں کرمانی مصر پہنچا ۔ جب اس نے دیکھا کہ اسمٰعیلی دعوت کے نظم ونسق میں بڑا خلل واقع ہو گیا ہے[5]۔ تو اس نے ایک رسالہ بنام "رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ"[6] لکھا ۔ اس کی اور داعی ختکین الضیف کی کوشش سے دعوت کی حالت سدھر گئی ۔ اس کی انتیس تصنیفوں میں سے المصابیح فی اثبات الامامۃ

---

[1] Magnifying Lenses [2] Hitti pp. 628. 629

[3] کرمانی کی ایک تصنیف " الرسالۃ الواعظۃ فی تردید الفرغانی " کا سن ۴۰۸ھ ہے ۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ کرمانی کی وفات ۴۰۸ھ اور ۴۲۵ھ کے درمیان ہوئی ہو ۔

[4] اعرض الحاکم عن اهل دعوته واغلق عنهم ابواب رحمته لیمتحنهم بذالك (عیون الاخبار ۶/۹۹) ۔ [5] ۱۶ (حاکم کے رفاہ عام کے کام)

[6] اس رسالے میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیا کی کتابوں کی خوش خبریاں حاکم ہی کے زمانے میں بھی ثابت ہوئیں ۔ (ثلاث عشرہ رسالۃ)

کتاب الریاض۔ الرسالۃ الوضیۃ فی معالم الدین ۔تنبیہ الہادی والمستہدی۔ الاقوال الذہبیۃ ۔ثلاث عشرۃ رسالہ ۔ معاصم الہدی مشہور ہیں ۔ اسی داعی کے زمانے میں فرقہ دروزیہ نکلا جس کے رہنماؤں نے یہ دعویٰ کیا کہ تنزیل اور تاویل دونوں "خرافات وقشور" ہیں جن سے نجات کا کوئی تعلق نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے حاکم میں حلول کیا ہے ۔ کرمانی نے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور کئی رسالے ان کی تردید میں لکھے ۔ لیکن اسے پوری کامیابی نہیں ہوئی ۔ اب تک شام کے شہروں میں دروزیہ کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے ۔ کرمانی کی سب سے آخری تصنیف "راحۃ العقل" نہایت اہم کتاب مانی جاتی ہے۔ اس میں توحید ۔ عقل ۔......... نفس ۔ رسالت وصایت ۔ امامت ۔ افلاک عشرۃ ۔ ارکان اربعہ ۔ طبیعت ۔ نفس نامیہ ۔ نفس حسیہ ۔ نفس ناطقہ ۔ ادوار سبعہ ۔ بعث ۔ قیامت وغیرہ پر بحث ہی نہیں بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسمٰعیلی دعوت کی صداقت پر آفاق اور انفس دونوں گواہی دیتے ہیں ۔ کرمانی خلیفہ حاکم کا "باب الابواب" تھا جو اسمٰعیلی دعوت میں سب سے بڑا رتبہ ہے[1]

عمر بن علی الموصلی حاکم کے عہد کی تصنیفوں میں "المنتخب فی علاج العین"[2] عمر بن علی کی بڑی اہم تصنیف ہے ۔ اس میں مصنف نے اپنے ہم عصر ابن عیسیٰ کی کتاب معروف بہ "تذکرہ" سے زیادہ جدت کی ہے مگر بعد میں موخرالذکر کتاب "عینیات"[3] پر ایک معیاری کتاب تسلیم کی گئی کیونکہ یہ ایک مکمل کتاب تھی ۔ عمر نے نرم موتیا کے لئے ایک عملیہ بیان کیا ہے جس میں موتیا کو ایک جوف دار نلی کے ذریعے ۔ جو اسی کا

---

[1] عیون الاخبار $\frac{6}{288 - 296}$

[2] کچھ حصہ اس کے مخطوطہ نسخے کا مکتبۂ اسکوریال میں محفوظ ہے۔

(Hitti, p. 629)

[3]

اختراع ہے چوس کر باہر نکال لیا جاتا ہے۔

محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی الفقیہ الشافعی ۴۵۴ھ

یہ شافعی فقیہ مستنصر کے عہد میں مصریوں کی طرف سے مصر کا قاضی تھا۔ روم کے حاکم کے پاس بھی یہ ایلچی کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ کچھ عرصے تک یہ وزیر علی بن احمد جرجرائی کا کاتب رہا۔ اس کی تصنیفوں میں کتاب الشہاب۔ کتاب مناقب الامام الشافعی۔ تواریخ الخلفا، اور کتاب خطط مصر مشہور ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ۴۵۴ھ میں اس نے وفات پائی[1]

طاہر بن بابشاذ النحوی ۴۶۹ھ

ابن بابشاذ اصل میں دیلمی تھا، فن نحو میں یہ اپنے زمانے کا امام مانا جاتا تھا۔ اس فن میں اس کی متعدد تصنیفیں ہیں۔ مثلاً المقدمہ المشہورۃ و شرحہا۔ شرح الجمل للزجاجی۔ شرح کتاب الاصول لابن السراج وغیرہ۔ اپنی گوشہ نشینی کے زمانے میں اس نے فن مذکور میں ایسی بڑی تالیف تیار کی۔ جس کا اگر بیضہ کیا جاتا تو تقریباً پندرہ مجلدات تک پہنچتا۔ اس کا نام اس کے بعد کے نحویوں نے "تعلیق الغرفہ" رکھا۔ یہ شخص مصر میں دیوان انشا پر مامور کیا گیا۔ کوئی رسالہ یا خط جب تک یہ نہ دیکھ لیتا دفتر سے نہیں جاری ہو سکتا تھا۔ اس خدمت کی اسے مستنصر کے خزانے سے بڑی معقول تنخواہ ملتی تھی۔ ۴۶۹ھ میں اس نے وفات پائی اور قرافہ کبریٰ میں دفن کیا گیا[2] اسی کی بیٹی قحط میں مستنصر کو روزانہ دو روٹیاں بھیجا کرتی تھی[3]

ہبۃ اللہ بن موسیٰ الشیرازی (المؤید فی الدین) ۴۷۰ھ

اسمٰعیلی دعوت کا سلسلہ جس طرح بلادِ مغرب عراق اور شام میں جاری رہا اسی طرح

---

[1] ابن خلکان $\frac{1}{462}$

[2] ابن خلکان $\frac{1}{235}$

[3] Lane-Poole p. 150

ایران میں بھی اسمٰعیلی اپنی تبلیغ کرتے رہے۔ رَیؔ میں ابو حاتم ۔ سجستان میں ابو یعقوب ۔ نیشاپور میں احمد بن ابراہیم (یا محمد) کرمانؔ میں احمد (حمید الدینؔ) اور شیراز میں ہبتہ اللہ بن موسٰی بڑے بڑے داعی گزرے ہیں۔ مستنصرؔ کے زمانے میں جو داعی دربار خلافت میں باریابی کے لئے ایرانؔ سے مصرؔ آئے اُن میں ہبتہ اللہ بن موسٰی جو "مؤید" کہلاتے ہیں اور ناصر خسرو بہت مشہور ہیں۔ داعی مؤید کی تبلیغ سے بہت سے ایرانی اسمٰعیلی بن گئے۔ جن میں ابو کالیجارؔ بویہی بھی شامل تھا۔ اسمٰعیلیوںؔ کی ترقی دیکھ کر بعض ایرانی مؤید کے خلاف ہو گئے اور اس کا پیچھا کیا۔ ۴۳۶ھ میں اسمٰعیلیوں کو بہت نقصان پہنچا اور ان کے کئی آدمی مارے گئے۔ مؤید شیرازی بغداد اور موصل کے راستے سے مصر پہنچے اور داعی حمید الدینؔ کرمانی کے زیر تعلیم رہ کر دعوت کے اونچے درجے طے کئے۔ بڑے انتظار کے بعد ۴۳۹ھ میں ۲۹ر شعبان کو اسے مستنصرؔ کے دربار میں باریابی نصیب ہوئی۔ مستنصر نے اسے "باب الابواب" کے رتبے سے سرفراز کیا جو اسمٰعیلی دعوت میں سب سے بڑا رتبہ ہے اور جسے "فصل الخطاب" کا شرف حاصل ہے۔ کچھ دنوں بعد مستنصرؔ نے اسے لشکر کا سردار بنا کر بساسیری کی مدد کے لئے شام روانہ کیا[1]۔ مؤید کو جو مستنصرؔ سے گہرا تعلق تھا اسے خود مؤید نے اس طرح بیان کیا ہے کہ "اگر میں حضرت رسول خدا صلعم کے زمانے میں ہوتا تو سلمان کے رُتبے سے میرا رتبہ کم نہ ہوتا اور حضرت یہ فرماتے کہ تم اہلِ بیت سے ہو"۔

مؤید نے اسمٰعیلی دعوت کی بڑی خدمت انجام دی۔ وہ ہمیشہ مجلسیں منعقد کرتا اور کلام مجید کی تاویل مجلسوں میں بیان کرتا تھا۔ اس کے لکچر چھ جلدوں میں مرتب کئے گئے ہیں جو "مجالس الحکمۃ یا المجالس المؤیدیہ" کہلاتے ہیں ان میں قرآنی آیات اور چند فقہی احکام کی تاویل

---

[1] السیرۃ المؤیدیہ ۱۴۸ - ۱۵۲۔

بیان کی گئی ہے۔ اس نے خود اپنی سیرت لکھی جو "السیرۃ المویدیۃ"[1] کے نام سے مشہور ہے۔ امام آمر کے قتل کے بعد جب اسمٰعیلی دعوت مصر سے یمن میں منتقل ہوئی تو اس کی بنیاد اسی داعی نے ڈالی اور یہی لمک بن مالک کا استاد ہے۔ اس نے مستنصر کے حکم سے لمک کو تعلیم دے کر یمن روانہ کیا۔ جس کی کیفیت گزر چکی ہے[2] اس کا ایک دیوان ہے جواب تک نہیں چھپا۔

اسی داعی کے اور مشہور شاعر ابوالعلا المعری کے درمیان جس نے گوشت کھانا ترک کر دیا تھا۔ مسئلہ "اکل لحوم الحیوانات" پر مباحثہ ہوا۔ اس مضمون پر جانبین سے کئی رسالے نکلے جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں شائع کئے گئے[3]

حکیم ناصر خسرو

مغربی اسمٰعیلیوں میں مستعلوی جماعت کے ہاں ناصر خسرو غیر معروف ہے۔ اس لئے مستشرق ایوانو نے اسے مشرقی اسمٰعیلیوں یعنی نزاریوں کے داعیوں میں شریک کیا ہے اور بدخشانی اسکول میں سب سے قبل اس کا تذکرہ لکھا ہے[4] حالانکہ ناصر خسرو کی تصنیفوں میں نزار کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ اس کے اسمٰعیلی ہونے کا ثبوت خود اس کی کتابیں ہیں۔ خصوصًا "وجہ دین" جو "تاویل الدعائم" قاضی نعمان بن محمد کی تصنیف

---

[1] موید نے شیراز میں اسمٰعیلیوں پر سختیوں کی کیفیت۔ اپنا مصر کا سفر۔ مصر میں اسمٰعیلی دعوت کی افسوسناک حالت۔ شام کا سفر۔ حلب کی فتح۔ مصر کو واپسی۔ یہ سب واقعات تفصیل سے اس سیرت میں بیان کئے ہیں۔

[2] فصل ۲۵ (دعاۃ مطلقین)

[3] پروفیسر مارگولیت نے ان میں سے چند رسالے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کئے ہیں۔ (J.R.A.S., 1902 pp. 289-332)

[4] A Guide to Ismaili Literature

کے بالکل موافق ہے۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا فارسی ترجمہ ہے۔ مستنصر کو یہ خداوند زماں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے دربار میں متعدد رازی۔ خانی اور سلیمانی موجود ہیں۔

حکیم ناصر خسرو خراسان کی دعوت کا صدر تھا۔ اسی لئے اسے حجت خراسان کہتے تھے۔ وہ خود اپنے آپ کو قبادیانی بتاتا ہے۔ اس کی پیدائش ۳۹۴ھ میں ہوئی اس کا ابتدائی زمانہ خوب تعیش میں گزرا۔ ایک خواب کی وجہ سے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا اور اس وقت سے وہ زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اسے فلسفے کا بڑا شوق تھا۔ سقراط۔ افلاطون اور ارسطاطالیس کی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ بلاد اسلامیہ کی سیاحت کرتا ہوا بتاریخ ۷ رصفر ۴۳۹ھ مصر پہنچا[1] اور داعی موید شیرازی سے جس کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ باطنی علوم کی تعلیم پائی[2] دولت فاطمیہ کی شان و شوکت کا اس پر بڑا اثر پڑا۔ اس نے قاہرہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ گزر چکی ہے[3] مستنصر کے دربار میں باریابی کے لئے اسے بھی موید شیرازی کی طرح تقریباً ڈیڑھ سال انتظار کرنا پڑا[4]۔ تقریباً تین سال ٹھیرنے کے بعد بتاریخ ۱۴ر ذی الحجہ ۴۴۱ھ میں مصر سے واپس ہوا اور طویل سیاحت کے بعد خراسان پہنچا۔ اس کی مشہور کتابیں سفرنامہ۔ روشنائی نامہ۔ سعادت نامہ۔ زاد المسافرین۔ وجہ دین[5]۔ دیوان اشعار ہیں۔ اس نے تقریباً ۴۸۱ھ میں وفات پائی[6]۔

---

[1] سفرنامہ ۵۴۔ [2] دیوان۔ صفحہ ۲۱۳۔۲۱۴ (مطبوعہ طہران)

[3] فصل ۱۰ (شہر قاہرہ کی تعریف)

[4] O'Leary Arabic Thought., p. 161.

[5] یہ سب کتابیں کاویانی پریس (برلن) میں چھپ گئی ہیں اور اسمٰعیلی اصول و عقائد پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

[6] میرے عزیز دوست معتضد ولی الرحمٰن مرحوم مددگار پروفیسر جامعہ عثمانیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

دولت فاطمیہ کے دیگر علماء

اختصار کے لحاظ سے ہم نے صرف چند نہایت مشہور علمار کا ذکر کیا ہے ۔ ان کے علاوہ اور بھی علمار ، ہیں جن کے نام ۔ تصنیفین ۔ مختصر سوانح عمریاں مستشرق ایوانوز کی کتاب سے معلوم ہوسکتی ہیں[۱]۔

(ج) دورِ فاطمی کے شعراء

فاطمیین کے دور میں شاعروں کی بڑی عزت اور قدر کی جاتی تھی۔ کوئی شاعر ان کے دربار سے محروم نہ جاتا ۔ ان کی فیاضیوں سے شعرا مالا مال ہوکر واپس جاتے ۔ بعض بغداد سے بیزار ہوکر مصر پہنچے ۔ یہاں ان کی ایسی آؤ بھگت ہوئی کہ انھوں نے مصر کو اپنا وطن بنالیا[۲] ان کی امیدوں سے کہیں زیادہ دولت ملی ۔ بیش بہا انعاموں اور صلوں سے انھیں مائل کیا جاتا تھا کہ وہ فاطمی فتوحات اور اسمٰعیلی دعوت کے دوسرے کارنامے بڑھا چڑھا کر عوام میں خوب نشر کریں ۔ کیونکہ اس زمانے میں شعر ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے ایک ملک کی خبر دوسرے ملک میں بہت سرعت کے ساتھ پہنچ جاتی تھی ۔ شعرا اخبار کے مدیروں کا کام دیتے تھے ۔ حکمرانوں کے علاوہ رئیسوں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :۔ حیدرآباد دکن نے ناصر خسرو کی نفسیات پر ایک مفصل اور مفید مضمون شائع کیا ہے ۔ صاحب موصوف کی رائے ہے کہ " امپریکل سائیکالوجی " میں ناصر خسرو دوسرے مسلمان مفکروں سے بہت آگے ہے۔ Psychology of Nasiri Khusraw p. 2

[۱] A Guide to Ismaili Literature

[۲] عبدالوہاب بن نصر المالکی ۔ ایسے اور شعرا کی مثالیں عمادالدین اصفہانی نے اپنی کتاب " خریدۃ القصر وجریدۃ العصر " میں درج کی ہیں (الفاطمیون فی مصر ۱۶۰ - ۱۶۳)

امیروں میں بھی شاعروں کی سرپرستی کا عام دستور تھا۔ چنانچہ جب وزیر یعقوب بن کلس نے وفات پائی تو تقریباً سو شعرا نے مرثیے کہے اور سب کو انعامات ملے[1] وزیر افضل کے بھی اکثر شعرا ممنون تھے۔

معز کے دربار میں جو ابن ہانی کا رتبہ تھا۔ اس سے کون سا ادیب واقف نہیں ہے[2]۔ خلیفہ آمر نے برکۃ الجیش پر ایک ایسا منظرہ بنوایا تھا جس میں متعدد طاقچے اور ہر طاقچے پر ایک شاعر کی تصویر مع نام اور وطن۔ اس کے ایک جانب کپڑے کے ایک چسپاں ٹکڑے پر شاعر کا کچھ کلام۔ دوسری طرف ایک نفیس مطلا رف (خانہ یا کمان) تھی۔ جب خلیفہ داخل ہوا اور اس کے سامنے اشعار پڑھے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ہر رف پر پچاس پچاس دینار کی ایک تھیلی رکھی جائے اور ہر شاعر اپنے ہاتھ سے اپنی تھیلی اٹھائے[3]۔ خلیفہ فایز کے ہاں شاعر عمارہ یمنی کی وقعت و منزلت اور عمارہ سے اس کے فیاضانہ سلوک پر تاریخ شاہد ہے[4]۔

مصر کے شعرا کی عہدواری فہرست ان کی سوانح عمریوں کے ساتھ پروفیسر حسن ابراہیم حسن نے لکھی ہے[5] ان میں مشہور علی تونسی ابن ہانی۔ الامیر تمیم بن خلیفہ معز۔ ابو حامد انطاکی۔ داعی موید شیرازی ناصر خسرو اور عمارۃ یمنی ہیں۔ مغرب کے شاعروں کا ذکر داعی ادریس نے کیا ہے[6]

ان شاعروں میں الامیر تمیم بن المعز مشہور رہے۔ مورخوں اور ادیبوں نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ امام معز کا بیٹا تھا۔ ابو منصور ثعالبی نے اپنی کتاب

---

[1] ابن خلکان ۲/۳۳۴

[2] فصل ۱۴ (معز کی روانگی مغرب سے مصر کو)

[3] مقریزی ۱/۴۸۶ [4] النکت العصریہ فی اخبار الوزراء المصریہ ۳۲-۱۲۰۔

[5] الفاطمیون فی مصر ۱۵۲-۱۷۷ (بحوالہ اصفہانی۔ ثعالبی۔ ابن الجوزی وغیرہ)

[6] عیون الاخبار ۵/۱۸۶

یتیمۃ الدھر میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں اس کے چند اشعار نقل کئے ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ یہ شاعر فاضل۔ ماہر۔ لطیف اور ظریف تھا۔ اس کے سب شعر اچھے ہیں[1]۔ شراب گلاب۔ نرجس۔ نیلوفر۔ مناظر قدرت وغیرہ کی تعریف سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ ایک موقع پر کہتا ہے:۔

وقال فی صفۃ مجلس عنی باصناف العنبر والکافور والریاحین لمولانا العزیز باللہ علیہ السلام:۔

ومجلس قد حاز من حسنہ	مثل الذی حاز من المجد
یضحک للتفاح نارنجہ	ویغمز النرجس بالورد
والبس الاترج ما بینہا	صفوۃ من عذب بالصد
وانتصب اللیمون من حولہ	مثل انتصاب النہد للنہد
قابلہ وجہ امام الہدی	فلاح فیہ قمر السعد
وانک فعت عید انہ وسطہ	بکل ممتد و مشتد
یتبعہا الزمر حنینا کما	ناح القماری علی الزند
اذا اعتلی العنبر عنت لہ	رائحۃ الکافور والند
لا زالت الایام معمورۃ	منک ابا المنصور بالرشد

وقال وقد استہدی بعض حاشیۃ منہ خمراً:۔

بعثتہا من صرف داح قرقف	کانہا یاقوتۃ فی شنف
اذا رجٌ فی قدح مستطرف	یحلف من یشربہا بالمصحف

بانہا لو لم تفح لم تعرف[2]

---

[1] ابن خلکان ۱/۹۷

[2] دیوان الامیر تمیم المعز راقم الحروف اس دیوان کی تصحیح وتہذیب میں مصروف ہے۔

(د) عہدِ فاطمی کی صنعت و حرفت اور معماری

اگرچہ عہدِ فاطمی علم و حکمت کی ترقی کا موید نہ تھا پھر بھی وہ صنعت و حرفت اور معماری میں کافی ممتاز رہا۔ اعلیٰ مصنوعات، اور بلند پایہ عمارتیں اس عہد میں تیار ہوئیں پہلے خلفا معز اور عزیز کے زمانے میں جو آسودگی ملک کو نصیب ہوئی وہ فرعونی اور اسکندری عہد کی خوش حالی کا مقابلہ کرتی تھی! اس خوش حالی کے آثار صنعت و حرفت میں بھی نمودار ہوئے۔[1]

فاطمیین کے عہد کی عمارتوں میں سب سے قدیم عمارت جامع ازہر جس کی بنیاد معز کے غلام جوہر نے ۳۵۹ھ میں ڈالی آج تک باقی ہے۔ اگرچہ اس میں بہت کچھ اضافے اور ترمیمیں ہوئیں لیکن اس کا بیچ کا حصہ اینٹوں کا بنا ہوا اصلی ہے۔ اس کی کمانیں نوک دار اور اس کا وزنی مینار چوکور ہے۔ عام طور پر اس میں ایرانی کاریگری کا اثر نمایاں ہے۔ دوسری قدیم ترین مسجد جامع حاکم ہے جسے حاکم کے باپ عزیز نے ۳۷۹ھ میں شروع کیا تھا اور جو حاکم کے زمانے (۴۰۳ھ) میں اختتام کو پہنچی۔ اس کے اور جامع ازہر کے نقشے میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس کا خشتی قبہ جو قبلے کی جانب واقع ہے ایک ہشت پہلو عمارت پر بنایا گیا ہے۔ چونکہ اس کا مینار مربع نہیں ہے۔ اس لئے اس کے معمار غالباً شمالی عراق کے ہوں گے نہ کہ شامی۔ پہلی وہ عمارت جس میں اینٹوں کی بجائے پتھر کا زیادہ استعمال کیا گیا ہے جامع اقمر ہے جو عہد آمر ۵۱۹ھ میں بنی[2] اس کی روکار غالباً آرمینی نصرانی معماری کی ایک مثال ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے جس کی چھت مقرنس[3] ہے جو پچھلی

---

[1] Hilti, p. 630　　[2] مقریزی ۲/۲۹۰

[3] "سقف مقرنس" وہ چھت ہے جو سیڑھی کی شکل پر بنائی گئی ہو۔

اسلامی عمارتوں کی ایک خصوصیت ہے۔ اس میں اور صالح بن رزیک (متوفی ۵۵۶ھ) کی مسجد میں جلی کوفی خط کے کتبے اور نقشے ہیں جن میں فاطمی صنعت خاص شہرت رکھتی ہے[۱]۔ ایسی عجیب صنعتوں مثلاً مقرنس چھتوں اور گہری محرابوں میں جن کے موجد فاطمی عہد کے معمار ہیں۔ بنو ایوب اور ممالیک کے آئندہ زمانوں میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ اسی طرح پتھروں یا لکڑی کے تختوں پر جو کتبے ملتے ہیں وہ آئندہ صنعت کی شان و شوکت کے ابتدائی مدارج ہیں۔ قاہرہ کے ان عالی شان دروازوں میں جو فاطمی عمارتوں کی عظمت کا ثبوت دیتے ہیں۔ تین دروازے (۱) باب زویلہ (۲) باب النصر (۳) باب الفتوح اب بھی موجود ہیں۔ یہ عظیم الشان دروازے جنھیں رہا[۲] کے معماروں نے بازنطینی وضع پر بنایا ہے فاطمیین کے بہت پائدار آثار ہیں۔

قاہرہ کے عربی عجائب خانے میں چند دروازوں کے تختے ہیں جن کی تاریخ فاطمی عہد سے شروع ہوتی ہے۔ ان پر مختلف جانوروں کی تصویریں کندہ ہیں۔ کہیں ہرنوں پر وحشی جانور حملہ کر رہے ہیں۔ کہیں خرگوشوں کو گدھ پکڑ رہے ہیں۔ کہیں جانوروں کے جوڑے ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ تصویریں ساسانی نمونوں سے لی گئی ہیں۔ یہی مشابہت عہد فاطمی کے پیتل اور کانسی کی مصنوعات میں بھی پائی جاتی ہے جن میں زیادہ تر آئینے۔ لوٹے۔ صراحیاں اور عود دان شامل ہیں۔ ان میں سب سے بہترین ایک پیتل کا عنقا ہے جو چالیس انچ اونچا ہے[۳]۔ اسی طرح پارچہ بانی کی صنعت بھی تعریف کے قابل ہے جس کے نمونے صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں مغرب (یورپ) میں داخل ہوئے۔ کپڑا بننا مصر کی ایک قومی صنعت تھی۔ اس پر بھی

---

[۱] باب النصر پر "لا الٰہ الا اللہ - محمد رسول اللہ - علی ولی اللہ" کوفی خط سے لکھا ہوا ہے۔ (مقریزی ۲/۲)
[۲] E-Dessa
[۳] یہ عنقا پیسا Pisa کے عجائب خانے میں محفوظ ہے۔

ایرانی خاص کر ساسانی وضع کا اثر نمایاں تھا۔ فاطمی عہد کے کپڑوں میں جانوروں کی تصویریں رسمی وضعوں میں پائی جاتی ہیں[1]۔ بعض مصری شہر مثلاً دابق۔ دمیاط اور تنیس قرون وسطیٰ میں پارچہ بافی کی صنعت کے لئے مشہور تھے۔ اسی وجہ سے جو کپڑے یہاں تیار ہوتے تھے وہ دبیقی دمیاطی اور تینسی کہے جاتے تھے۔ انگریزی شاعر چاسر کے زمانے میں جو کپڑا فلسطین کے نام سے مشہور تھا وہ فسطاط سے آتا تھا جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔

مٹی کے برتنوں کی صنعت میں دوسری صنعتوں کی طرح ایرانی وضع کی پیروی کی جاتی تھی۔ اس میں بھی جانوروں کی تصویریں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مقریزی نے فاطمی خزانوں کے ذکر میں مٹی اور مختلف دھاتوں کی مصنوعات کی تفصیل بیان کی ہے۔ ان برتنوں میں سفالی کام کے برتن بھی شامل ہیں[2]۔ ناصر خسرو کہتا ہے کہ "مصری ایسے عمدہ اور شفاف مٹی کے برتن بناتے تھے کہ ان میں آدمی اپنا ہاتھ آر پار دیکھ سکتا تھا[3]"

عہد اسلام میں جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے کتابوں کی سب سے پرانی جلدوں کے نمونے مصر سے نکلے جو آٹھویں یا نویں صدی عیسوی کے ہو سکتے ہیں۔ یہ اپنی آرائش اور کاریگری میں قدیم قبطی جلدوں سے مشابہ ہیں۔ اس مصری صنعت کے فروغ پانے کے بعد چمڑے پر ٹھپا لگانا اور نقش کرنا مسلمان کاریگروں کی عام صنعت بن گئی ہے[4]۔

فاطمیین کی ثروت دیکھنے کے بعد جس کی کیفیت آئندہ بیان کی جائے گی اس بات کا اور زیادہ ثبوت ملتا ہے کہ عہد فاطمی میں صنعت و حرفت کا بازار بہت گرم تھا[5]۔

---

[1] Conventionalized and Heraldic Poses

[2] مقریزی ۲ / ۲۵۳ - ۲۸۰

[3] فصل ۱۰ (صنعت و حرفت کی ترقی)

[4] Hitti History of the Arabic pp. 630, 631 (بحوالہ Krenkow وغیرہ)

[5] فصل ۲۰ -

فصل (۳۰)

(ا) فاطمیین اور ان کے وزیروں کی ثروت

مقریزی نے معتبر مورخوں کے حوالے سے فاطمیین کی دولت و ثروت کے متعلق مختلف مقامات پر کئی صفحے لکھے ہیں جس سے ان کے تمول کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مستنصر کے خزانوں کی تعریف و توصیف "الف لیلۃ ولیلۃ" کی ایک کہانی معلوم ہوتی ہے[۱]

مصر کی مشہور زرخیزی کی کیفیت اس تاریخ کے مقدمے میں بیان کی گئی ہے۔ معز جب بلاد مغرب سے اپنا پائے تخت منتقل کر کے مصر روانہ ہوا تو اس کے ساتھ "ڈھیروں سونا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے دینار پگھلا کر اُن کی چکیاں بنوائیں اور ان کو سواریوں پر لاد کر اپنے ساتھ مصر لے گیا"[۲]

معز کی دو بیٹیوں کا بیش بہا ترکہ

معز کے مصر میں پہنچنے کے بعد فاطمیین کا تمول آئے دن بڑھتا گیا۔ اس کی ایک بیٹی عبدہ کا ۴۴۲ھ میں انتقال ہوا تو اس کے ترکے میں پانچ زمرد کی تھیلیاں اور مختلف قسم کے قیمتی جواہرات کے علاوہ سو صندوق جس

۱؎ Lane Poole p. 147

۲؎ اتعاظ الحنفاء۔ ۶۵۔

یں خالص چاندی کے کام کے تین ہزار برتن تھے۔ تیس ہزار قطعے صقلی زردوزی اور کارچوبی کے۔ لوٹے طشت اور لوٹے لوٹے خالص بلور کے۔ چار سو تلواریں جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا۔ سترہ مثقال کا ایک سرخ یاقوت غرض کہ یہ سب بیش بہا سرمایہ نکلا مرحومہ کے حجروں اور صندوقوں پر مہر کرنے میں چالیس پاؤنڈ موم خرچ ہوتا تھا۔ اور اس کے مال واسباب پر لیبل لگانے کے لئے کاغذ کے تیس بستوں (دستوں؟) کی ضرورت پڑتی تھی۔ معز کی دوسری لڑکی رشیدہ کا انتقال اسی سال ہوا۔ اس کے مال واسباب کی قیمت کا اندازہ ۲۷ لاکھ دینار کے لگ بھگ کیا گیا! اس کے علاوہ بارہ ہزار رنگ برنگ کے کپڑے۔ کافور قیصری سے بھرے ہوئے سو صندوق۔ سر پر ڈالنے کے جواہر دوز کئی رومال برآمد ہوئے۔[۱]

خود معز نے دنیا کا ایک نقشہ سونے اور مختلف رنگوں کا شہر تستر (ایران) میں بائیس ہزار دینار کی لاگت سے تیار کرایا۔ اس کی بیوی تعزیدنے قرافہ میں ایک مسجد سنگ مرمر کے ستونوں کی بنوائی جس کی آرائش میں بڑی رقمیں صرف کی گئیں۔ چھت کی بہترین نازک نقاشی کی نفاست آپ اپنا جواب تھی۔

قصر شرقی کبیر میں سونے کا محل اور سونے کا تخت

قصر شرقی کی بنیاد قائد جوہر نے معز کے حکم سے ڈالی تھی[۲] اس کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ یہ بستان کافوری سے متصل تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں تقریباً چار ہزار قطعے تھے جن میں ہر قطعہ

۱۔ مقریزی $\frac{۲}{۲۶۴}$

۲۔ عزیز نے اس کے مقابل ایک دوسرا محل بنایا تھا جو اس سے چھوٹا تھا۔ اسی لئے اسے قصر غربی (صغیر) کہتے تھے۔ ان دو قصروں کے درمیان ایک بہت بڑا وسیع میدان تھا۔ جو " بین القصرین " کہا جاتا تھا۔ اس میں دس ہزار سپاہی پریڈ کر سکتے تھے۔

قصر یا محل کہا جاتا تھا۔ ان محلات کے مجموعے کا نام قصر کبیر تھا۔ اس میں ایک سونے کا محل تھا جسے قصر الذہب کہتے تھے۔ اس کا دروازہ بھی سونے کا تھا اس میں ایک شامیانے کے نیچے سونے کا تخت تھا جس پر خلفا جلوہ نما ہوتے تھے تخت کے سونے کا وزن ایک لاکھ دس ہزار مثقال بتایا جاتا ہے۔ مستنصر کے زمانے میں اس کے سامنے کے ایک پردے میں ایک ہزار پانچ سو ساٹھ مختلف رنگوں کے ہیرے جڑے گئے اور تقریباً تین لاکھ مثقال خالص سونا استعمال کیا گیا۔[1] اس کے علاوہ ایک دوسرا محل قصر زمرد تھا جس کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور اس کے ایک عالی شان دالان میں خلیفہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو بیٹھتا تھا۔ اب ان محلات کا کوئی نشان باقی نہیں۔ ان کی جگہ سوق النخاسین اور خان الخلیلی دو بازار قائم ہو گئے ہیں۔

کعبے کا پردہ

معز نے خلافت عباسیہ کے پردے سے بہت بڑا ایک چوکور سرخ ریشمی پردہ (شمسہ[2]) ایک سو چوالیس بالشت لمبا تیار کرایا تھا اس کے گرد سونے کے بارہ چاند اور ہر چاند میں سونے کا ایک ایک ترنج اور ہر ترنج میں کبوتر کے انڈے کے برابر پچاس پچاس موتی ٹانکے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سرخ۔ پیلے اور نیلے رنگ کے جواہرات بھی لگائے گئے تھے۔ اس کے گرد زمردی حروف میں حج کی آیتیں لکھوائی گئی تھیں جن کے اطراف جواہر دوزی کی گئی تھی۔ یہ پردہ مشک سے بسا رہتا اور قصر میں نمائش کے لیے رکھا گیا تھا۔[3]

عزیز کو جواہرات اور نادر چیزیں جمع کرنے کا شوق

عزیز کو جواہرات اور نوادر جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ان کے فراہم کرنے

---

[1] مقریزی ۲/۲۱۷ [2] مقریزی ۲/۲۱۷ "شمسیہ" لکھا ہے جس سے مراد پردہ ہے (الفاطمیون فی مصر ۲۲ بحوالہ مستشرق Quater-mere جس نے اس پر کافی بحث کی ہے)

[3] مقریزی ۲/۲۱۷

میں بڑی بڑی قیمیں صرف کی گئیں۔ تھنیاں۔ گینڈے اور دوسرے عجیب قسم کے جانور جو پہلے مصر میں نایاب تھے افریقہ کے دوسرے شہروں سے لائے گئے۔ سونے کا محل۔ شامیانے اور سونے کا تخت، یہ سب چیزیں عزیز ہی کے زمانے کی ہیں۔ جامع حاکم جس کی بنیاد عزیز نے رکھی۔ جامع قرافہ اور دوسرے محلات خاص کر قصر البحر جس کی شان میں ابن خلکان یہ کہتا ہے کہ اس کی نظیر نہ شرق میں پائی جاتی تھی نہ غرب میں[1] عزیز کی ثروت کا پتہ دیتے ہیں۔ عزیز ہی کے عہد سے فوج کے سواروں نے مراسم کے موقعوں پر سنہری زینوں کا استعمال شروع کیا[2]۔

حاکم اور اُس کی بہن ست الملک کی ثروت

حاکم نے بھی اپنے ترکے میں بہت مال چھوڑا اسے بھی اپنے بزرگوں کی طرح اپنی شان وشوکت دکھانے کا بڑا شوق تھا۔ جب اسے یہ خبر پہنچی کہ قیصر قسطنطنیہ کا ایلچی مصر آنے والا ہے تو اُس نے قصر کی آرائش کا حکم دیا۔ قصر کی دیواریں ریشمی زرین کپڑوں سے آراستہ کی گئیں۔ تمام ایوان سونے سے جگمگانے لگا۔ ایوان کے آگے سونے کا ایک قطعہ "ورقہ" کی شکل کا جواہرات سے مرصع رکھا گیا۔ سورج کی شعاعیں جب اس پر گر کر منعکس ہوتیں تو ان کی روشنی سے اطراف کی چیزیں چمک اُٹھتی تھیں۔ حاکم کی بہن کے محل سے آٹھ سو لونڈیاں۔ مسک سے بھرے ہوئے آٹھ مرتبان۔ بہت سے جواہرات جن میں ایک یاقوت آٹھ مثقال کا تھا نکلے۔ اس کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار دینار تھی۔ یہ اپنے حلم اور کرم میں مشہور تھی[3]۔

مستنصر اور آخری نائب عاضد کے خزانے

مستنصر کے خزانوں میں بڑی قیمتی اور نایاب چیزیں تھیں جن کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے[4]

---

[1] ابن خلکان ۲/۱۵۲ [2] مقریزی ۲/۲۷۰

[3] مقریزی ۱/۱۴۵ ابو المحاسن ۲/۴

[4] فصل ۱۸ (امام کے محل کی لوٹ)

آخری نائب عاضد کے انتقال کے بعد شاہی خزانے میں جتنا مال تھا اُس کی کیفیت کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن اس کا اندازہ مقریزی کے اس قول سے ہوسکتا ہے کہ ماہ ربیع الآخر ۵۶۷ھ میں جب دولت فاطمیہ کے مخصوص خزانے کھولے گئے تو درہم۔ دینار۔ گڑھی ہوئی اشیا۔ جواہرات۔ پوشاک۔ اثاثہ۔ کپڑا اور طرح طرح کے ہتھیار۔ غرض کہ ایسا انمول سرمایہ نکلا، جس کی قیمت ملک اکاسرہ سے بھی زیادہ تھی اور جس کی حد بندی تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اس کا حساب وہی کر سکتا ہے جو آخرت میں خلق کا حساب کرے گا۔[1]

وزیر یعقوب بن کلس اور وزیر برجوان کے خزانے

یہ تو خلفا کے تمول کی کیفیت تھی۔ ان کے وزرا بھی بڑے مال دار تھے اور شاہانہ شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یعقوب بن کلس کا کچھ ذکر گزر چکا ہے۔ اس نے اپنی ایک خانگی فوج تیار کی تھی جس کے افسر قائد کہے جاتے تھے۔ مختلف کاموں کے لئے کچہریاں کھولی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے بڑے شان دار محل میں بیماروں کے لئے ایک دواخانہ بھی تھا۔ اس کے دربان بھی خلیفہ کے دربانوں کی طرح ریشمی لباس پہنتے تھے۔ شہر رمضان میں فقیہوں اور مشہور لوگوں کے علاوہ غربا اور عوام بھی اس کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ اس کا دبدبہ خلیفہ کے دبدبے سے کم نہ تھا۔ اس کی سالانہ تنخواہ ابن منجب صیرفی کے بیان کے مطابق ایک لاکھ دینار[3] یعنی پچاس ہزار گینی سے زیادہ تھی[2]۔ اُس کے پاس

---

[1] مقریزی ۱/۴۹۶

[2] الاشارۃ الی من نال الوزارۃ ۲۳۔

[3] لفظ دینار دیناریوس سے مشتق ہے۔ جو اصل میں ایک یونانی لاطینی لفظ ہے۔ یہ ایک سونے کا سکہ ہے جو ابتدا میں دس درہموں کے مساوی تھا۔ زمانوں کے اختلاف کی وجہ سے اس کی قیمت میں بھی اختلاف ہوتا گیا۔ خلیفہ اموی عبدالملک کے زمانے سے جس نے ۷۶ھ میں سکے کی اصلاح کی اس کی قیمت تقریب تقریب ایک ہی

(باقی اگلے صفحہ پر)

چار ہزار غلام تھے۔ اعلیٰ درجے کے جواہرات اور دوسری نایاب چیزوں کی قیمت تقریباً نو لاکھ دینار تھی۔ انتقال کے وقت سولہ ہزار دینار تاجروں کا جو قرض اس کے ذمے تھا خلیفہ عزیزؔ نے وہ سب بیت المال سے ادا کیا۔ ابن منجب صیرفیؔ نے چالیس لاکھ دینار اس وزیر کی ثروت کا اندازہ لگایا ہے۔ یہ رقم ان دو لاکھ دیناروں کے علاوہ تھی جو اُس نے اپنی لڑکی کی شادی کے لئے خاص کر دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ایک زمین کا قطعہ بھی تھا جس کی قیمت تین لاکھ دینار تھی۔ اس کی آٹھ سو لونڈیاں تھیں۔

برجوانؔ کے انتقال کے بعد اس کے خزانوں میں ایک ہزار دبیقی شلواریں۔ ایک ہزار ریشمی کپڑے اور دوسری پوشاکیں۔ اثاثہ، موسیقی کے آلات۔ کتابیں اور نادر چیزیں بکثرت نکلیں۔ اس وزیر کو گانے بجانے کا بڑا شوق تھا۔[۱]

وزیر افضل کے خزانے

فاطمیین کے آخری دور میں جب کہ حکمرانوں کا اقتدار گھٹ گیا اور وزرا حکومت پر چھا گئے تو ان کو دولت سمیٹنے کا اچھا موقع ملا۔ اس سلسلے میں ابن میسرؔ نے حیرت انگیز واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ جب وزیر افضلؔ کا انتقال ہوا اور اس کے خزانوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے محل میں بے انتہا مال و اسباب ہے۔ خلیفہ آمرؔ نے اس کے مال و اسباب کو اپنے محل میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ کئی منشی اس کام پر مقرر کئے گئے۔ اور اس بیش بہا سامان کی منتقلی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ رہی ہے (لفظ دینار دائرۃ المعارف الاسلامیہ) اس زمانے سے مختلف اسلامی ممالک میں یہ سکہ ڈھالا جاتا تھا۔ لین پول کہتا ہے کہ دینار وزن میں نصف گینی (انگریزی اشرفی) کے مساوی ہے۔ مقریزی کے مطابق وہ چھبیس درہم کے برابر ہے (الفاطمیون فی مصر ۲۲۸) بحوالہ S. Lane Poole Coins and Medals p. 165-167 And the Story of Cairo p. 59

[۱] مقریزی ۳/۲

میں تقریباً دو مہینے لگے - خود خلیفہ اس کی نگرانی صبح و شام کرتا تھا۔
رقمیں اور نایاب قیمتی چیزیں جو افضلؔ کے خزانوں سے برآمد ہوئیں ان کی تفصیل مورخوں نے لکھی ہے - طوالت کے خوف سے ہم حذف کرتے ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ ساٹھ لاکھ دینار نقد کے علاوہ بیت الخاصہ، البیت البرانی اور دارالملک میں سے تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ دینار نکلے - جواہرات سے مرصع ایک خاص دوات قیمتی بارہ ہزار دینار - سونے اور چاندی کے ورق زربفتی - کارچوبی اور ریشمی عنابی کپڑے - چاندی سونے اور بلور کے طبق اور برتن - سونے کی ڈبیوں سے بھرے ہوئے صندوق - ریشمی مسندیں - ریشمی بچھونے - ریشمی پردے - چینی کے بڑے بڑے مرصع برتن - مشک، عنبر - کافور - عود اور عطر سے بھری ہوئی بوتلیں - متعدد بڑے بڑے خزانے جن میں تنیسؔ اور دمیاط کے بنے ہوئے کپڑے وغیرہ کی بڑی کثرت تھی - افضلؔ کے محل کے دس قطعوں میں سے ہر قطعہ میں سونے کی دس دس کھونٹیاں تھیں جن میں ایک ایک کھونٹی دو سو مثقال کی اور ان کھونٹیوں پر مختلف رنگوں کے عمامے لٹکے رہتے تھے - اس کے محل میں آٹھ سو لونڈیاں اور پچاس بیویاں تھیں - ہر ایک کے لئے ایک ایوان مخصوص تھا - جس محل میں یہ شراب پیتا تھا - اس میں آٹھ لڑکیوں کی مورتیں چار سفید کافوری اور چار سیاہ عنبری ایک دوسرے کے سامنے نصب کی گئی تھیں - ان کو نہایت عمدہ پوشاک پہنائی گئی تھی - اور انھیں قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا گیا تھا - ان کے ہاتھوں میں بیش بہا جواہرات رکھے گئے تھے - جب وزیر افضلؔ اپنے محل میں داخل ہوتا تو یہ مورتیں اس کی تعظیم کے لئے سر جھکا دیتیں اور جب اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تو پھر وہ سیدھی کھڑی ہوجاتیں - جب وہ شراب پینے کے لئے بیٹھتا تو اُس کے سامنے جواہرات سے بھرے ہوئے سونے کے طبق رکھے جاتے - پھر اُس کے حکم دینے پر ان جواہرات

کو خالی کر کے ان میں شراب بھر دی جاتی ۔ وزیر مذکور کی ثروت کے متعلق ابن میسر کا یہ قول خود محافظ خزانہ کی روایت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے صرف اتنا ہی یاد رہ گیا ۔ اس کے علاوہ افضل کے دوسرے خزانوں اور اس کے نائبوں کے قبضے میں جو سامان تھا اس کی کوئی حد نہ تھی ۔ اس کے بعد ابن میسر لکھتا ہے کہ یہ وزیر عدل اور حسن سیرت سے موصوف تھا ۔ کبھی کسی کی جائداد اس کے زمانے میں ضبط نہیں کی گئی[۱]

ان واقعات سے اکثر مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دولت فاطمیہ کے آخری حکمرانوں نے عیش پسندی اور فضول خرچی شروع کی اور یہی ان کے زوال کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب بنا ۔ انھیں اپنی شان و شوکت کے مظاہروں کا بڑا شوق تھا جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے[۲] ۔

(ب) جمعہ ۔ عیدین اور ولیموں (دعوتوں) میں فاطمیین کے شاندار مظاہرے

۔ فاطمیین کی خصوصیتوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ ساسانی بادشاہوں کی طرح اپنی شان و شوکت کے مظاہروں میں بڑا اہتمام کرتے تھے تاکہ رعایا پر اُن کے جاہ و جلال کا اثر پڑے اور اُن کے دلوں میں ان کی امامت کی عظمت گھر کرے[۳] کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے

---

[۱] ابن میسر ۵ ۔

[۲] جو لوگ مشرقی لہو و لعب کے نمائشی جذبے سے واقف نہیں ۔ ان کے لئے فاطمیین کی ثروت کی تصدیق قریب قریب ناممکن ہے ۔ (S. Lane-Poole. p. 122)

[۳] یہ مظاہرے اکثر مراسم فاطمیہ میں ترتیب دیئے جاتے تھے ۔ جن کی تفصیل یہ ہے ۔

(۱) محرم کی پہلی رات (۲) محرم کی پہلی تاریخ (۳) یوم عاشورا (۴) حضرت رسول خدا صلعم

(باقی اگلے صفحہ پر)

آپ کو تمام انسانوں سے اعلیٰ سمجھتے تھے اور بعض حقوق الٰہی سے نہیں بلکہ خدا کے اوصاف سے اپنی ذات کو موصوف کرتے تھے[۲] جیسا کہ ان کا سب سے بڑا درباری شاعر کہتا ہے:۔

ماشئت لا ماشاءت الاقدار ۔۔۔ فاحکم فانت الواحد القہار[۲]

"اگر ان کو اپنی رعایا کا خوف نہ ہوتا تو یہ خلفا اپنے عقیدوں کی حقیقت کو جن کی پیروی قصر کی خاص مجلسوں میں شریک ہونے والے کرتے تھے۔ علانیہ عوام کے سامنے ظاہر کرتے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض اماموں کی رائے کی مخالفت میں پبلک نے ایسے احتجاج کئے جو دھمکی کی حد تک پہنچ گئے۔ جیسا کہ حاکم کے عہد میں دروزیوں کے رہبر حسن فرغانی (اخرم) اور اسمٰعیل درازی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ حضرت علیؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ اور خلیفہ حاضر کی پیدائش کے دن (۵) رجب کی پہلی اور پندرھویں اور شعبان کی پہلی اور چودھویں راتیں (۶) ماہ رمضان کی پہلی اور تیئسویں راتیں۔ (۷) عید الفطر (۸) عید الاضحیٰ (۹) عید الغدیر (۱۰) یوم فتح الخلیج (۱۱) یوم النیروز (۱۲) یوم الغطاس (۱۳) خمیس العدس (۱۴) ایام الرکوبات۔ ان موقعوں پر لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا اور خلیفہ کی سواری بڑی دھوم سے نکلتی تھی۔ ان واقعات کو شاعر عمارۃ الیمنی نے اپنے ایک قصیدے میں بہت دلچسپ پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ اس قصیدے کا مطلع یہ ہے۔

"رمیت یا دھر کف المجد بالشلل ۔۔۔ وجیدہ بعد حسن الحلی بالعطل"

یہ پورا قصیدہ اس تالیف کے آخر میں نقل کیا گیا ہے۔ مواسم کی تفصیل مقریزی ۲/ ۳۸۴-۳۹۷ میں ملے گی۔

[۱] اس کے لئے دیکھئے فصل ۱۴ (معتز کا خط حسن قرمطی کے نام) اور فصل ۲۵ (اسمٰعیلی عقاید)

[۲] ملاحظہ کیجئے میری شرح "تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی" مقدمہ صفحہ ۵۰۔ اسی طرح حافظ کی تعریف میں الشریف ابن انس الدولہ کا قول ہے:۔

"خشوعاً فان اللہ ہذا مقامہ ۔۔۔ وھمسا فہذا وجہہ وکلامہ

ہذا الذی فی کل وقت بروزہ ۔۔۔ تحیاتہ من ربنا وسلامہ"

(مقریزی ۲/ ۲۰۵)

واقعات سے ظاہر ہے۔ لیکن ان حکمرانوں کو اپنی سیاست۔ فیاضی۔ اور شان و شوکت کے مظاہروں کے ذریعے اپنا مفاد حاصل کرنے کا عجیب ڈھب یاد تھا چنانچہ شاعروں۔ قصر کے عہدہ داروں اور علما وغیرہ کو نفیس تحفے اور ہدیے دیتے۔ فقرا پر احسان کرتے اور مذہبی عیدوں اور عام تہواروں میں اُنھیں کھانا کھلاتے۔ یہ تمام باتیں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لئے کی جاتی تھیں[۱]۔"

امام کے سامنے رعیت کا زمین بوس ہونا اور سجدہ کرنا

فاطمی دربار کے آداب کی پابندی بڑی سختی سے کی جاتی تھی۔ ان آداب کی تعلیم کے لئے ایک افسر متعین تھا۔ وزیر کے لئے ایک بڑا شرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ اسے رعایا کے سامنے امام کے قدم چومنے کا موقع ملے۔ قاضی القضاۃ کو بھی اسلامی شریعت کا حامی ہونے کی وجہ سے ایسا ہی کرنا پڑتا تھا۔ عام لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب خطبے میں امام کا نام آئے یا امام راستے پر سے گزرے تو سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ عیدوں کے موقع پر امام اپنے محل میں ایسی جگہ جلوہ گر ہوتا کہ اگر اُس کے سامنے کا دروازہ کھول دیا جائے تو تمام حاضرین کی نظر اس پر پڑ سکے۔ جب یہ دروازہ کُھلتا تو لوگ دیکھتے کہ امام بڑی شان و شوکت سے بیٹھا ہوا ہے اور اس کے اطراف شمعیں اور چراغ روشن ہیں۔ امام پر نظر پڑتے ہی لوگ زمین بوسی کرتے۔ وہ اپنی آستین سے اشارہ کرتا اور لوگ اس کی آستین چومتے۔ داعی ناصر خسرو جسے مستنصر کے دربار میں باریاب ہونے کا موقع ملا لکھتا ہے کہ " ورسم ایشاں آن بود کہ ہر کجا سلطان بمردم رسیدے او را سجدے کردندے وصلوات دادندے[۲]" سجود کی رسم دولت فاطمیہ کے زمانے میں عام تھی۔ بلکہ

---

[۱] الفاطمیون فی مصر، ۲۶۔ ۲۷۔

[۲] ان لوگوں کی رسم یہ تھی کہ بادشاہ جہاں کہیں پہنچتا وہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور اس پر درود بھیجتے (سفرنامہ ۶۸)

معز کے داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے اس موضوع پر بحث کی ہے اور امام کے سامنے سجدے کو "غیر منکر" قرار دیا ہے[1]۔ امام حاکم نے اس رسم کو موقوف کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے سامنے کوئی سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ رسم روم کی ہے۔ رومی اپنے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں[2]۔

قصر الذہب میں امام کا شان دار دربار عام

قصر الذہب[3] میں سونے کے تخت پر نہایت شان و شوکت سے امام رونق افروز ہوتا۔ دربار بھرنے کے بعد جب زرتار ریشمی پردے تخت کے اطراف سے اٹھا دیئے جاتے تو بادشاہی عظمت کا عجیب منظر دکھائی دیتا۔ امام تخت پر بیٹھا ہوا۔ اس کے اطراف خوش الحان قاریوں کی جماعت کلام مجید کی آیتیں پڑھتی ہوئی۔ اس کے بعد ایک افسر آتا جسے حامل الدواۃ کہتے اور جواہرات سے مرصع دوات[4] رکھتا۔ پھر "زمام القصر" بیت المال کا مہتمم۔ حجاب۔ امنا اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے۔ ان میں سے ایک امین جن لوگوں کو امام کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتا پیش کرتا۔ سب سے پہلے وزیر امام کی حضرت میں پیش کیا جاتا۔ وہ آگے بڑھتا اور امام کے ہاتھ پاؤں چوم کر آداب بجا لاتا۔ پھر وہ اپنی جگہ واپس ہوتا اور تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہتا۔ اس کے بعد امام کی اجازت سے اس کے لئے ایک مسند تخت شاہی کی بائیں طرف بچھائی جاتی جس پر وہ بیٹھ جاتا۔ قاضی القضاۃ اس کے بعد آتا اور امام سے قریب ہو کر اپنے سیدھے ہاتھ سے تسلیم بجا لاتا اور تسبیح کے اشارے سے یہ کہتا کہ "السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس قسم کی تسلیم اس کے مذہبی عہدے کی رفعت کی وجہ سے اسی کے لئے مخصوص تھی۔ پھر مختلف

---

[1] "علی انہ لو سجد ساجد لولی من اولیاء اللہ نعم اعطا ما اللہ لم یکن ذالک بمنکر"
(کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمہ۔ صفحہ ۱۱۰ - ۱۱۲)

[2] مقریزی ۲/۷۲۔ [3] فصل ۳۰ (قصر کبیر شرقی)

[4] مقریزی ۲/۳۱۹

جماعتوں کے سردار یکے بعد دیگرے حسب ضرورت پیش کیے جاتے۔ ایک امیر ایسی خدمت پر مامور تھا کہ وہ لوگوں کو قبل اس کے کہ وہ امام کے سامنے پیش کیے جائیں آداب دربار کی تعلیم دے۔[۱]

(ج) ممالک فاطمیہ کے محصولوں کی مختلف قسمیں

(۱) خراجی اور ہلالی (مکوس)

مقریزی کہتا ہے کہ ہمارے زمانے (یعنی نویں صدی) میں مصر کے محصولوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خراجی محصول جو زمینوں کی پیداوار پر لیا جاتا ہے۔ دوسرا ہلالی محصول جن کے مختلف طریقے رفتہ رفتہ ظالم حاکموں نے نکالے ہیں۔ شریعت میں اس کا کوئی حوالہ نہیں۔ مصر میں سب سے پہلا شخص جس نے ہلالی کے نئے نئے ذریعے پیدا کئے احمد بن محمد بن مدبر ہے جو ۲۵۰ھ میں خراج کا والی تھا۔ اس نے گھاس پر جو محصول لگایا اس کا نام مراعی رکھا۔ اور دریا سے نکلنے والی چیزوں پر جو محصول عاید کیا وہ مصاید کہلایا۔ اس وقت سے مصر کی آمدنی کے دو ذریعے قرار پاتے کبھی کبھی ہلالی کو مرافق اور معاون بھی کہتے تھے۔ احمد بن طولون نے اس کی آمدنی کو جو ہر سال تقریباً ایک لاکھ دینار ہوتی تھی بالکل موقوف کردیا۔ دولت فاطمیہ کی کمزوری کے زمانے میں پھر اس قسم کا محصول شروع ہوا۔ عام طور سے یہ مکوس کے نام سے مشہور تھا۔ صلاح الدین نے اپنے عہد میں پھر اسے موقوف کر دیا۔[۲]

---

[۱] مقریزی ۲/ ۲۱۸ - ۲۱۹

[۲] مکوس جمع ہے مکس کی۔ یہ محصول ہر بائع سے اس کی بیع کے مطابق لیا جاتا تھا۔ اس لفظ کے اصل معنی نقصان ہیں۔ اس سے بائع کے نفع میں نقصان ہوتا تھا (مقریزی ۱/ ۱۶۶ - ۱۶۹ سن خراجی شمسی) اور سن ہلالی (قانون دیوان الرسائل لابن الصیرفی)

قاضی ابن قحال (متوفی ۴۵۴ھ) نے حسب ذیل مصر کے صوبوں کا محصول بتایا ہے جو غالباً مستنصر کے عہد سے تعلق رکھتا ہے:

شمالی صوبے	دینار	جنوبی صوبے	دینار
(۱) الشرقیہ	۱۲۱،۶۹۴	(۱) الجیزیہ	۱۲۹،۶۴۱
(۲) المرتاحیہ	۷۰،۳۵۸	(۲) الاطفیحیہ	۳۹۵۴۴۹
(۳) الدقلیہ	۵۳،۷۶۱	(۳) البوصیریہ	۳۹،۳۹۰
(۴) الابوانیہ	۴،۷۰۰	(۴) الفیومیۃ	۱۴۵،۱۶۲
(۵) جزیرہ القوصانیہ	۱۵۹،۶۶۴	(۵) البھنسائیہ	۲۳۴،۸۰۱
(۶) الغربیہ	۴۳۰،۹۵۵	(۶) الاشمونین وطحائی	۱۲۷،۶۷۶
(۷) السمنودیہ	۲۰۰،۶۵۷	(۷) السیوطیہ وغیرہ	۳۰۴،۸۳۴
(۸) المنوفیاتین	۱۴۰،۹۳۳		
(۹) فوا وغیرہ	۶،۰۸۰		
(۱۰) النستراویہ	۱۴،۹۱۰	جملہ	۱۰،۲۰،۹۵۳
(۱۱) روزیۃ (وغیرہ)	۳،۰۰۰		
(۱۲) جزیرۃ بنی نصر	۶۲،۵۰۸		
(۱۳) البحیرۃ	۱۳۹،۳۱۳		
(۱۴) حوف رمیس	۵۹،۰۸۰		
جملہ	۲۰،۴۰،۴۰		

شمالی اور جنوبی صوبوں کا جملہ محصول ۳۰،۶۰،۹۹۳[۱]

[۱] اسکندریہ۔ دمیاط۔ تنیس۔ تفط اور نقادہ کے تقریباً (۶۰،۰۰۰) محاصل اس میزان سے خارج ہیں۔ (S. Pool P. 152 بحوالۂ ابوصالح الارمینی النصرانی)

(۲) زکوٰۃ خمس فطرہ نجویٰ جزیہ وغیرہ

خراجی اور ہلالی (مکوس) کے علاوہ محاصل کی دوسری قسمیں زکات۔ خمس۔ فطرہ۔ بخوئی۔ جزیہ وغیرہ ہیں۔ زکات اور فطرہ تو مشہور ہیں۔ خمس عام طور پر مال غنیمت یعنی لوٹ پر لیا جاتا ہے[1] فاطمیین مصر اپنے مریدوں سے بخوی لیتے تھے۔ یعنی مرید جب اسمٰعیلی دعوت میں داخل ہوتا یا داعی یا امام کی حضرت میں پیش ہوتا تو وہ ۲½ درہم نذرانہ پیش کرتا تھا۔ بعض متمول مرید ۳۳⅓ دینار دیتے تھے[2] اہلِ کتاب سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی شرح خلیفہ آمر کے زمانے میں ۱½ دینار تھی۔ حافظ کے عہد میں وزیر رضوان نے اس میں اضافہ کرکے ۲ دینار مقرر کیے[3]

ان اسباب کے علاوہ ممالک فاطمیہ کی آمدنی کا اور ایک سبب قاہرہ کا کرایہ ہوگا۔ ناصر خسرو کے سفرنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ کا تمام شہر خلیفہ کی ملک تھا۔ شہر کی دکان۔ ہوٹل۔ حمام اور جتنی پبلک عمارتیں تھیں ان سب کا کرایہ خلیفہ کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا۔ دکانوں کا کرایہ دو دینار سے لے کر دس دینار تک تھا[4] اس آمدنی

---

[1] اس سے متعلق قاضی القضاۃ نعمن بن محمد کا قول غور کے قابل ہے :-

"وکل کسب کسبہ المرء فہو غنیمۃ فما کسب احد کم من کسب اوا فاد من فائدۃ فلیخرج خمسہ فی وقت وصولہ فیرفعہ الی امامہ ثم ینظر الی ما یبقی فی یدہ فیزکیہ لکل عام علی واجب الزکوٰۃ فیہ ولیس علیہ فیہ بعد ذلک خمس" (کتاب الہمتہ ۶۲)

[2] فیجتمع من ذالک شی کثیر ویتمیز مقدم النجوی فی "المحول" فیخرج لہ علی الرقعۃ خط الخلیفہ بارک اللہ فیک وفی مالک وولدک ودینک فیدخر ذلک ویتفاخر بہ (مقریزی ۲/۲۲۶)

[3] L. Poole p. 152

[4] سفرنامہ ناصر خسرو ۱۲۰ - ۱۳۲-

سے شاہی خزانے میں لاکھوں دینار جمع ہوتے ہوں گے۔ فاطمیین کے تموّل کے دوسرے اسباب میں یہ بھی ایک بڑا سبب ہوگا۔

ضمیمہ

فصل (۳۱)

اسمٰعیلی فرقے کی اہم شاخیں

دولت فاطمیہ کی ترقی اور زوال کی کیفیت تو معلوم ہو چکی۔ اس ضمیمے میں ہم ان فرقوں کی مفصل تاریخ لکھیں گے جو اسمٰعیلی فرقے سے نکلے اور جن کا اثر اس زمانے کی حکومتوں پر پڑا۔ ان میں قرامطہ۔ دروزیہ اور نزاریہ اہم فرقے ہیں۔

(۱) قرامطہ

قرامطہ کی بنیاد اسمٰعیلی فرقے کی سب سے پہلی اور اہم شاخ قرامطہ ہے۔ یہ لفظ جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد قرمطی ہے جو قرمط کا اسم منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرمط لقب ہے حمدان بن اشعث کا جس نے اس فرقے کی بنیاد ڈالی۔ قرمط کے معنے عربی زبان میں نزدیک نزدیک قدم ڈال کر چلنے کے ہیں۔ یہ شخص چونکہ پستہ قد تھا اور پاس پاس پاؤں رکھ کر چلتا تھا اس لئے اسے قرمط کہنے لگے[۱]۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرمط کی

---

[۱] اتعاظ الحنفاء۔ صفحہ ۱۰۱۔

اصل کرمیتہ ہے جو نبطی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی سرخ آنکھوں والے آدمی کے ہیں۔ چونکہ حمدان بن اشعث کی آنکھیں بہت سرخ تھیں۔ اس لئے عرب اس کو قرمط کہنے لگے [۱]

بعض مورخوں [۲] کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ قرامطہ سے اسمٰعیلی نکلے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسمٰعیلیوں کی کئی شاخیں ہوئیں جن میں پہلی اہم شاخ قرامطہ ہے۔ کیونکہ اسمٰعیلی فرقے کی ابتدا اسمٰعیل بن جعفر صادق کی وفات کے بعد ہوئی۔ جس کی تاریخ ۱۴۳ھ ہے اور قرامطہ احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل متوفی ۲۴۲ھ کے بیٹے حسین کے عہد میں اسمٰعیلیوں سے علیحدہ ہوئے جیسا آئندہ اسی فصل میں معلوم ہوگا۔ ابن خلدون بھی یہی کہتا ہے کہ اسمٰعیلی فرقے کی بنیاد فاطمی خاندان کے ایک فرد نے [۳] ڈالی اور قرامطہ کی تحریک نہ کسی علوی نے کی نہ کسی طالبی نے۔ بلکہ اس کے محرک اسمٰعیلی فرقے کے چند داعی تھے جو مہدی کی طرف دعوت کرتے تھے۔ حالانکہ اس مہدی کی تعیین میں خود ان داعیوں میں بڑا اختلاف تھا۔ ان دونوں فرقوں میں صرف صدارت کا فرق تھا۔ عقائد کے لحاظ سے دونوں متفق تھے [۴] لیکن چونکہ قرامطہ دولت فاطمیہ کے آغاز سے پچاس سال پہلے ظاہر ہوتے اور سیاسی میدان میں اترے۔ اس لئے بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ قرامطہ سے اسمٰعیلی نکلے۔

ہم نے فصل پنجم میں بیان کیا ہے کہ سلمیہ (شام) ائمہ مستورین کا صدر مرکز تھا جہاں سے یہ لوگ اپنے داعی اسلامی ممالک میں بھیجا کرتے تھے۔ امام احمد بن عبداللہ متوفی ۲۴۲ھ [۵] (یا غیر اسمٰعیلی تاریخوں

---

[۱] ابن الاثیر ۸/۱۰۲

[۲] مثلاً جمال الدین (علی بن ظافر) O'Leary, p. 33 مقریزی کی ایک روایت (مقریزی ۲/۲۴۴)

[۳] ابن خلدون ۴/۸۴-۸۵ [۴] مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو (فصل ۱۴۔ معز کا خط حسن قرمطی کے نام)

[۵] فصل ۵ ۔ (ائمہ مستورین)

کے مطابق عبد اللہ بن میمون القداح یا احمد بن عبد اللہ بن میمون القداح) نے اپنے ایک داعی حسین اہوازی کو عراق کی طرف روانہ کیا۔[۵] کوفے کے ایک گاؤں میں اس داعی کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس کا نام حمدان بن اشعث (قرمط) تھا۔ اس کے ساتھ ایک بیل بھی تھا جس پر یہ سامان لے جایا کرتا تھا۔ حسین نے حمدان سے پوچھا "قریہ قس بہرام کہاں ہے" حمدان نے کہا "میں بھی وہیں جا رہا ہوں" اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو"۔ کچھ دور تک دونوں چپ چاپ چلتے رہے۔ پھر دونوں میں کچھ گفتگو ہوئی۔ اسمٰعیلی داعیوں کا عام دستور تھا کہ وہ اپنی گفتگو ہی میں اپنے مذہبی اصول اور عقائد کی طرف اشارہ کرتے جس سے سننے والے کو ایک قسم کی دلچسپی ہو جاتی۔ اس کی دوسری مثال حسن بن فرح بن حوشب کے واقعے میں بھی ملتی ہے۔ ہم یہاں حسین اور حمدان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

حمدان:۔ "میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑی دور سے آرہے ہو اور تھکے ماندے نظر آتے ہو آؤ میرے اس بیل پر سوار ہو جاؤ"۔

حسین:۔ "مجھے ایسا حکم نہیں دیا گیا"۔

حمدان:۔ "گویا تم کسی حکم دینے والے کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہو"۔

حسین:۔ "جی ہاں"۔

حمدان:۔ "تمھیں کون حکم دیتا ہے"۔

حسین:۔ "میرا، تمھارا، دنیا اور آخرت کا مالک"۔

حمدان:۔ "(مبہوت ہو کر اور کچھ سوچ کر) بھلے آدمی ہم تمام بندوں کا مالک تو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔

حسین:۔ "سچ ہے لیکن خدا اپنی حکومت جسے چاہتا ہے اُسے دیتا ہے"۔

---

[۵] فہرست ابن ندیم ۲۶۵۔ اتعاظ الحنفا ۱۰۱۔ مقریزی ۲۳۳

حمدان :۔ "جس گاؤں کا تم راستہ پوچھتے ہو وہاں جانے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

حسین :۔ "مجھے ایک مشک دی گئی ہے جس میں خدا کے علوم وا سرار کا کچھ حصہ ہے .... اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اس گاؤں کے باشندوں کو اس علم سے سیراب کروں۔ ان کو دولت مند بناؤں۔ اُن کو نجات دلاؤں اور ان کو ان کے مالکوں کا مال واپس دلاؤں؟"

حمدان :۔ "مجھے بھی اس علم کی جس سے خدا نے آپ کو مالا مال کیا ہے تھوڑی دولت عطا فرمائیے اور مجھے بھی نجات دلائیے۔ خدا آپ کو نجات دلائے؟"

حسین :۔ "اس طرح نہیں ہو سکتا۔ میں تمھیں اپنا علم نہیں بتا سکتا۔ جب تک کہ تم مجھ سے پکا عہد نہ کرو۔ جس طرح انبیاء اور مرسلین نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے؟"

جب حسین نے دیکھا کہ حمدان بہت اصرار کر رہا ہے تو وہیں راستے پر بیٹھ کر اُس نے حمدان سے عہد لیا۔ اور پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔ حمدان نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ آپ میرے مکان پر چلیں اور وہیں ٹھہریں۔ میں اپنے بھائیوں سے آپ کو ملاؤں گا تاکہ آپ اُن سے بھی مہدی کا عہد لیں۔ پھر حسین حمدان کے ساتھ ہو گیا اور اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ کر بہت سے لوگوں کو اپنے زیر اثر کر لیا ایک عرصے تک وہ حمدان کے ساتھ رہا اور اپنی گزر بسر کے لئے خیاطی کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس کے ہاتھ کے کپڑے متبرک ہو جاتے ہیں۔ لوگ اس کے سیئے ہوئے کپڑوں سے برکت حاصل کرتے تھے۔

اس زمانے میں کوفے میں ایک عالم اور دولت مند رہتا تھا جس کا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن شہاب (عدوی) تھا۔ اسے اپنے باغ کی نگرانی کے لئے ایک باغبان کی ضرورت ہوئی۔ لوگوں نے حسین کا

پتا بتایا۔ اس تاجر نے اسے اپنے باغ کی دیکھ بھال پر مقرر کیا اور حسین بڑی دیانت داری اور راست بازی سے یہ خدمت بجالایا۔ تاجر پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ وہ اور اس کے ساتھی حسین کا کلمہ پڑھنے لگے[1]۔

ابن الاثیر بھی اسی روایت کو مختصر طور پر بیان کرتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک دوسری روایت اُس نے بیان کی ہے:۔

"شہر خوزستان سے ایک آدمی موضع " نہر بن" آیا، جو سواد کوفہ میں واقع ہے۔ اس شخص نے اپنی سادہ زندگی، محنت اور جفاکشی سے اپنے ہمسایوں پر اچھا اثر ڈالا۔ جب کوئی اس کے پاس آبیٹھتا تو وہ اُسے دین کی طرف توجہ دلاتا اور کہتا کہ دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں[2]۔ میں ایک ایسے امام کی طرف دعوت کرتا ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہے۔ آہستہ آہستہ لوگ اُس کے مرید ہوتے گئے۔ یہ ہمیشہ ایک بقال کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز چند اشخاص بقال کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے کٹے ہوئے کھجوروں کی نگرانی کے لئے ایک نگہبان کی ضرورت ہے۔ بقال نے اپنے ساتھی خوزستانی کو پیش کیا اور اس کی دیانت داری کی بڑی تعریف کی۔ کھجور والوں نے اسے نگہبان مقرر کرلیا۔ اُس نے بہت خوبی سے اپنی خدمت انجام دی۔ اس کی عادت تھی کہ نمازیں بہت پڑھتا اور روزے رکھتا۔ افطار کے وقت اپنے دوست بقال سے ایک رطل کھجور خرید کر اپنا روزہ کھولتا۔ کھجوریں کھانے کے بعد اُن کی گٹھلیاں بقال کو واپس کردیتا۔ جب کھجوروں کی نگرانی ختم ہوگئی تو کھجور والوں نے اُس کو اس کی خدمت کا معاوضہ دیا۔ اس معاوضے میں سے اس نے گٹھلیوں کی قیمت وضع کر کے کھجوروں کی قیمت بقال کو ادا کردی۔ جب کھجور والوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سمجھا کہ خوزستانی نے اُن کے مال میں

---

[1] اتعاظ الحنفاء۔ ۱۰۱-۱۰۲۔

[2] طبری ۲۱۲۸ — ۲۱۳۰

خیانت کی ہے ۔ وہ اُسے مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ تو نے ہماری کھجوریں تو کھائیں اُن کی گٹھلیاں بھی بیچ ڈالیں ۔ بقال نے کھجور والوں سے کہا کہ تم اس بیچارے کو کیوں مارتے ہو۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے تمھاری کھجوروں کو ہاتھ تک نہیں لگایا ۔ وہ میرے پاس سے افطار کے لئے خریدتا اور اُن کی گٹھلیاں واپس کردیتا تھا ۔ اب اُس نے اُن کی قیمت وضع کرکے کھجوروں کی قیمت اداکردی ۔ کھجور والوں نے اپنے فعل پر ندامت کی اور اُس سے معافی چاہی۔

چند دنوں بعد وہ بیمار ہوا اور راستے ہی میں پڑا رہا۔ بقال نے اُس کی سفارش ایک شخص سے کی جو سرخ آنکھوں والا تھا اور ایک بیل پر سامان لے جایا کرتا تھا ۔ اسے لوگ کرمیتہ کہتے تھے ۔ کیونکہ نبطی زبان میں کرمیتہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں ۔ یہ شخص خوزستانی کو اپنے مکان پر لے گیا اور اُس کی تیمارداری کی ۔ صحت کے بعد خوزستانی نے تبلیغ شروع کی ۔ اور اس گاؤں کے اکثر لوگوں سے مہدی کی بیعت لی۔ وہ ہر مرید سے ایک دینار وصول کرتا اور کہتا تھا کہ امام کے لئے یہ وصول کر رہا ہوں ۔ پھر اس نے بارہ مددگار تیار کئے جو نقیب کہلاتے تھے ۔ ان کو مختلف شہروں میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور ان سے یہ کہا کہ تم عیسٰی بن مریم کے حواریوں کے سے ہو ۔ گاؤں والوں کو پچاس نمازوں کے ادا کرنے میں اتنا وقت صرف کرنا پڑتا تھا کہ انھیں مزدوری کے لئے بہت کم فرصت ملتی تھی ۔ اس کا اثر ایک جاگیردار ہیصم کی جاگیروں پر پڑا ۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ فلاں داعی کی وجہ سے گاؤں میں مزدور نہیں ملتے ۔ اس جاگیردار نے خوزستانی کو پکڑ کر اپنے گھر کے ایک کمرے میں بند کردیا اور کمرے کی کنجی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر شراب پینے لگا ۔ گھر کی ایک خادمہ کو خوزستانی پر ترس آیا ۔ جب اُس کا مالک سوگیا تو اُس نے کمرے کا دروازہ کھول کر خوزستانی کو بھگا دیا ۔ پھر اس نے کمرے کو قفل لگا دیا اور کنجی تکیئے کے نیچے رکھ دی ۔ جب صبح ہوئی تو ہیصم

نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ دیکھتا کیا ہے کہ خوزستانی کا کہیں پتہ نہیں۔ یہ خبر پھیلی کہ خوزستانی کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا۔ ان کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا چند دنوں بعد خوزستانی گاؤں کے کسی حصے میں نظر آیا۔ لوگوں نے اس سے اُس کا حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ کوئی شخص مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر وہ ڈر کے مارے بلاد شام کی طرف نکل گیا جس کے بعد اُس کا کوئی پتہ نہ لگا۔ اس کا اصلی نام کچھ اور ہوگا لیکن کرمیتہ کے ساتھ رہنے سے اس کا اصلی نام بھی کرمیتہ پڑ گیا۔ پھر اس میں تصحیف ہوئی اور کاف قاف سے بدل کر قرمطہ ہو گیا یہ پوری روایت قرامطہ کے ایک داعی زکرویہ کے ساتھی کی طرف منسوب ہے۔[۱]

قرامطہ کی سلمیہ میں رہنے والے اسمٰعیلیوں سے علیحدگی

بہر حال قرامطہ کا بانی خواہ وہ حمدان (قرمط) ہو یا ایک خوزستانی داعی تقریباً پندرہ سال تک احمد بن عبداللہ (مستور) کی طرف سے کوفہ کے ضلعوں میں دعوت کرتا رہا۔ اور کوفہ اور سلمیہ کے درمیان برابر مراسلت جاری رہی ۲۶۲ھ میں احمد نے وفات پائی۔ اُس کے جانشین حسین نے حمدان کو ایک خط لکھا جس کا مضمون حمدان کی روایت کے مطابق پہلے خطوں کے مضمون سے مختلف تھا۔ اس لئے اس نے اپنے مددگار داعی عبدان کو حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے سلمیہ روانہ کیا۔ عبدان جب سلمیہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ احمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اُس کا جانشین اس کا بیٹا حسین ہوا ہے۔ عبدان نے حسین سے پوچھا " وہ حجت اور امام کون ہے جس کی طرف دعوت کی جا رہی ہے " حسین نے اس سے الٹا سوال کیا " تم بتاؤ وہ امام کون ہے "۔ عبدان نے کہا " وہ امام محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صاحب الزمان ہے "۔ حسین نے کہا کوئی امام سوائے میرے باپ کے نہیں ہے اور میں اس کا قائم مقام ہوں۔ یہ سُن کر عبدان حمدان (قرمط) کے پاس آیا اور اسے سلمیہ کے واقعے

---

[۱] ابن الاثیر ۷ / ۱۶۷ - ۱۶۹ زکرویہ کا ذکر آگے آئے گا۔

سے مطلع کیا۔ حمدان نے اپنے تمام مددگار داعیوں کو جمع کر کے ان کو سلمیہ کی دعوت سے علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ ان مددگاروں نے اپنی اپنی جگہوں پر تو اس حکم کی تعمیل کی۔ لیکن دوسرے مقامات پر یہ کچھ نہ کر سکے۔ کیونکہ دعوت کوفہ کے تمام ضلعوں میں پھیل چکی تھی[1]

قرامطہ کی ترقی اور اُس کے اسباب

سلمیہ کے سلسلے کو قطع کر کے حمدان نے ۲۶۹ھ[2] کے بعد اپنی ایک الگ دعوت جاری کی۔ اب گویا دعوت قرمطیہ کا آغاز ہوا۔ کوفہ سے عرب اور نبطی قبیلے کثرت سے اس دعوت میں داخل ہونے لگے۔ حمدان نے اپنی مدد کے لئے کئی مددگار داعیوں کو تیار کیا جن میں سب سے زیادہ ہوشیار اور عقل مند عبدان[3] تھا۔ ہر داعی اور اس کا مددگار اپنے فریضے کے موافق اپنے مقام کا دورہ کر کے دعوت کی نگرانی کرتے۔ آہستہ آہستہ حمدان کی قوت بڑھی اور اسے مال جمع کرنے کی حرص پیدا ہوئی۔ مختلف قسموں کے محاصل تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد مریدوں پر لگائے گئے۔ اور اُن کے نام فطرہ[1]۔ ہجرہ[2]۔ بلغہ[3]۔ خمس[4] اور الفہ[5] رکھے گئے۔ ہر ایک کی سند کلام مجید سے نکالی گئی۔ ان میں سے "الفہ" کی یہ شرح دلچسپ ہے۔ کہ تمام مریدوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنا مال منقولہ اور غیر منقولہ یہ سب صدر داعی کے خزانے میں جمع کرا دیں۔ کسی کے قبضے میں کوئی ملک نہ رہے۔ تاکہ مالی حیثیت سے ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہ ہو۔ ہر شخص کو اُس کی ضرورت کے موافق داعی کے خزانے سے رقم دی جائے سب ایک ہی سی زندگی بسر کریں اور عیش سے بچیں اس طرز عمل کی تائید میں کلام مجید کی اس آیت کی تعلیم دی گئی۔ "واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا" لوگوں کو یہ سمجھایا گیا کہ ان کو اپنا مال اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ

---

[1] اتعاظ الحنفاء صفحہ ۱۱۴۔ [2] ۲۶۴ھ (عیون الاخبار)

[3] قال سیدنا جعفر بن منصور الیمن و من ھذہ الجھۃ صح قول الداعی عبدان ان الجمعۃ علی خلاف الموتی لعبدہ فی ہذہ الدور (الازہار اللطیفہ)

تمام روئے زمین کے جلد مالک ہونے والے ہیں۔ یہ زمانہ ان کے امتحان و آزمائش کا ہے۔ تاکہ ان کے خلوص و ایمان داری کا اندازہ ہو سکے۔ انھیں صرف اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ ہتھیار خرید کر اپنے گھروں میں رکھیں۔ گاؤں والوں کی کمائی جمع کرنے کے لئے ایک معتبر داعی مقرر کیا گیا۔ اس رقم میں سے جو بھوکا ہو اسے کھانا کھلاتے۔ جو ننگا ہو اُسے کپڑا پہنائے اور جو کمزور اور آپاہج ہو اس کی مدد کرے۔ غرض کہ اس خوبی سے اس طریقے پر عمل کیا گیا کہ کوئی محتاج اور فقیر باقی نہ رہا۔ سب باشندے اپنے فرائض نہایت مستعدی سے ادا کرنے اور اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ غریب عورتیں اپنے تکلوں کی کمائی ہنسی خوشی دعوت کے خزانے میں جمع کراتی تھیں۔ اور کم سن بچے پرندوں کی حفاظت کی اُجرت خوشی خوشی اس میں داخل کرتے تھے۔

جب حمدان نے دیکھا کہ اس کے پیرو ہر بات میں اس کی طاعت کرنے کے لئے بخوشی تیار ہیں تو اُس نے اپنے داعیوں کو بتدریج فرقہ ثنویہ کے مذہب کی تعلیم دینی شروع کی، جس سے ان کا زہد و تقویٰ جس کی انھیں پہلے تعلیم دی گئی تھی بالکل جاتا رہا۔ اور وہ فسق و فجور میں پڑ گئے[1]۔ انھیں یہ سمجھایا گیا کہ ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد شریعت کے ظاہری اعمال اُٹھ جاتے ہیں۔ اب نماز، روزے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ امام حق یعنی محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (صادق) کی معرفت کافی ہے۔ یہی وہ مہدی ہیں جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور اپنا حق لیں گے۔ داعی جو بعیت لیتا ہے اُنھی کے لئے لیتا ہے۔ مال جو کچھ جمع کیا جارہا ہے اُنھی کے لئے جمع کیا جارہا ہے۔ وہ زندہ ہیں کبھی نہیں مرتے۔ وہی مقصود حقیقی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو خلقت ہلاک ہو جاتی اور ہدایت معدوم ہو جاتی۔ ایسے امام کی معرفت حاصل ہونے کے بعد پھر کسی گناہ سے بچنے اور کسی عذاب سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

---

[1] اس مقام پر عجیب وغریب واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

(ابن الاثیر ۷/۱۹۶)

ایسی تعلیم کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیئے ۔ قرامطہ کی اخلاقی حالت بگڑی اور ایسی بگڑی کہ وہ ہر قسم کی بدکاری میں مبتلا ہوگئے۔ یہ بھی ان سے کہا گیا کہ تمھارے مخالفین کا خون تمھارے لئے حلال ہے ۔ جو لوگ تمھاری مخالفت نہ کریں ۔ لیکن تمھارے مذہب میں داخل نہ ہونا چاہیں ان سے بھی جزیہ وصول کیا جائے ۔ہتھیار جمع کرنے کی پہلے ہی سے ترغیب دلائی جا چکی تھی ۔ انھوں نے ایسی خوں ریزی شروع کی کہ ہمسائے چیخ اٹھے ۔اتنی قوت اُنھیں حاصل ہوگئی کہ ۲۷۷ھ میں انھوں نے قریۂ مہاباد[1] میں ایک "دار ہجرت" بنایا اور اسے مضبوط فصیل سے محفوظ کرکے اس کے گرد خندق کھودی ۔ اب والیانِ حکومت بھی ان سے گھبرانے لگے ۔ یہاں سے ان کا سیاسی دور شروع ہوا[2]۔

اس حیرت انگیز ترقی کا سب سے بڑا سبب خلافت عباسیہ کی سیاسی کمزوری تھی ۔ خلیفہ معتمد علی اللہ عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا ۔ خلافت کا کاروبار اُس کے بھائی طلحہ (الموفق) کے سپرد تھا ۔ سرحدوں کا انتظام اچھا نہ تھا ۔ خارجیوں اور زنگیوں کی بن آئی اور انھوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور ایک مدت تک خلافت عباسیہ سے لڑتے رہے ۔ ملک میں بدامنی پھیل گئی ۔ کوفہ اور بصرہ میں جو بدوی عرب سپاہ کی حیثیت سے آکر بس گئے تھے انھوں نے چوری اور خوب لوٹ مار کی ۔ اصلی نبطی کسان ان مظالم سے تنگ آکر باغی ہو گئے ۔ بعض عرب کے ایسے قبیلے بھی ان کے ساتھ ہوگئے جنھیں خلیفہ نے اپنی دولت میں سے کچھ حصہ نہیں دیا تھا ۔ایسی تاریک فضا میں قرامطہ نے اپنی تبلیغ شروع کی اور اپنی ان تھک کوششوں سے عراق اور بحرین کے باشندوں کے دلوں کو موہ لیا ۔ اوران کو یہ اُمید دلائی کہ مہدی کے ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے ۔وہ انھیں

---

[1] قم اور اصفہان کے درمیان یہ ایک مشہور گاؤں ہے ۔

[2] اتعاظ الحنفا ۱۰۱ - ۱۰۷ ۔

موجودہ مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ مہدی کے ظہور کی خبروں کو ایسے پُر آشوب زمانے میں شائع ہونے کا اچھا موقع ملا۔ مہدی کا انتظار قرامطہ کی سیاسی ترقی کے اسباب میں دوسرا بڑا سبب شمار کیا جاتا ہے۔

زکرویہ قرمطی کا فاطمی النسب ہونے کا دعویٰ کرنا اور بلادِ شام میں اُس کے تین بیٹوں کا ظاہر ہونا

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح قرامطہ نے امام حسین بن احمد (مستور) کے بعد اپنا تعلق سلمیہ سے قطع ہی نہیں کیا۔ بلکہ داعی عبدانؔ نے اس دعوت سے توبہ بھی کرلی۔ اور کوفہ میں جو قرمطی دعوت کا صدر مرکز تھا اُس کا اعلان کردیا۔ لیکن دوسرے اور شہروں میں یہ خبر پہنچ نہ سکی۔ وہاں کے داعی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا تعلق سلمیہ سے جاری ہے۔ ان میں سے ایک داعی حمدانؔ (قرمطؔ) کے زمانے میں طالقانؔ کی طرف چلا گیا تھا۔ اس داعی نے جب یہ دیکھا کہ کوفے کے قرامطہ نے خط و کتابت بند کردی ہے۔ تو طالقانؔ سے روانہ ہوا۔ اور قرمطہ کی تلاش کرتا ہوا عبدانؔ کے پاس پہنچ کر اس کے سکوت پر عتاب کرنے لگا۔ عبدان نے کہا کہ چونکہ سلمیہ کے ائمہ نے امام محمد بن اسمٰعیل کے نام سے دعوت کرنا چھوڑ دیا ہے اس لئے اُس نے ان سے تعلق قطع کرلیا ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرے داعی زکرویہ بن مہرویہ سے ملا اور اسے پھر دعوت کا سلسلہ شروع کرنے کی ترغیب دی۔ اُس نے کہا عبدان کی زندگی تک یہ نا ممکن ہے۔ پھر اُس نے یہ تجویز پیش کی کہ عبدانؔ اگر کسی حیلے سے قتل کردیا جائے تو پھر دعوت کی جاسکتی ہے۔ اس رائے سے بعض دوسرے داعیوں نے بھی اتفاق کیا اور عبدانؔ کو ۲۸۶ھ میں قتل کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر عبدانؔ کے طرف دار داعی اور اُن کے پیرو زکرویہ کے مقابلے کے لئے تیار ہوگئے۔ یہاں سے قرامطہ میں تفرقہ پڑگیا اور وہ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ عبدانؔ کی جماعت چونکہ زبردست تھی اس لئے زکرویہ کو ایک کنوئیں میں چھپ جانا

پڑا ۔ دو سال یعنی ۲۸۸ھ تک یہ اور اس کے طرف دار ظاہر نہ ہو سکے[1] اس اثنا میں عبدان کی جماعت کمزور ہو گئی اور اس کے افراد نے زکرویہ کی جستجو چھوڑ دی۔ بظاہر یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اعتقاد کی تبدیلی کے موافق تبلیغ کا کام چھوڑ دیا۔ لیکن زکرویہ نے خفیہ اپنا کام جاری رکھا اور رفتہ رفتہ اپنی قوت بڑھالی ۔ خلیفہ عباسی معتضد نے ان کا زور توڑنے کے لئے لشکر بھیجا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں، جن میں کثرت سے قرامطہ مارے گئے ۔ اب زکرویہ نے ان شہروں کی طرف توجہ کی جو کوفے کے قریب تھے تاکہ ان کے باشندوں کو اپنے زیر اثر لائے ۔ مگر اس کوشش میں وہ ناکام ہوا۔ اس لئے اس نے ۲۸۹ھ میں اپنے تین بیٹوں یحییٰ حسین اور علی کو بلاد شام کی طرف بھیجا ۔ اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ بنو کلب میں جاکر اپنا کام شروع کریں اور یہ دعوٰی کریں کہ وہ اسمٰعیل بن جعفر صادق کی نسل سے ہیں ۔ یحییٰ کو اپنی تبلیغ میں بڑی کامیابی ہوئی بہت سے شامی اس کے پیرو ہو گئے ۔ وہ "شیخ" کے نام سے مشہور ہو گیا ۔ اور یہ دعوٰی کرنے لگا کہ وہ خود محمد بن عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق[2] ہے ۔ بہر حال قرامطہ نے بلاد شام میں اپنا سکہ جما لیا ۔ خلیفہ عباسی معتضد کے غلام "شبل" نے رصافہ کی جانب سے ان پر حملہ کیا ۔ لڑائی میں شبل مارا گیا۔ قرامطہ نے رصافہ کی مسجد جلادی اور لوٹ مار شروع کر دی ۔ اس کے بعد احمد بن محمد طائی نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کے رئیس ابوالفوارس کو گرفتار کرکے معتضد کے پاس بغداد بھیج دیا۔ معتضد نے اسے بڑے عذاب سے قتل کیا۔

قرامطہ کی دمشق پر چڑھائی ۲۹۰ھ اور صاحب الشامہ کا ظہور

پھر قرامطہ نے دمشق پر چڑھائی کی جہاں احمد بن طولون کا غلام ' طغج ' والی تھا ۔ اس کے لئے مصر سے مدد

---

[1] اتعاظ الحنفاء ، صفحہ ۱۱۵ - [2] ابن الاثیر ۷/۲۰۲

آئی اور متعدد لڑائیاں لڑی گئیں۔ آخری لڑائی میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔ یحییٰ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ ان میں سے جو بچ نکلے انھوں نے یحییٰ کے بھائی حسین کو جس نے اپنا نام احمد رکھ لیا اپنا سردار بنایا۔ اس شخص کے منہ پر ایک دھبہ تھا اس لئے یہ صاحب الشامۃ کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرایا کہ یہ دھبہ اسے خدا کی طرف سے شناخت کے لئے دیا گیا ہے۔ اور وہ خود مہدی امیرالمومنین ہے۔ اس سے اس کا چچیرا بھائی عیسیٰ بن مہدی آملا۔ جس نے اپنا نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل رکھ لیا۔ اور مدثر کا لقب اختیار کیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ کلام اللہ میں جو مدثر کا ذکر ہے۔ اس سے مراد میری ہی ذات ہے۔ اکثر بدوی اس کے ساتھ ہوگئے۔ اُن کی مدد سے اُس نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ اہل دمشق کو کچھ مال دے کر اس سے صلح کرنی پڑی۔ پھر وہ حمص۔ حماۃ۔ معرۃ النعمان۔ بعلبک کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان مقامات کی تسخیر کے بعد اس نے سلمیہ کا قصد کیا۔ اور یہاں رہنے والے بہت سے بنو ہاشم کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔

قرامطہ کے مقابلے لئے خود خلیفہ مکتفی کی روانگی ۲۹۰ھ

شام کے شہروں میں قرامطہ نے ایسے ہولناک فتنے اور فسادات برپا کئے کہ عباسی خلیفہ (مکتفی) نے اپنے سپہ سالار محمد بن سلیمان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور خود بھی رقہ تک اس کے ساتھ گیا۔ اس دفعہ قرامطہ کو بڑی شکست ہوئی۔ صاحب الشامہ (حسین مسمی بہ احمد) اور اس کے کئی ساتھی گرفتار ہوئے اور بڑے سخت عذاب سے قتل کئے گئے۔ غرض کہ زکرویہ کے تینوں بیٹوں میں سے کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی اور سب کے سب مارے گئے۔

حاجیوں کا قتل اور غارت گری

ہر شخص تعجب کرے گا کہ قرامطہ کیسے ثابت قدم اور اپنی دُھن

کے پکے تھے۔ ایک مقام پر پسپا ہوتے، مار کھاتے، مارے جاتے۔ لیکن دوسرے مقام پر پھر سر اُٹھاتے۔ غرض کہ اُنھوں نے اپنے مقصد کی تکمیل میں اپنی جانوں تک دینے میں دریغ نہ کیا۔ ہر وقت مہدی کی اُمید میں رہتے اور اس کا انتظار کرتے۔ کبھی ایک شخص کو مہدی سمجھتے کبھی دوسرے کو۔ ان کے داعیوں کے اغراض و مقاصد عام طور پر خود غرضی پر مبنی تھے۔ بدو عربوں نے جو خلیفہ کی فوجی خدمت سے محروم رہ گئے تھے لوٹ مار کے لالچ سے اُن کا ساتھ دیا۔ مگر اس قسم کے ناروا محرکات کے علاوہ وہاں کچھ روحانی قوت بھی ضرور ہونی چاہیے، جو اس قدر کثیر التعداد جماعتوں کو قبضے میں رکھتی تھی، اور ان کو بغاوت کی غنیمتوں کے ساتھ خطرناک جاں بازیوں کا مقابلہ کرنے میں قوت دیتی تھی۔[1] اس واقعے کو ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ قرامطہ نے خلافت کی فوجوں کو مصر میں لڑتا بھڑتا دیکھ کر پھر اپنے حملوں کا سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ جاہلانہ اور وحشیانہ شروع کر دیا۔

جب زکرویہ نے دیکھا کہ اس کے مرید شام میں بالکل پسپا ہو گئے اور اُس کے تینوں بیٹے لڑائی میں مارے گئے تو وہ عراق میں اپنی اس پوشیدہ جگہ سے جہاں وہ تقریباً بیس سال سے چھپا رہا تھا باہر نکلا۔ اور دعویٰ کرنے لگا کہ اسے الہام کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس کے تینوں بیٹے مارے گئے اور اب امام الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ اس کے عراقی داعی اس سے آملے اور اسے اپنے کندھوں پر بلند کر کے اس کا جلوس نکالا اور کہنے لگے کہ یہ امام الزمان کا نائب ہے۔ ہزاروں قرامطہ پھر اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کے مقابلے کے لیے خلیفہ مکتفی نے پھر لشکر بھیجا مگر اس دفعہ اس کے لشکر کو شکست ہوتی۔ قرامطہ بڑھتے بڑھتے کوفہ، بصرہ اور بغداد تک پہنچ گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ راستے میں مکہ معظمہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے تین قافلوں پر زبردست

---

[1] Muir, the Caliphate, p. 555

حملے کئے۔ ان معرکوں میں تقریباً بیس ہزار آدمی قتل ہوئے اور کئی لاکھ دینار قرامطہ کے ہاتھ لگے[1] مرد تو مرد قرامطہ کی عورتیں بھی لڑائی میں حصہ لیتی تھیں۔ بغداد میں ایسا کوئی گھر باقی نہ رہا جو مصیبت کدہ نہ ہوا ہو۔ اور جہاں سے آہ و زاری کے نالے بلند نہ ہوئے ہوں[2]۔

زکرویہ کی شکست اور اُس کا زخمی ہو کر مرنا ۲۹۴ھ

حاجیوں کی اس تباہی کی افسوسناک خبر جب بغداد پہنچی تو خلیفہ مکتفی نے تیسری دفعہ اپنے جنرل وصاف کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ زکرویہ نے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ مگر آخر میں شکست کھائی اور زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ وصاف نے اُسے بغداد بھیج دیا۔ لیکن زخموں کی وجہ سے راستے ہی میں مرگیا۔ عوام کی تشفی کے لئے بغداد میں اس کی لاش کو سولی دی گئی۔ جو قرامطہ اس معرکے سے بچ نکلے وہ شام کی طرف بھاگ گئے جہاں حاکم شام حسین بن حمدان نے ان کو پسپا کرنے کی کوشش کی۔ زکرویہ کے مرتے ہی عراق میں قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا۔

بحرین میں قرامطہ اور بنو جنابی کی حکومت ۲۸۶-۳۹۸ھ

عراق اور شام ہی تک قرامطہ کی شورشیں محدود نہیں رہیں۔ ان سے زیادہ خوفناک شورشیں بحرین[3] میں ہوئیں۔

۲۸۱ھ میں قرامطہ کا ایک داعی یحیٰی بن مہدی موضع قطیف (بحرین) پہنچا اور یہ دعوٰی کرنے لگا کہ وہ مہدی کا رسول ہے اور اب مہدی کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ دیہات کے متعدد باشندے اس کے زیر اثر آگئے۔ کئی دلوں تک

---

[1] ابن الاثیر ۷/۲۱۔

[2] اتعاظ الحنفاء ۱۲۴۔

[3] فرات اور دجلہ کا درمیانی ملک بحرین کہلاتا ہے۔

قیس کے قبیلوں میں رہ کر اپنے مریدوں سے مختلف طریقوں سے روپیہ سمیٹتا رہا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ایرانی نژاد قایم مقام حسن بن بہرام نے کوفے میں سکونت اختیار کی اور بنو قصار کے خاندان میں جو پہلے ہی سے اسمٰعیلی دعوت قبول کر چکے تھے۔ شادی بھی کرلی۔ عبدان یا حمدان سے اس نے مذہبی تعلیم پائی۔ چونکہ یہ قریہ جنابہ کا رہنے والا تھا اس لئے یہ ابوسعید جنابی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب اس نے ۲۸۶ھ میں خود داعی بن کر بدوی عربوں کو ملک گیری کی ترغیب دی۔ کثرت سے بنو کلاب اور بنو عقیل اس کے ساتھ ہوگئے اور بحرین کے اکثر دیہات اُس کے قبضے میں آگئے۔ بہرحال اُس نے اپنے ساتھ کافی فوج جمع کر کے احسار کو اپنا مستقر بنایا۔ اس کے بعد چند قرامطہ بحرین سے نکل کر بصرے کے قریب پہنچ گئے۔ خلیفہ عباسی معتضد نے عباس بن عمرو غنوی کو اُن کے مقابلے کے لئے بصرہ روانہ کیا۔ لیکن ابو سعید جنابی نے عباس کو گرفتار کرلیا اور اس کی فوج کے کئی آدمی مار ڈالے[۱]۔ پھر اُس نے ہجر پر بھی جو بحرین کا پایۂ تخت تھا متعدد حملے کر کے اس کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد اُس نے بحرین کے شہروں کی حفاظت کی اور رعایا کی بہبود کی طرف متوجہ ہوا۔ خصوصًا زراعت و فلاحت کی ترقی میں بڑی دلچسپی لی۔ نوجوان لڑکوں کو سپاہ گری کی تعلیم دلائی اور جنگ کا کافی سامان جمع کیا۔ بنو ضبہ کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے کئی معرکوں میں شکست دی۔ تقریبًا پندرہ سال کی حکومت کے بعد ۳۰۱ھ میں اپنے غلام کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ غلام عباس غنوی کے لشکر کا ایک قیدی تھا جسے ابو سعید نے نوکر رکھ لیا تھا۔ بہت دنوں تک اس نے اُس کی خدمت کی۔

---

[۱] ابن الاثیر ۷/۱۹۸

اثناء ملازمت میں اُس نے دیکھا کہ ابو سعید نے نہ کبھی نماز پڑھی نہ روزے رکھے۔ اس لئے اس نے ایک دن موقع پاکر حمام میں اسے قتل کر دیا[1]

جنابی کے قتل کے بعد اس کے چھ بیٹوں میں سے سب سے بڑا بیٹا ابو القاسم سعید اس کا جانشین ہوا۔ تین سال کی حکومت کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ابو طاہر سلیمان نے بغاوت کی اور اُسے قتل کر دیا[2] ۳۰۴ھ میں ابو طاہر بحرین کے قرامطہ کا صدر ہوا۔ اُن کا شجرہ ملاحظہ ہو:۔

حسن بن بہرام ابو سعید جنابی ۳۰۱ھ

- ابو القاسم سعید
- ابو طاہر سلیمان ۳۳۲ھ
  - سابور
- ابو منصور احمد (وغیرہ)
  - ابو علی حسین (معروف بہ اعصم)

مہدی کی سلیمان قرمطی کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش اور بصرہ اور کوفہ کی بربادی

۳۱۱ھ سے ۳۲۵ھ تک بحرین کے قرامطہ نے بصرہ۔ کوفہ اور عراق کے دوسرے شہروں میں اپنے پہلے بھائیوں سے زیادہ فساد برپا کیا۔ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ قرامطہ

---

[1] اتعاظ الحنفاء ۱۱۲، ۱۱۳۔

[2] ابن خلدون ۴/۸۴
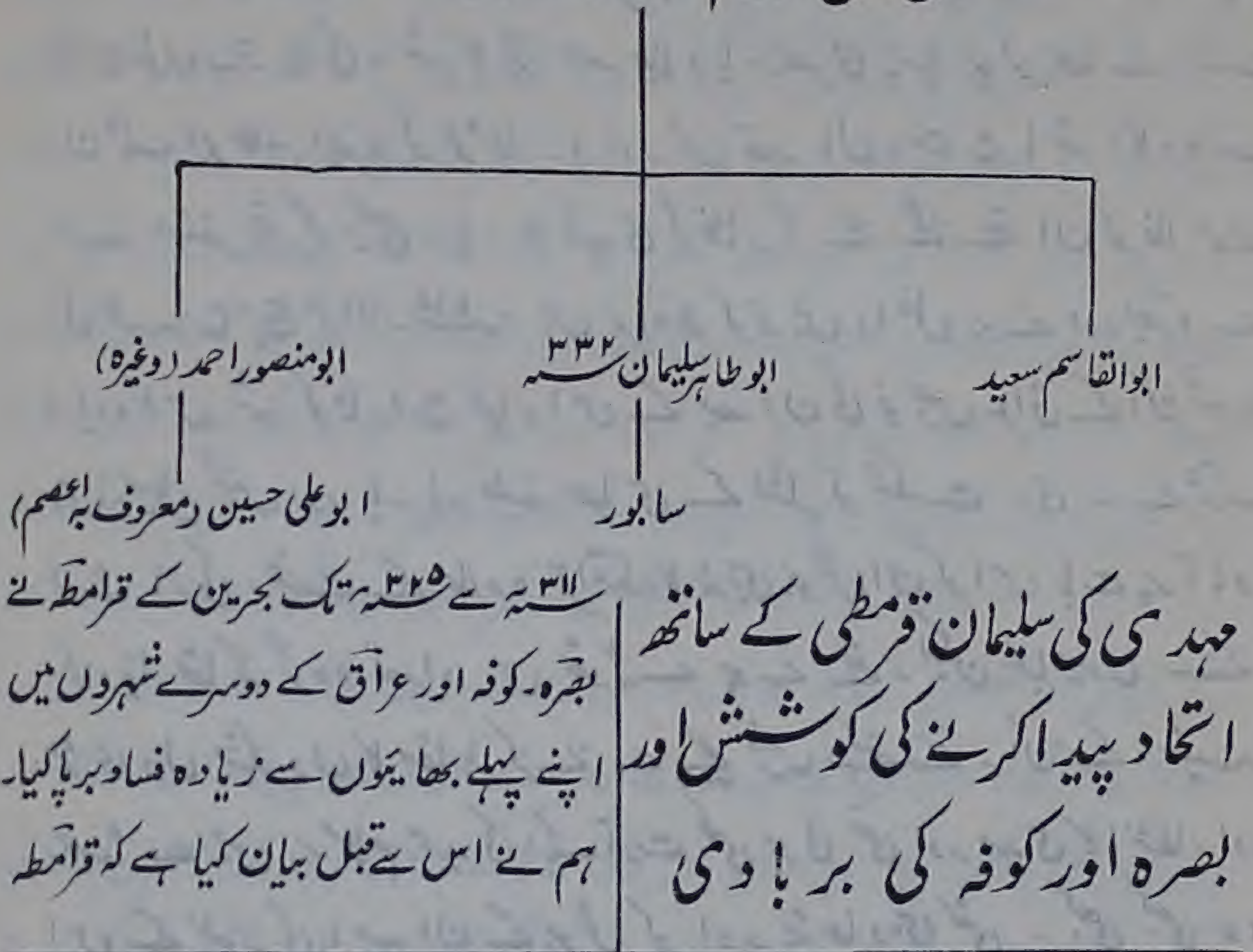
نے ظہور مہدی سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے ہی سلمیہ کے اسمٰعیلیوں سے اپنا تعلق قطع کر لیا تھا۔ لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مہدی نے جو فاطمیین کے ظہور کا پہلا امام ہے قرامطہ سے چوتھی صدی کی ابتدا میں پھر اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ابو طاہر سلیمان سے اُس نے دوستانہ تعلقات پیدا کیے اور خلافت عباسیہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ بلکہ اُس نے ابو طاہر کی ولایت تسلیم کی[۱]۔ پہلے ہی سے ابو طاہر کو بحرین میں بہت قوت حاصل ہو چکی تھی۔ اس کا باپ ابو سعید کافی طور پر جنگ کی تیاری کر چکا تھا۔ مہدی کی تائید حاصل ہوتے ہی اُس نے بصرہ پر رات کے وقت اچانک چڑھائی کی۔ اِس کے والی سبک مفلحی کو قتل کر کے تقریباً دس روز تک اہلِ بصرہ سے لڑتا رہا اور بڑی خوں ریزی کی۔ شہر کا بڑا حصہ جلا دیا۔ بصری پسپا ہو کر بھاگے۔ سات دن تک ابو طاہر بصرہ کو لوٹتا رہا اور جس قدر مال و متاع ہاتھ لگا وہ سب اپنے مستقر ہجر کو بھیج دیا۔ جو قیدی گرفتار کر لیے گئے تھے ان کو غلاموں کی طرح بیچ ڈالا۔ ۳۱۵ھ میں قرامطہ کوفہ میں داخل ہوئے اور بصرہ سے زیادہ اس شہر کو تاراج کیا۔ اس کے بعد ان کی فوجیں عراق کے اکثر شہروں میں پھیل گئیں اور بار بار خلیفہ عباسی کے لشکر کو شکست دی۔ بے شک لوٹ مار کی رغبت کے علاوہ قرامطہ کا مذہبی جوش ان کو اس بات پر آمادہ کر دیتا تھا کہ گو وہ تعداد میں تھوڑے ہوتے تھے۔ لیکن عباسیوں کے ٹڈی دل لشکروں کا مقابلہ کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ اُن کے سفید جھنڈے جس پر کلام مجید کی ایک آیت لکھی ہوتی تھی اور مہدی کا انتظار اور اس کے ظہور کی امید ان کے جوش کو اور بڑھا دیتی تھی۔ کبھی کبھی وہ

---

[۱] ابن خلدون ۴ – ۸۸ – ۸۹

پسپا بھی ہوتے تھے مگر فتحیابی کا خدائی وعدہ ان کی ہمت کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔ عباسیوں کے بہترین فوجی سردار بھی ان کے مقابلے میں ناکام ثابت ہوتے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ لوگ ایک دفعہ بغداد کے قریب پہنچ گئے خلیفہ مقتدر بہت بگڑا اور تعجب سے کہنے لگا "کیا قرامطہ کی فوج جو دوہزار سات سو سے زیادہ نہیں۔ ہمارے اسی ہزار کے لشکر کو بھی مغلوب کر دیتی ہے" آخر میں مقتدر نے دو فوجی سردار ہارون بن غریب اور صافی کو بصرے کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے قرامطہ کو زبردست شکست دی۔ اس کے بعد عراق میں پھر قرامطہ نے سر نہ اُٹھایا۔

بیت اللہ کی بے حرمتی اور حجر اسود کی شہر ہجر میں منتقلی

اب تک قرامطہ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا کرتے تھے۔ لیکن ۳۱۷ھ میں عراق سے بھاگ کر مکہ معظمہ پہنچے۔ اس سال منصور دیلمی حاجیوں کا سردار تھا۔ یہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر بغداد سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ معظمہ میں عین "ترویہ" کے روز قرامطہ نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کا مال و اسباب سب لوٹ لیا۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو خود بیت اللہ اور مسجد حرام میں قتل کیا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکال کر اپنے مستقر ھجر کو لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج متقرر کریں۔ ابن مہلب امیر مکہ نے کئی اشراف کو ساتھ لے کر یہ کوشش کی کہ قرامطہ اپنے کرتوت سے باز آئیں۔ مگر ان کی کوششیں ناکام ہوئیں۔ اس کے بعد بیت اللہ کا دروازہ اور محراب اکھاڑے گئے۔ متقولین کے چند لاشے زمزم کے کنویں میں پھینک دیئے گئے اور چند بغیر غسل و کفن کے مسجد حرام میں دفن کئے گئے۔ اہل مکہ پر بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ اس حادثے کی اطلاع جب مہدی کو قیروان میں پہنچی تو اُس نے

لہ ابن الاثیر ۹۲/۸

قرامطہ کے رہبر ابو طاہر کو بہت لعنت ملامت کی اور اسے لکھا کہ "تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے عمل سے ثابت کر دیا۔ اگر تو حاجیوں کا لوٹا ہوا مال اور حجر اسود واپس نہ کرے گا تو ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں بری ہو جائیں گے۔" مہدی کے بعد اس کے جانشین قایم نے بھی ایک خط ابو طاہر کو لکھا۔ ابو طاہر نے ۳۲۹ھ میں یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ "ہم حکم سے اُسے لے گئے تھے اور حکم ہی سے اُسے واپس کرتے ہیں" تقریباً بائیس سال حجر اسود قرامطہ کے پاس ھجر میں رہا اور اتنی ہی مدت تک قرامطہ مکہ معظمہ پر قابض رہے۔ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود میں لوٹ پھوٹ کے جو نشانات نظر آتے ہیں وہ اس کے اُکھیڑے جانے سے اس میں ہو گئے ہیں[۱]

قرامطہ کی شام اور مصر کو مسخر کرنے کی کوشش

۳۶۱ھ میں جب قرامطہ نے دمشق اور مصر پر چڑھائی کی بڑی تیاری کی تو معز نے ان کے سردار حسن بن احمد (معروف بہ اعصم) کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اُسے خوب دھمکایا مگر حسن نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور جنگ کے لئے آمادہ ہو گیا۔ معز نے حسن کو معزول کر کے اس کے قبیلے میں سے اس کے کسی رشتے دار کو قرامطہ کا والی مقرر کیا۔ حسن کی عدم موجودگی میں اس جدید والی نے جزیرۂ اُوال[۲] سے نکل کر احساء کو لوٹ لیا۔ لیکن طائع باللہ خلیفہ عباسی نے اس کے اور حسن کے درمیان صلح کرا دی۔ حسن نے مصر اور شام کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا[۳]

---

[۱] اتعاظ الحنفاء ۱۲۹۔ ابن الاثیر ۸/۱۹۲-۱۹۳

[۲] بحرین میں ایک چھوٹا جزیرہ ہے (معجم البلدان ۱/۳۹۴)

[۳] فصل ۱۴ (بنو فاطمہ اور قرامطہ کے درمیان لڑائی)

قرامطہ کا زوال اور اُس کے اسباب

۳۶۶ھ میں حسن افتکین سے مل گیا اور بنو عباس کو بیعت بھی دی تاکہ ان کی مدد سے بنو فاطمہ کا مقابلہ کرے۔ لیکن جب وہ اس موقعے پر شکست کھاکر بھاگ گیا تو قرامطہ اس سے پھر گئے۔ اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اسے معزول کر دیں اور ابو سعید جنابی کے خاندان میں سے کسی کو اپنا سردار نہ بنائیں۔ بلکہ کسی دوسرے دو شخصوں کو اپنا رہنما مقرر کریں۔ جعفر اور اسحاق سرداری کے لئے منتخب کئے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اور خود ابو سعید کے خاندان کے سرداروں میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا اور ان پر اصغر بن ابی الحسن ثعلبی نے ۳۹۸ھ میں غلبہ حاصل کر کے موضع احسار کو فتح کر لیا۔ اور ان کی دولت کا خاتمہ کر دیا[1]

کہا جاتا ہے کہ ۳۹۶ھ میں قرامطہ ملتان تک پہنچ گئے تھے۔ جب محمود غزنوی نے اس شہر کو فتح کیا تو یہاں کا والی ایک قرمطی تھا[2] یہاں ہزاروں باطنی (اسمٰعیلی) آباد تھے۔ جنہیں محمود نے قتل کیا[3]

(۲) فرقہ دُروزیہ

قرامطہ کے بعد دوسرا اہم فرقہ دروزیوں کا ہے۔ جس کے آغاز کا ذکر کیا جا چکا ہے[4] اس کے مشہور عجمی داعی حسن بن حیدرہ

---

[1] ابن خلدون ۴/۹۱

[2] Muir, the Caliphate, p. 558

[3] البغدادی ،، ۲۔

[4] فصل ۱۶ (فرقہ دروزیہ کی ابتدا)

فرغانی ۔حمزہ بن زوزنی اور محمد بن اسمٰعیل درازی ہیں ۔گویہ فرقہ درازی کی طرف منسوب ہونے سے دروزی کہلاتا ہے[1] لیکن اس کا حقیقی بانی حمزہ بن زوزنی ہے ۔یہی دروزیوں میں بہت معتبر اور مستند رہنما سمجھا جاتا ہے ۔ان کے اکثر رسالے بھی اسی کی طرف منسوب ہیں ۔اسی نے اپنا ایک نیا سن بھی جاری کیا تھا جو ۴۰۸ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے ۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حمزہ بن علی کو حاکم نے[2] اپنا وزیر بنایا تھا۔

دروزیوں کی دو جماعتیں اور اُن کی مشابہت نوری میسنوں سے

مصر میں فتنہ بپا ہونے کے بعد حاکم نے درازی کو وادی التیم کی طرف جو جبل لبنان اور ہرمن کے درمیان واقع ہے بھیج دیا ۔یہاں کے اسمٰعیلی باشندوں نے اس کا پُرجوش استقبال کیا ۔کہا جاتا ہے کہ جبل لبنان کے اطراف قدیم سے ایسے لوگ آباد تھے ۔جن کے خیالات اسمٰعیلیوں کے خیالات سے ملتے جلتے تھے ۔اور اس زمانے میں جب درازی وہاں پہنچا تو اسمٰعیلیوں کی کافی تعداد وہاں موجود تھی ۔اس وجہ سے درازی نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ درازی کے انتقال کے بعد زوزنی نے بہاء الدین[3] کو وہاں بھیجا ۔جس نے درازی کی مبالغہ آمیز تعلیم میں بہت کچھ اصلاحیں کیں ۔ اس کی وجہ سے دروزیوں میں دو جماعتیں ہوگئیں ۔ ایک اہل غلو اور دوسرے اعتدال پسند ۔ آج بھی یہ دو جماعتیں جہاؔل اور عقاؔل کے نام سے

---

[1] دراز ایران میں ایک مقام کا نام ہے جس کی طرف محمد بن اسمٰعیل منسوب تھا بعض لوگ اس کا اشتقاق دَرَسَ یَدرُسُ سے بتاتے ہیں ۔لیکن یہ ایک تکلف ہے ۔درازی کثرت استعمال سے دروزی بن گیا۔

[2] نور مبین مصنفہ علی محمد چنارا ۔صفحہ ۲۹۸۔

[3] اس سے پیشتر کمتنی لکھا ہے ۔ یہ لفظ مشتبہ معلوم ہوتا ہے ۔ممکن ہے کہ اس داعی کا نام اور ہو ۔لقب بہاء الدین ہو۔

مشہور ہیں ۔ راقم الحروف نے اپنے بیروت کے سفر میں خود ان دو جماعتوں کے متعلق دریافت کیا ۔ معلوم ہوا کہ عقال کی جماعت میں شریک ہونے کے لئے تین اہم شرطیں لازمی ہیں ۔ پہلی شرط یہ ہے کہ شریک ہونے والا چالیس سال سے کم نہ ہو ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سادہ اور پاک زندگی بسر کرتا ہو ۔ شراب تو کجا ۔ تمباکو اور ناس وغیرہ سے بھی پرہیز کرتا ہو ۔ خفیہ طور پر اس کی آزمائش کی جاتی ہے ۔ اس کے افعال اور اعمال کی سخت نگرانی کی جاتی ہے ۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ غلام نہ ہو ۔ ایسی ہی شرطوں کے لحاظ سے ریورنڈ ہیاسکٹ اسمت Reverend Haskat Smith. نے ان کو فری میسنوں میں شمار کیا ہے ۔ کیونکہ فری میسنری کے قاعدوں میں امیدوار کو چاہیئے کہ وہ پوری عمر کا ہو ۔ آزاد ہو اور نیک نام ہو ۔ اور بھی بہت سی مشابہتیں ریورنڈ نے بتائی ہیں ۔ بہرحال ان شرطوں کی تکمیل کے بعد دروزی جماعت عقال میں شریک کیا جاتا ہے ۔ اور اس کے سر پر سفید عمامہ باندھنے کی رسم ادا کی جاتی ہے ۔ کیونکہ یہ عقال کی امتیازی علامت ہے ۔ اس کے بعد وہ مذہبی بھیدوں سے آگاہ کیا جاتا ہے ۔ عقال میں سب سے بلند درجے والے خطیب ہوتے ہیں ۔ جو چائے اور قہوہ سے بھی پرہیز کرتے ہیں ۔ سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہیں پیتے ۔ دوسری جماعت جہال کی ہوتی ہے ۔ جن پر مذہب کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں ۔ یہ لوگ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا پائے جاتے ہیں ۔ آج کل دروزی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مذہب کا دروازہ بند کردیا ہے ۔ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اجنبی دروزی نہیں بن سکتا ۔ نہ کوئی دروزی ان کی جماعت سے باہر جا سکتا ہے[1]

---

[1] Springett, pp. 252-257.

دروزیوں کا مذہبی اور سیاسی نظام

ان لوگوں کی آبادی میں مسجدیں نہیں ہوتیں۔ کیونکہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مسجد کی بجائے ایک معمولی مکان ہوتا ہے۔ جس میں ہر شب پنجشنبہ کو مجلس کی جاتی ہے[1] اسے یہ "خلوت" کہتے ہیں۔ اس میں چند مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد مذہبی اور سیاسی معاملات پر بحث کی جاتی ہے۔ سیاسیات سے انھیں خاص دلچسپی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ خلیفہ حاکم پھر ظاہر ہو کر دنیا پر حکومت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی لحاظ سے ان کو ہمیشہ مسلح رہنا چاہیے۔ ہر گاؤں میں ایسی ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ ان تمام مجلسوں کی رپورٹیں صدر مجلس کو بھیجی جاتی ہیں جو شہر بکلین (Baklin) واقع جبل لبنان میں ہوتی ہے گویا ان کے تمام مذہبی اور سیاسی معاملات ایک کونسل کے ذریعے طے پاتے ہیں۔ جس میں صرف عقال ہی شریک ہو سکتے ہیں۔ کونسل سے فارغ ہو کر ان کے خطیب خانقاہوں میں جاتے ہیں جہاں یہ بڑی وقعت سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس مجلس میں عام طور پر حمزہ زوزنی کی تصنیف کی ہوئی مقدس کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔

دروزیوں کا مذہب

اکثر باطنی فرقوں کے عقیدے یونانی فلسفے اور قدیم ایرانی مذاہب کی تعلیم سے ماخوذ ہیں۔ چونکہ دروزیوں کے اکثر داعی ایرانی تھے۔ اس لیے ان کے عقیدے بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً حلول کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کروڑوں برس کے بعد حاکم کی شکل میں ظاہر ہوا[2]۔ رعیت سے ناراض ہو کر غائب

---

[1] حاکم کی غیبت پنجشنبہ کی رات کو ہوئی۔

[2] Springett pp. 186-187

ہوگیا ہے ۔ قیامت کے روز پھر انسان کی شکل میں ظاہر ہو گا ۔ اور تمام دنیا پر حکومت کرے گا ۔ اس کے حکم سے آسمان سے ایک آگ اُترے گی جو کعبے کو جلا دے گی ۔ پھر مُردے زمین سے اٹھیں گے [۱] عقل و نفس کے تمام مسائل یونانی فلسفے پر بنی ہیں ۔

دروزیوں کی مقدس کتابیں

داعی حمزہ اور اس کے چار مددگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ کلام اللہ کے مانند نہایت مقدس مانی جاتی ہیں اور خلوتوں میں پڑھی جاتی ہیں [۲] یہ کتابیں تعداد میں چھ ۶ ہیں اور ایک سو گیارہ رسالوں پر مشتمل ہیں ۔ ان کو سوائے عقال کے کوئی چھو نہیں سکتا ۔

مذہب کے چار بڑے اصول یہ ہیں (۱) خدا کا علم خاص کر شکل انسانی کے مظاہر میں (۲) عقل کا علم جو سب سے اعلیٰ موجود ہے ۔ لیکن باوجود اس رتبے کے وہ خدا کا بندہ اور غلام ہے ۔ اس کا نام حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں لزارس Lazarus حضرت رسولِ خدا صلعم کے زمانے میں سلمان فارسی اور حاکم کے زمانے میں حمزہ ہے (۳) دوسرے چار روحانی موجودات کا علم جو نفس [۱] کل ۔ کلمہ [۲] ۔ سابق [۳] یعنی سیدھا بازو اور لاحق [۴] یعنے دایاں بازو ہیں ۔ ان چار موجودات نے اسمٰعیلؑ [۱] ۔ محمد [۲] (بن اسمٰعیل) سلمان [۳] اور علی [۴] کی شکلیں اختیار کی ہیں ۔ (۴) سات اخلاقی احکام کا علم ۔ سچائی ۔ بھائیوں کی محبت ۔ بتوں کی عبادت ترک کرنا ۔ شیطانوں اور جنوں کی تردید ۔ خدا کی توحید ہر زمانے میں ۔ خدا کے فعل پر خوش ہونا ۔ ریا مذہب میں تقیہ کرنا جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے اور یہی صحیح

---

[۱] Springett, p. 235

[۲] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کلام مجید کی نقل اُتارنے کی کوششیں کی گئی ہیں ۔ لیکن یہ اس کی فصاحت و بلاغت کو نہیں پہنچتیں ۔ Springett, p. 189

ہے) خدا کی مرضی کے تابع ہونا۔ انسان کو تناسخ کے دوران میں کچھ جزا و سزا تو مل جاتی ہے۔ لیکن حقیقی جزا اور سزا قیامت ہی کے روز ملے گی[1]۔ مذہبی معاملات کے پوشیدہ رکھنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ عام شیعی فرقوں کا طریقہ ہے۔ اجنبیوں کو دروزی کبھی کبھی اپنی مجلسوں میں شریک ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ حاضر رہتے ہیں اس وقت تک عام اسلامی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ اپنے خاص مذہب کی کوئی بات بیان نہیں کرتے۔ اسی طرز عمل سے سیاحوں نے ان کے متعلق بُری بُری رائیں قائم کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خلوت خانوں میں شرمناک اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جس طرح حافظ نے کہا ہے:۔

چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

یہ لوگ خفیہ طور پر گائے کے بچے کے سر کی پوجا کرتے ہیں۔ سیاسی لڑائیوں میں دروزیوں کے چند خلوت خانے لوٹے گئے جن میں سے بہت سے رسالے نکلے۔ یہ رسالے یورپ اور ایشیا کے اکثر کتب خانوں میں ہیں[2]۔ جن کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دروزی اعمال شریعت کے قابل نہیں۔ حاکم کو خدا ماننے کے بعد تمام اعمال بیکار اور فضول ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے اصول کے موافق دنیا میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ ظاہری شریعت کے پابند جو مسلمان ہیں۔ باطن کے پابند جو مومنین ہیں۔ ظاہر اور باطن دونوں کو نہ ماننے والے موحدین ہیں۔ اُنھی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے[3]۔

دروزی مختلف اقوام مثلاً کرد۔ مارطی (Mardi) عرب اور دوسری

---

[1] Springett pp. 192-197

[2] گزشتہ صدی میں محمد علی پاشا کے عہد میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں دروزیوں نے بہت حصہ لیا۔ (ابراہیم پاشا فی سوریا صفحہ ۱۹۰ ۔ ۲۲۶) [3] رسالہ دروزیہ مخطوطہ جسے راقم الحروف نے مصر کے کتب خانہ میں دیکھا۔ ۱۰ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ای عن الظاھر والباطن " (رسالہ دروزیہ)

کم تہذیب یافتہ قبیلوں پر مشتمل ہیں[1]۔ ایشیا کوچک کے سکھوں سے ان کی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بہادر اور سپاہی منش ہیں۔ ہمیشہ مسلح رہنا ان کا ایک مذہبی فریضہ ہے۔

تمام دروزیوں کی تعداد اس زمانے میں پچاس اور ساٹھ ہزار کے درمیان ہے[2]۔ زیادہ تر جبل لبنان کے اطراف میں ان کی آبادی ہے۔ ان کے پڑوسی اکثر نصرانی ہیں۔ جدید علوم و فنون کی تحصیل بھی انھوں نے شروع کردی ہے۔ ان کے تعلیم یافتہ افراد زیادہ تر بیروت میں نظر آتے ہیں۔

(۳) فرقہ نزاریہ یا باطنی یا فدائی یا حشاشین[3] یا مشرقی اسمٰعیلی یا خوجہ

حسن بن صباح کا الموت پر قبضہ کرنا

مستعلی کے ذکر میں ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح مستنصر کے بعد اسمٰعیلیوں میں پھوٹ پڑی۔ جس کی وجہ سے مستعلویہ اور نزاریہ یہ دو فرقے پیدا ہوئے نزاریہ کا اصل بانی بلاد عجم یعنی ایران کا بہت بڑا داعی حسن بن صباح ہے۔ یہاں اس عجیب و غریب شخص کے مختصر حالات بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ کس طرح اس نے اپنی تحریک کو ایسی ترقی دی۔ جس کے باعث یہ دوسری اسلامی قوتوں سے مقابلہ

---

[1] Springett p. 235

[2] Springett p. 187 اس مصنف نے ایک کتاب بنام لکھی ہے۔ جو نہایت مفید اور پُر از معلومات ہے۔ اس میں فرقہ دروزیہ کی تاریخ بہت شرح و بسط سے لکھی ہے۔ جس میں بعض ایسے سیاحوں کے حوالے ہیں۔ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے حالات بیان کئے ہیں بلکہ بعض تو دروزی مذہب میں چند دنوں کے لئے داخل بھی ہوگئے تھے۔ یہ جملہ واقعات اسپرنگٹ کی کتاب مذکور سے لئے گئے ہیں۔

[3] حشیشین (پروفیسر براؤن۔ تاریخ ادب فارسی)

کرنے لگا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ اس نے اور اس کے جانشینوں نے ایسی دھاک بٹھائی کہ اس زمانے کے اسلامی سلاطین ان سے تھراتے تھے۔ حسن بن صباح کا پورا نام حسن بن علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن الصباح الحمیری تھا۔[1]

لیکن اسے یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اس کا نسب بیان کریں۔ وہ اپنے مریدوں سے بارہا یہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اپنے امام کا مخلص غلام کہلایا جانا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ میں ان کا ناخلف لڑکا کہلاؤں۔ اس کا باپ کوفے سے قم آیا جہاں حسن پیدا ہوا۔ سات سال کی عمر ہی سے اسے تحصیل علم کا بہت شوق تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اُس نے ریاضی۔ ہندسہ۔ حساب۔ نجوم اور سحر وغیرہ مختلف علوم حاصل کئے۔ اس وقت تک اس کا مذہب اپنے باپ کے مذہب کے موافق اثنا عشری تھا۔ اس کے بعد اس نے فاطمی داعیوں میں سے پہلے ناصر خسرو حجت خراسان اور پھر امیر حزاب کے اثرات قبول کئے۔ امیر حزاب نے اس سے کئی طولانی مذہبی مباحثے کئے۔ جس سے ابن صباح کے اعتقاد میں لغزش پیدا ہوگئی۔ گو اس کو اسمٰعیلی دعوت کی صحت کا پورا یقین نہ ہوا۔ لیکن ایک سخت بیماری سے شفا پانے کے بعد جس سے اس کو نجات پانے کی کوئی اُمید نہ تھی وہ اسماعیلی مذہب کی طرف زیادہ مائل ہوگیا۔ اور دو اسمٰعیلی داعیوں ابو نجم السراج

---

[1] اصل اور نسل کے لحاظ سے یہ بڑا ایرانی تھا۔ لیکن اس زمانے کے رواج کے مطابق اس نے اپنے آپ کو ایک عرب خاندان کی طرف منسوب کیا۔ ایرانی عہدوں میں ملنے کے لئے ایسا کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح۔ نظام الملک اور عمر خیام تینوں امام موثق الدین کے جو سرزمین فارس کے مرکز علم تھے۔ حلقۂ درس میں شریک تھے۔ لیکن یہ روایت معتبر نہیں۔

اور مومن سے ملا۔ یہ داعی ایک بڑے رہبر شیخ احمد بن عبد الملک بن عطاش مالک حلقہ اصفہان کے حکم سے فارس میں دعوت اسمٰعیلیہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان میں سے جب مومن نے دیکھا کہ ابن صباح بڑا ہوشیار اور زبردست شخصیت والا ہے تو اُس نے پس و پیش کرتے ہوئے اس سے مستنصر کی بیعت لی۔ ماہِ رمضان ۴۶۴ھ میں ابن عطاش جس کے بحر (یعنی علاقہ تبلیغ) میں اصفہان اور آذربائی جان تھے رے پہنچا۔ اور اسمٰعیلی دعوت میں ابن صباح کی شرکت کو منظور کرکے اسے مصر جانے کا حکم دیا۔ اس بنا پر ۴۶۷ھ میں وہ اصفہان گیا۔ جہاں سے دو سال ابن عطاش کی نیابت کرنے کے بعد آذر بائی جان اور دمشق سے ہوتا ہوا بروز چہار شنبہ ۱۸ صفر ۴۷۱ھ میں مصر پہنچا۔ دوسرا سبب اس کے مصر روانہ ہونے کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو مسلم نے جو شہر رے کا والی اور نظام الملک کا داماد تھا۔ اس پر یہ تہمت لگائی کہ وہ مصر کے اسمٰعیلی داعیوں سے ملا کرتا ہے۔ بہرحال جب وہ مصر پہنچا تو مصر کے داعی الدعاۃ اور دوسرے مشہور لوگوں نے بہت ہی اعزاز سے اس کا استقبال کیا۔ خلیفہ مستنصر نے بھی اسے بہت کچھ انعام واکرام دیا۔ اسے بذاتِ خود خلیفہ سے ملنے کی اجازت نہ تھی۔ اگرچہ وہ اٹھارہ مہینے تک قاہرہ میں ٹھہرا رہا۔ اس مدت کے ختم ہونے کے بعد اسے مجبوراً مصر چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ مستنصر کے وزیر بدر الجمالی اور اس کے بڑے بیٹے نزار کے درمیان جس کی حسن بن صباح تائید کرتا تھا۔ ناخوش گوار تعلقات تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بدر الجمالی نے حسن کو مصر سے نکلوادیا تاکہ نزار کی امامت کو کوئی تائید نہ ملے[۱]۔ غرض ماہِ

---

[۱] امیر الجیوش (بدر الجمالی) حاکم مطلق۔ صہر پسر خردتر مستعلی بود کہ مستنصر او را بعبس دوم ولی عہد کردہ بود۔ من بر قاعدۂ اصول مذہب خویش دعوت با نزار می کردم و تقریر آں رفتہ است (جہاں کشائی جوینی۔ صفحہ ۱۸۶ تا ۲۷۸۔ اس تاریخ میں حسن بن صباح کے مفصل حالات ملیں گے)

رجب ۴۷۲ھ میں ابن صباح اسکندریہ سے روانہ ہو کر ماہ ذی الحجہ ۴۷۳ھ میں اصفہان پہنچا۔ اس وقت سے وہ بلادیزد۔ کرمان۔ طبرستان۔ دامغان اور دوسرے فارس کے شہروں میں نزار کے نام سے یہ دعوت کرنے لگا کہ مستنصر کے بعد نزار امامت کا مالک ہے۔ رے کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں کی کہ نظام الملک نے جو اس کا سخت دشمن تھا اپنے داماد، رے کے والی ابو مسلم کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔

زکرویہ کے انتقال کے بعد جس کا ذکر گزر چکا ہے گو قرامطہ کی قوت، عراق۔ شام وغیرہ میں ٹوٹ چکی تھی۔ لیکن اس کے ہم مذہب ایران کے شہروں میں پھیل گئے اور انھوں نے اپنی تحریک کا خفیہ سلسلہ جاری رکھا۔ گھروں میں چھپ چھپ کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ باطنیہ کہلاتے ہیں۔ نزار نے ان کی تحریک میں پھر ایک نئی روح پھونک دی۔ اب یہ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ لوٹ مار کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ ابتدا میں یہ لوگ مازندران کی وادیوں میں جہاں بابک اور اس کے ہم مذہب رہا کرتے تھے۔ نمودار ہوئے۔ آہستہ آہستہ ایران کے قلعوں پر قبضہ کرنے لگے۔ پہلا قلعہ جوان کے ہاتھ لگا ایسا تھا جو فارس کے قریب تھا۔ اور جس کا مالک خود انھی کے مذہب کا تھا۔ پھر اصفہان کے قلعے "شاہ در" پر ان کا قابو ہو گیا[1]

فتح قلعہ اصفہان

اس وقت بغداد میں خلیفہ عباسی مقتدی باللہ تھا۔ لیکن حکومت ملک شاہ سلجوقی کے ہاتھ میں تھی۔ حسن بن صباح نے اسی حاکم کے زمانے میں قوت حاصل کی۔ اسی حاکم کے لائق اور مشہور وزیر نظام الملک کو نزاریوں ہی نے ۴۸۵ھ میں قتل کیا۔ ان کی قوت توڑنے کے لئے ملک شاہ

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۹۴

نے دو دفعہ لشکر بھیجا مگر اسے کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ ۴۸۵ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کے خاندان کے باہمی جھگڑوں سے نزاریوں کا زور بڑھ گیا۔ اس کی بیوی خاتون جلالیہ کی رائے سے خلیفہ نے اس کے چھوٹے بیٹے محمود کو سلطنت دے کر ناصر الدنیا والدین کے لقب سے سرفراز کیا۔ لیکن اس کے بڑے بھائی برکیارق نے حکومت چھین لی اور خود رکن الدین کا لقب اختیار کیا۔ محمود اور اس کی ماں نے اصفہان میں پناہ لی۔ برکیارق نے نزاریوں کی مدد سے اصفہان کا محاصرہ کر کے محمود کو بھگا دیا۔ لیکن اصفہان پر نزاریوں کا پورا قبضہ ہو گیا۔ اپنی عادت کے موافق ان لوگوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ شہر کے باشندے ان کے مظالم سے تنگ آ گئے۔ آخر کار اصفہانیوں نے نزاریوں سے خوب انتقام لیا۔ اور ان کے کئی سرداروں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد حسن بن صباح قزوین پہنچا۔ جس کے قریب "الموت" واقع ہے۔ اس مقام کے آس پاس کے رہنے والوں سے دوستی پیدا کی۔ اور ان پر اپنے زہد و تقوٰی کا اثر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کمبل اوڑھے رہتا اور بہت سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہاں کے اکثر لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس قلعے کا مالک بھی جو ایک سادہ لوح علوی تھا ہمیشہ اس کے پاس بیٹھتا اور اس سے برکت حاصل کرتا۔ جب حسن اپنا معاملہ مستحکم کر چکا تو علوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ "تو قلعے سے نکل جا"۔ علوی مسکرایا اور اسے دل لگی سمجھا۔ حسن نے اپنے چند پیرووں کو حکم دیا کہ وہ علوی کو قلعے سے نکال باہر کر دیں۔ انھوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ مال دے کر اسے قلعے سے نکال دیا۔ اب اس قلعے پر حسن کا پورا قبضہ ہو گیا [1]

---

[1] ابن الاثیر ۱۰ / ۱۳۱-۱۳۲

اس قلعے کا صحیح نام "آلموُت"[۱] ہے۔ ایک عجیب اتفاق سے اس لفظ کا مجموعہ حساب جمل سے (۴۸۳) ہوتا ہے۔ جس سے حسن بن صباح کی اس قلعہ کو فتح کرنے کی تاریخ نکلتی ہے جیساکہ اکثر مورخین نے لکھا ہے۔

حسن بن صباح کا مذہب اور اس کی جنت

الموت کو مستقر بنا کر حسن بن صباح نے اسمٰعیلی دعوت کی تبلیغ شروع کی۔ دعوت کا وہی نظام قائم کیا جو مصر میں موجود تھا۔ صرف چند حدود (ارکان) مثلاً رفیق۔ لاحق[۲]۔ اور فدائی کا اضافہ کیا۔ فدائیوں میں بڑے ان پڑھ جاں باز نوجوان شریک کئے جاتے تھے۔ صرف ہتھیار استعمال کرنے کا فن انھیں سکھلایا جاتا تھا یہ سپاہی حسن کے حکم کی بے عذر آنکھیں بند کرکے تعمیل کرتے۔ جس کے قتل کا اشارہ ہوتا اس کے پاس نئے نئے بھیس بدل کر جاتے اس سے مل کر اس کے مزاج میں رسوخ پیدا کرتے۔ اس کے معتمد علیہ بنتے اور موقع پاتے ہی اس کا کام تمام کر دیتے۔ ان خونخوار اعمال کی ترغیب دینے کے لئے ایک جنت بنائی گئی تھی۔ پہلے وہ حشیش[۳]

---

[۱] یہ شہر قزوین کے علاقے میں صوبہ رود بار کا ایک قلعہ تھا۔ جسے اس کے مضافات کے ساتھ لوگ طالقان کہتے تھے۔ اس کے معنے ہیں "شکرے کا گھونسلا" بعض کہتے ہیں کہ دیلمیوں کی اصطلاح میں یہ ایک خاص کلمہ تھا۔ جس پر شکاری پرند سدھائے جاتے تھے۔ چونکہ اس زمانے کا بادشاہ اور اس کے لوگ اسی کلمہ کو چلا چلا کے کہتے ہوئے یہاں پہنچے تھے۔ لہذا وہی اس مقام کا نام مشہور ہو گیا۔ یہ قلعہ بہت بلند اور محفوظ مقام پر تھا۔

[۲] رفیق داعی کا مددگار جو اُس کے ساتھ رہے اور لاحق داعی کا دوسرا مددگار۔

[۳] اسی وجہ سے یہ حشاشین کہلاتے ہیں انگریزی لفظ Assassin اسی سے مشتق ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بھنگ) کے اثر سے اس طرح بے ہوش کر دیئے جاتے کہ ان کے دل میں کسی نشئی چیز کے استعمال کا گمان بھی نہ گزرتا۔ بے ہوش ہوتے ہی خاص ذریعوں اور راستوں سے وہ اس جنت میں پہنچائے جاتے۔ جہاں پہنچتے ہی وہ ہوش رہا اور دلستاں حوروں کی آغوش شوق میں آنکھ کھولتے اور اپنے آپ کو ایک ایسے عالم میں پاتے جہاں کی خوشیاں اور مسرتیں ان کے حوصلے اور ان کے خیال سے بہت بالا ہوتیں۔ پر فضا وادیوں۔ روح افزا آبشاروں۔ جاں بخش باغوں اور نظر فریب مرغزاروں میں وہ سیر کرتے۔ حوروں کی صحبت ان کی دلستانی کرتی۔ مئے ارغوانی جس کے لبریز جام غالباً یہاں شراب طہور کا نام لے کر دیتے جاتے ہوں گے انھیں دنیاوی افکار سے بے پروا کر دیتے۔ کچھ عرصے کے بعد وہ حسن کے پاس پھر پہنچائے جاتے جہاں آنکھ کھول کر وہ اپنے آپ کو شیخ کے قدموں پر پاتے۔ اُن کو پھر جنت میں پہنچ سکنے کی اُمید دلائی جاتی۔ اور انھیں لوگوں سے جنت کی چاٹ پر یہ ظالمانہ کام لئے جاتے[1]۔ بڑے بڑے امرا انھی کے خنجروں سے قتل ہوئے۔ اور انھی فدائیوں نے نظام الملک کی بھی جان لی۔ ان کی فدائیانہ ذہنیت کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ صلیبی سردار کاؤنٹ سابین تسہر مسیاۃ میں سنان کا مہمان ہوا۔ یہاں اسے قلعے کے برج دکھائے گئے۔ خاص کر وہ برج جو سب سے بڑا تھا۔ اس کے ہر زینے پر دو دو سپاہی ادب سے کھڑے تھے ان کو دیکھ کر باطنیوں کے حکمران سنانؔ نے اپنے مسیحی مہمان سے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:

Though Fr]or It from Ar Hashshashin, Bashish Eaters A Military and Religious Order in Syria of the 11the Century Who Became Notoriou for their Secret Murders (Chambers Disctionary)

پروفیسر براؤن نے حشیشیں لکھا ہے (تاریخ ادب فارسی) "الفاطمیون فی مصر" میں حشاشین ہے۔

[1] اس جنت کا حوالہ کسی معتبر تاریخ میں نہیں ملتا۔

ہمارے سے فرماں دار نبرد آزما سپاہی تمھیں نصیب نہیں۔ یہ کہتے ہی اس نے ایک زینے کی طرف اشارہ کیا اور اشارے کے ساتھ ہی وہ دونوں سپاہی جو وہاں کھڑے تھے نیچے گر پڑے اور اسی وقت مر گئے۔ یہ تماشہ دکھا کے سنانؔ کہنے لگا یہی دو نہیں بلکہ یہ جتنے سپاہی سفید کپڑے پہنے کھڑے ہیں میرے ایک اشارے پر سب اسی طرح جان نثار کر سکتے ہیں۔ عیسائی بادشاہ نے کہا: "مجھ پر کیا منحصر ہے شاید کسی تاج دار کو ایسی جاں باز رعایا نہ ملی ہو گی۔"

شام میں نزاریوں کی دعوت کی اشاعت

ملک شاہ کے بعد سلطان سنجر نے حسن بن صباحؔ کا مقابلہ کیا۔ مگر حسنؔ نے ایک چلے سے اسے صلح پر آمادہ کر لیا۔ ایران کے شہروں کے علاوہ رفتہ رفتہ شام کے بعض مقاموں میں بھی حسنؔ کے ماننے والے پھیل گئے۔ حلب کے اسمٰعیلی والی رضوان نے صلیبی لڑائیوں کے عیسائیوں سے دوستی پیدا کی اور فدائیوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ لیکن رضوان کے مر جانے سے پھر مسلمانوں کو قوت حاصل ہو گئی۔ اور انھوں نے اکثر فدائیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بدلے میں فدائیوں نے خلیفہ بغداد کے بھرے دربار میں دمشق کے والی آتابک کے دھوکے میں والی خراسان پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اسی طرح اور کئی صوبوں کے والی بھی مارے گئے۔ اب نزاریوں کا رعب تمام اسلامی دولتوں پر چھا گیا۔

نزاریوں کی سیاسی قوت کا خاتمہ

حسن بن صبّاح کے بعد تقریباً سوا سو سال تک اس کے جانشینوں کی حکومت کم و بیش شمالی ایران کے پہاڑی مقاموں پر اور عراقؔ و شام کے چند شہروں میں باقی رہی۔ آٹھویں جانشین رکن الدین خورشاہ کے زمانے میں

ہلاکو خاں نے خلافت بغداد کے ساتھ ان کی حکومت کا بھی خاتمہ "کر دیا"[1]۔ اس کے بعد سے جو سلسلہ ان لوگوں کا اب تک بھی جاری ہے وہ صرف مذہبی ہے
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مستعلی نے نزار کو قتل کرا دیا۔ اور اس کا کوئی بیٹا حسن بن صباح کے ساتھ ایران میں نہیں آیا۔ لیکن نزاری جو ہمارے زمانے میں خوجوں کے نام سے مشہور ہیں اور بمبئی اور گجرات کے بعض ضلعوں میں رہتے ہیں - یہ کہتے ہیں کہ نزار اسکندریہ میں شکست کھا کر ایران چلا گیا۔ ہز ہائی نس آغا خاں اسی کی نسل سے ہیں۔ خوجوں کے اسلاف میں بعض ایسے ہوں گے جو مصر شام عراق اور ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آبسے اور اکثر ایسے ہوں گے جن کو اسمٰعیلی داعیوں نے مسلمان بنایا کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ اسمٰعیلی داعیوں نے ہندوستان میں نہایت قابل تحسین تبلیغ کا کام انجام دیا ہے۔ اور اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ایسے داعیوں میں نور الدین شاہ قابل ذکر ہے جو تقریباً ۶۲۰ھ میں الموت سے ہندوستان بھیجا گیا۔ اس نے یہاں اپنا نام نورستاگر رکھا۔ اور ضلع گجرات کی پست قوموں سے بہت سوں کو مسلمان بنایا۔ ۶۸۷ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کے بعد ہندوستان میں خوجوں کا صدر پیر صدر الدین (متوفی ۸۱۹ھ) ہوا جس نے ہندوؤں کے اصول کے موافق اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کو یہ سمجھایا کہ حضرت رسول خدا صلعم برہما ہیں۔ اور حضرت علی اپنے دسویں اوتار میں کرشنا ہیں۔ صدر مذکور نے ایک کتاب بنام "دس اوتار" تصنیف کی ہے۔ جس میں تفصیل کے ساتھ

---

[1] عطا ملک جوینی (متوفی ۶۸۱ھ) نے تاریخ جہاں کشائی کی تیسری جلد میں حسن بن صباح سے لے کر رکن الدین تک کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ جوینی ۶۵۴ھ میں ہلاکو کے ساتھ تھا جب وہ نزاریوں کے قلعے فتح کرنے میں مصروف تھا۔ جامع التواریخ (مصنفہ رشید الدین فضل اللہ) میں بھی نزاریوں کی کچھ اور تفصیلات ملیں گی (مقدمہ جہاں کشائی)

ہندوؤں کے عقیدوں کے موافق تمام اوتار بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کے چند حصے ہر خوجے کے انتقال کے وقت اس کے بسترِ مرگ پر تبرک کے طور پر پڑھے جاتے ہیں۔

اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ

حال ہی میں ایک نزاری فاضل علی محمد جان محمد چنارا نے ایک کتاب بنام "نورمبین حبل اللہ المتین" شایع کی ہے جس میں نزاری اماموں کی تاریخ نہایت تفصیل سے لکھی ہے اور اماموں کے سلسلے کی بلاد مغرب، مصر۔ اَلَموُت اور ایران سے ہندوستان میں منتقلی کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس کتاب سے ہم یہاں چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جن سے نزاری عقیدوں پر روشنی پڑے گی۔

الموت میں اسمٰعیلیوں کی عید قیام اور حضرت امام (علیہ السلام) کا معنوی خطبہ

" حضرت امام حسن علی ذکرہ السلام متوفی ۵۶۱ھ نے اپنی سلطنت کے تمام ملکوں کے اسمٰعیلیوں کو جمع کیا۔ اور امامت و سلطنت کے تخت پر جلوہ افروز ہوکر عام مجمع کے سامنے فرمایا کہ قائم القیامتہ میرے ذریعے ہے۔ میں امام زماں ہوں اور امر و نہی صرف شریعت کے رسم و رواج ہیں۔ اور ان کی تکلیف کو میں اہل دنیا سے بالکل اٹھا لیتا ہوں۔ چونکہ یہ زمانہ قیامت کا ہے۔ اس دن الموت کے تمام اسمٰعیلیوں نے بڑا جشن منایا اور یہ دن تاریخ میں "عید القیام" کے طور پر مشہور ہوا ہے۔ پھر حضرت امامؑ نے قیامت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ آج میں تم کو تمام شریعت کی تکلیفوں سے

نجات دیتا ہوں ۔ آج تمھارے لئے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ۔ میں نے تم سب کو اس دنیا میں شریعت اور قیامت کے اسرار سے مطلع کیا[۱]۔ ہم زمانے کے امام ہیں ۔ یہ لڑائی کا موقع ہے ۔ ایسے وقت میں تمھیں خیال کرنے کی کوئی جگہ نہیں ۔ اگر اختلاف ہی میں مشغول رہو گے تو قتل ہو جاؤ گے ۔ شریعت وہ قواعد ہے اور لڑائی وہ اعمال ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی قربت اعمال ہی سے ہو گی ۔ اس تقریر کے بعد حضرت امامؑ تخت سے نیچے آئے اور تمام حاضرین کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا، کہ آج یوم عید ہے ۔ اس لئے افطار کرو اور خوشی مناؤ ۔ چنانچہ وہ مبارک دن اسمٰعیلیوں نے نہایت دھوم دھام اور خوشی اور مسرت سے گزارا ۔ اس روز کو عید القیام کے نام سے نامزد کرکے ہر سال اسی دن خوشیاں مناتے رہے ۔ عید القیام کے دن حضرت علیؓ عبد الرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دنیا سے نجات پا کر عقبیٰ سے واصل ہوتے تھے ۔ جو روح کامیابی کے ساتھ فائز المرام ہوتی ہے ۔ اس کے لئے یہ لذت الوصال ہے ۔ اور اسی وجہ سے اس دن کو عید القیام کے نام سے موسوم کرکے اپنے جد امجد کی شان کو حضرت امام نے روشن کیا"

"روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک مشہور شاعر نے مولانا یوسف شاہ کاتب سے سنا تھا کہ میں جب الموت گیا اُس وقت وہاں یہ شعر لکھا ہوا میں نے دیکھا ۔

"برداشت غل شرع[۲] بہ تائید ایزدی
مخدوم روزگار علی ذکرہ السلام"

---

[۱] "حضرت امام حسن علی ذکرہ السلام نے ان لوگوں کو "تاویلی علم سکھایا اور بتایا کہ دنیا قدیم ہے ۔ زمانہ جاودانی ہے ۔ قیامت صرف روحانی ہے ۔ بہشت و دوزخ معنوی (باطنی) ہیں ۔ ہر ایک شخص کی قیامت اس کی موت ہے ۔ باطن میں خلقت کو خدائے تعالیٰ کی خدمت میں رہنا چاہیئے ۔ اور ظاہر میں صوابی طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے ۔ جس کے لئے شریعت کے اعمال کی ساری پابندی اور بندشیں مخلوق سے اٹھائی جاتی ہیں ۔" (للارمبین صفحہ ۳۹۹)

[۲] اصل کتاب میں "گل شرع" ہے ۔ لیکن ترجمہ اس کا "بار شرع" کیا گیا ہے ۔ ممکن ہے اصل شعر میں "غل شرع" ہو ۔ عربی میں غل کے معنی طوق ہیں ۔

(حضرت امام حسنؑ مذکور کے پوتے) حضرت امام جلال الدین حسن متوفی ۶۱۸ھ کی حکمت عملی اور جدید دستور الحکومت

حضرت امام حسنؑ نے طوق شریعت کو نکال کر اللہ کی قربت کے واسطے بہت بڑی تقریر کی تھی جس کا مطلب اکثر جاہل رعایا کے سمجھ میں نہ آیا اور اُنھوں نے شورش برپا کردی ۔ اس کے علاوہ کئی اہل ایمان اپنے روحانی تزکیہ کے بدلے خود مختاری ظاہر کرکے دین کے سارے اعمال چھوڑ بیٹھے تھے ۔ ان تمام الجھنوں میں معاملے کو سنبھال لینے کے لئے حضرت امام (جلال الدین حسن) کو حکمت عملی سے کام لینے کی ضرورت پڑی ۔ اس لئے آپ نے ظاہر شریعت کے طریقے جاری کئے اور تمام اسمٰعیلی مقامات پر اپنے فرامین روانہ کئے ۔ حضرت امام چونکہ اہل دنیا کے مالک ہیں ۔ اس لئے زمانے کی موافقت کے لحاظ سے بندوبست ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے ۔ اکثر اماموں کے عہد میں ایسی حرکتیں ظہور میں آئی ہیں اور پھر قرار پاگئی ہیں ۔ مگر بیرونی اسباب کو دیکھ کر اکثر لوگ حضرت امام کے مخصوص مطلب کو نہ سمجھ کر من مانی باتیں کرتے رہتے ہیں۔" [1]

الموت سے نزاری اماموں کی منتقلی ایران اور ہندوستان میں

ہم بیان کر چکے ہیں کہ آٹھویں امام رکن الدین خور شاہ متوفی ۶۵۴ھ کے عہد میں تاتاری سپہ سالار ہلاکو خاں نے الموت پر چڑھائی کرکے نزاریوں کی سیاسی قوت کا خاتمہ کردیا۔ اس کے بعد امام مذکور کے بیٹے

---

[1] علی محمد چنارا ۔ صفحہ ۳۹۸ – ۴۰۲ ۔ ۲۰۴ ۔

شمس الدین محمد نے اپنے چچا کے ساتھ آذربائیجان کا قصد کیا۔ یہاں یہ پوشیدہ طور پر رہنے لگے۔ اور زردوزی کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کے مریدوں نے ایران کے علاقوں میں اسمٰعیلیت پھیلائی۔ اس کے علاوہ شمالی ہندوستان کے صوبوں شلاً کشمیر پنجاب وغیرہ میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ علی محمد جان محمد صاحب چنارا نے جو کچھ اسمٰعیلیوں کے متعلق لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایران کے حکمرانوں سے اکثر خوف زدہ رہتے تھے۔ ان کے ائمہ درویشوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ تو شاہ اسمٰعیل صفوی نے اپنے عہد میں اسمٰعیلیوں کے قتلِ عام کا حکم دے دیا تھا[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایران کے بعض شاہوں نے ان سے سلسلۂ قرابت قائم کیا تھا[2] تقریبًا پونے چھ سو سال ایران نزاریوں کی امامت کا مرکز رہا۔ اس زمانے میں متعدد علما اور شعرا گزرے جن کی تصنیفوں کی فہرست مستشرق ایوانو نے لکھی ہے[3]

ایران کے آخری امام خلیل اللہ علی (دوم) یزد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے عہد میں تعصب کا بازار گرم تھا۔ "ملا مولویوں" کا دور دورہ تھا۔ اُنھوں نے اس خوف سے کہ کہیں اپنا اقتدار کم نہ ہو جائے ۱۲۳۳ھ میں خلیل اللہ علی کو قتل کردیا۔ جب اسمٰعیلی ان کا انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے تو ایران کے حکمران فتح علی شاہ قاچار نے اُن کے قاتلوں کو پھانسی کی سزادی اور اُن کے بیٹے حسن علی کو آغا خاں کا خطاب دیا[4] یہ امام ایران کو چھوڑ کر ہندوستان آ گئے۔ گویا ۱۲۳۳ھ میں نزاری امامت ہندوستان میں منتقل ہوئی۔ یہاں تقریبًا چوتھی صدی ہجری سے اسمٰعیلی آباد تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے

---

[1] نور مبین حبل اللہ المتین۔ صفحہ ۴۷۲۔
[2] " " " ۵۳۲۔
[3] A Guide to Ismaili Literature.
[4] نور مبین حبل اللہ المتین صفحہ ۵۸۰۔

ہیں ۔ امام مذکور کے بعد ان کے بیٹے شاہ علی قایم ہوئے جو آغا خاں ثانی کہلاتے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ۱۸۸۵ء میں ان کے بیٹے ہز ہائینس سلطان محمد شاہ آغا خاں ثالث نے ان کی جگہ لی۔ ہمارے زمانے میں یہ حاضر امام صاحب الزماں کہلاتے ہیں۔[1]

نزاریوں کی مختلف جماعتیں

نزاری عام طور پر خوجے کہلاتے ہیں۔ اس فرقے میں عقیدوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف جماعتیں نظر آتی ہیں۔ پنجابی خوجے آغا خاں کے ماتحت نہیں ہیں لیکن ان کے عقیدے بمبئی کے خوجوں کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہیں۔ پنجابی خوجوں کی ابتدا صدرالدین کے زمانے سے ہے جو نویں صدی ہجری میں خراسان سے ہندوستان آتے تھے۔ ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ بمبئی کے خوجوں کی جماعت جو آغا خاں کی پیرو ہے زیادہ منظم ہے۔ ان کا انتظام ایک انجمن کے ذریعے ہوتا ہے جس میں تین عہدے دار ہوتے ہیں۔ اُن کی نامزدگی بعض وقت آغا خاں کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اکثر ان کا انتخاب خود جماعت کرتی ہے۔

اکثر خوجوں کے نکاح۔ طلاق اور وراثت کے احکام اسلامی فقہ سے مختلف ہیں۔ ان میں چند افراد اثنا عشری خوجے اور چند سنی خوجے کہلاتے ہیں ہندوستان میں کل خوجوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ بتائی گئی ہے۔[2]

---

[1] لوز مبین ۶۳۰ - ۶۰ ء۔

[2] (الف) The Encylopaedia of Islam II, p. 960

(ب) Sarjun's Meer Ali case ; of Sir Erskine Perry cases illustrative of Oriental Life and the Application of English Law to India 1853. Lond p. 110.

(ج) Judgement by Sir Joseph Arnould in the Khoja case, delivered in Bombay 12th Nov. 1866.

فصل (۳۲)

اسماعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم

اسمٰعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم تین بڑے حصوں پر منقسم ہیں۔

(۱) طالب علم کو پہلے فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس فن میں متعدد علما کی کتابیں رائج ہیں جن میں سب سے زیادہ مستند قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی تصنیفیں ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے[۱]۔ فقہ کی کتابوں میں شرعی احکام کے ساتھ ساتھ اُن کی اسناد بھی قلم بند کردی گئی ہیں۔ اسمٰعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو بالکل دخل نہیں۔ اجتہاد گمراہی کا راستہ ہے۔ ہر شرعی حکم نص قطعی کا محتاج ہے[۲]۔

(۲) فقہ کے بعد شرعی احکام کی تاویل سکھائی جاتی ہے۔ اس فن میں بھی

---

[۱] فصل ۲۹ (دور فاطمی کے علماء)

[۲] وعن الامام الصادق علیہ السلام انہ قال لابی حنیفۃ ما الذی تعتمد علیہ فیما لا تجد فیہ نصًا من کتاب اللہ ولا خبرًا عن رسول اللہ قال اقیسہ علی ما وجدت من ذالک ثم قال ایھما اعظم عند اللہ الصلوٰۃ ام الصوم قال الصلوٰۃ قال فقد امر اللہ رسول اللہ للحائض ان

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سب سے زیادہ معتبر تصنیفیں قاضی القضاۃ نعمان بن محمد ہی کی ہیں۔انبیا کے قصوں کی تاویل اسی فن میں شامل ہے۔ علم تاویل کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ان میں جو اسرار ہیں وہ عوام کو نہیں بتاتے جاتے۔ اسمٰعیلیوں میں بھی جو ایک خاص درجے کو پہنچتا ہے وہی ان پر مطلع ہو سکتا ہے۔لیکن خوش قسمتی سے داعی ناصر خسرو کی کتاب " وجہ دین "جو تاویل میں لکھی گئی ہے چھپ چکی ہے[1]۔

(۳) تاویل کے ختم ہونے کے بعد مذہبی فلسفے کی تعلیم شروع ہوتی ہے جسے اسمٰعیلی اپنی اصطلاح میں " حقیقت " کہتے ہیں۔اس فن میں عالم کی ابتدا۔ انتہا۔رسالت۔وصایت۔امامت۔قیامت۔بعث اور حشر وغیرہ کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

تاویل اور حقیقت کے مسائل پر ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔یہاں ہم صرف ان کا کچھ اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ان علوم کے اُصول کا اندازہ ہو سکے گا۔

(ا) علم باطن یا تاویل اور اُس کی مثالیں

شیعوں کے تمام فرقے تاویل کے قائل ہیں۔اُن کے ہاں آیۂ شریفہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ تقضی الصوم ولا تقضی الصلوٰۃ ولوکان علی القیاس لکان الواجب ان تقضی الصلوٰۃ ثم قال وایھما اعظم عند اللہ الزنا ام قتل النفس قال قتل النفس قال قد جعل فی قتل النفس شاہدین وفی الزنا اربعۃ فاتق اللہ یا نعمان ولا تقس (دعائم الاسلام - اختلاف اصول المذاھب)

[1] Kaviani press, Berlin. " وجہ دین " اور قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی تصنیف " تاویل دعائم الاسلام " میں بہت کم فرق ہے۔بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجہ دین تاویل دعائم الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے۔

" لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ " میں " الا اللہ "
پر وقف کرنا درست نہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ علما بھی جو علم
میں راسخ ہیں یعنی انبیا ۔ اوصیا اور ائمہ تاویل جانتے ہیں ۔ لیکن جس فرقے نے
اس فن کو ترقی دی اور خاص طور پر تمام احکام عبادات اور قصص انبیا کی
تاویلوں کے متعلق مستقل کتابیں لکھیں وہ اسمٰعیلیہ ہے[1] بعض اہلِ تصوف
بھی تاویل کے قائل ہیں[2]

تمام انبیا کی شریعتیں رموز و ممثولات پر بنی ہیں جو تاویل میں بیان کئے
جاتے ہیں ۔ یعنی جو شریعت کوئی نبی وضع کرتا ہے اس کے احکام میں ایسے
امور کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کا مقصود اصلی ہے ۔ تاویل کے معنی عربی
میں اول کی طرف لوٹنے کے ہیں ۔ تاویل کو شریعت کی حکمت ۔ دین کا راز
اور علم روحانی بھی کہتے ہیں ۔ جس کی تعلیم کے لئے ہر نبی اپنا ایک وصی مقرر
کرتا ہے ۔ نبی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو شریعت کے ظاہری احکام بتائے
اور وصی کا کام یہ ہے کہ وہ ان کو ان کی تاویلوں سے آگاہ کرے ۔

تاویل و حقایق کے علوم کا منظر عام پر آنا

اسمٰعیلیوں کی تاویل و حقایق کے علوم
زیادہ مدت تک مخفی نہ رہ سکے ۔
آہستہ آہستہ ظاہر ہو کر منظر عام پر آگئے ۔
چنانچہ بعض غیر اسمٰعیلی مورخوں مثلاً
بغدادی ۔ شہرستانی اور مقریزی وغیرہ نے اپنی تصنیفوں میں بعض

---

[1] اثنا عشریوں کی تاویل کے لئے تفسیر صافی اور بحار الانوار للمجلسی ملاحظہ کیجئے ۔ ان کی
بعض تاویلیں اسمٰعیلیوں کی تاویل سے ملتی جلتی ہیں ۔ چنانچہ سورہ " والتین " کی تاویل
جو " حیات القلوب للمجلسی میں ہے وہ " کتاب الکشف " کی تاویل سے مشابہ ہے ۔

[2] اہل تصوف کی تاویل " تفسیر محی الدین بن عربی " میں ملے گی ۔

تاویلیں ظاہر بھی کردی ہیں[1] اساس التاویل کا ایک مخطوط نسخہ لندن کے کتب خانے میں دستیاب ہو سکتا ہے ۔ زمانۂ حال میں تاویل پر ایک مستقل کتاب بنام " وجہ دین " مصنفہ اسمٰعیلی داعی ناصر خسرو کاویانی پریس (برلن) میں چھپ گئی ہے ۔ اس میں اور تاویل الدعائم مصنفۂ قاضی نعمان بن محمد میں زیادہ فرق نہیں ہے ۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجہ دین تاویل الدعائم کا فارسی ترجمہ ہے ۔ تاویل الزکواۃ مصنفہ داعی جعفر بن منصور الیمن کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ لائڈن[2] میں اور " المجالس المستنصریہ " کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں محفوظ ہے ۔

علم حقیقت (یا حقایق) کی کتابوں میں سب سے اہم اور مستند کتاب " اخوان الصفا " ہے جو دو دفعہ چھپ چکی ہے ۔ اس کے آخری رسالے میں جو " جامعہ " کے نام سے مشہور ہے ۔ تاویل و حقایق کے بنیادی مسایل بیان کئے گئے ہیں ۔ اس کا ایک مخطوط نسخہ پیارس (فرانس) کتب خانے میں محفوظ ہے ۔ جرمن مستشرق شتروطمان[3] نے چار کتابوں کا ایک مجموعہ بنام " اربعۃ کتب اسمٰعیلیۃ " حال ہی میں شایع کیا ہے ۔ یہ کتابیں منجملہ ان چار سو کتابوں کے ہیں ، جو یمن کے امام یحییٰ کو ملی ہیں اور اب امبروسیانہ کی لائبریری میں محفوظ ہیں[4]

---

[1] مقریزی کہتا ہے کہ میں نے تاویل کی کتابیں پڑھی ہیں ۔

[2] Leiden, cod. 1971 (Goeje)

[3] R. Strothman

[4] ھذا الکتاب من کتب الباطنیۃ مما اخذ علیھم من سھاب من جملۃ کتب تنیف علی اربع مائۃ مجلد و للہ الحمد فلقد اطلعتنا کتبھم علی کثیر من کفرھم شھر ربیع الاول سنۃ ۱۳۲۳ کتب امیر المومنین المتوکل علی اللہ یحییٰ (اربعۃ کتب اسماعیلیہ منقولۃ عن النسخۃ الخطیۃ ھر ۷۵ المحفوظہ فی مکتبۃ امبروسیانہ - میلانو) ان چار کتابوں کے نام یہ ہیں ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

اسی مستشرق نے "کتاب الکشف للداعی جعفر بن منصور الیمن" کا ایک صحیح نسخہ تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے۔ دیگر مستشرقین نے بھی علوم مذکورہ کے اہم مسائل پر کافی بحث کی ہے۔ خاص کر کاسانووا نے اسمٰعیلی عقائد تفصیل سے بیان کئے ہیں[1]۔

ذرائع مذکورۂ بالا سے اسمٰعیلی تاویل وحقایق کے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں ہماری یہ تالیف چونکہ فاطمیین مصر کی ایک مستقل تاریخ ہے اس لئے ہم یہاں مختصر طور پر تاویل و حقایق کے چند مسائل درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین ان سے فاطمیین کی سیاست کے اصول ومقاصد معلوم کرسکیں۔ کیونکہ ان کی سیاست کی بنا مذہب پر تھی۔

داعی الدعاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) نے جتنے شرعی احکام اپنی کتاب "دعائم الاسلام" میں لکھے ہیں ان کی تاویل ایک علیحدہ کتاب میں بیان کی ہے جس کا نام "تاویل دعائم الاسلام" ہے۔ ہم یہاں اس کتاب سے اور چند تاویل کی مشہور کتابو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ (۱) مسایل مجموعۃ من الحقایق العالیہ والدقایق والاسرار السامیہ لمولف مجہول (۲) رسالۃ الایضاح والتبیین فی کیفیۃ تسلسل ولادتی الجسم والدین لعلی بن محمد بن الولید۔ (۳) رسالۃ تحفۃ المرتاد وغصۃ الاضداد لعلی بن محمد بن الولید ایضاً (۴) رسالۃ الاسم الاعظم۔ ان رسالوں میں "کتابت سریہ" یعنی مخفی تحریر استعمال کی گئی ہے۔ حروف کی بجائے علامتیں لکھی گئی ہیں مثلاً "النطقاء" جو خاص اسمٰعیلی اصطلاح ہے۔ اس کی جگہ "۲ لمرع ۷ ہے ۲" لکھا گیا ہے۔ گویا ۲ علامت ہے الف کی اور لمر علامت ہے لام کی۔ اسی طرح ہر حرف کے لئے ایک علامت مقرر کی گئی ہے تاکہ غیر اسمٰعیلی اسرار دعوت پر مطلع نہ ہوسکیں۔ لیکن بعض اسمٰعیلی طلبہ نے ان علامتوں پر اصل عبارت لکھدی ہے۔ جس کی مدد سے مستشرق مذکور نے تمام علامتوں کو واضح کر دیا ہے اور ان کی ایک فہرست بناتی ہے۔ اب آسانی سے عبارت کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اور اسرار خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں۔

[1] ان مستشرقین کی تصنیفوں کے نام "فہرست مآخذ" میں ملیں گے جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔

مثلاً تاویل الشریعۃ مصنفہ امام معزؔ اور المجالس المویدیہ مصنفہ باب الابواب موید شیرازی (متوفی ۴۷۰ھ) اور کتاب الافتخار مصنفہ داعی ابو یعقوب سجستانی (متوفی ۳۳۱ھ) سے نمونے کے طور پر چند احکام عبادات کی تاویلیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اسی قسم کی تاویلیں " وجہ دین " مصنفہ ناصر خسرو (متوفی ۴۸۱ھ) میں بھی ملیں گی جو چھپ گئی ہے[1]۔

احکام عبادات کی تاویلیں

(۱) وضو

ظاہر یا مثل	باطن یا ممثول
(۱) وضو	گناہوں سے نفس کو پاک کرنا۔ یا دعوت کے اضداد سے برأت کرنا۔ یا حضرت علیؓ کا اقرار کرنا کیونکہ وضو، اور علی ہر ایک لفظ میں

---

[1] بہت قدیم اسمٰعیلی داعیوں کی کتابیں مفقود ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض کا حوالہ موجودہ کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ داعی عبدان کی کتاب "خدمۃ المولیٰ لعبدہ" کا حوالہ "رسائل اللطیفہ" میں ملتا ہے۔ اس داعی کی متعدد کتابیں فن تاویل وحقیقت میں مثلاً کتاب الحل ودولا سنادو کتاب اللامع وغیرہ ابن ندیم کے عہد میں موجود اور متداول تھیں (فہرست ابن الندیم) لیکن یہ کتابیں اسمٰعیلیوں کے ذاتی خزانوں میں آج کل نہیں پائی جاتیں۔ ہم نے جن کتابوں سے تاویل کے نمونے بتائے ہیں وہ بہت معتبر اور مستند ہیں۔ ان کے مصنف اماموں سے متصل تھے اور ان کی کتابیں اماموں کی نظر سے گزر چکی ہیں جیسا کہ شرح الاخبار اور اختلاف اصول المذاہب کے مقدموں سے واضح ہے۔ خصوصاً تاویل کی کتابیں بغیر امام کی اجازت کے نہیں پڑھی جاتیں (فصل ۲۳ دعوت کی مجلسیں اور اس کے طریقے)

	تین حرف ہیں ۔	
۲) وضو کے احداث (ریح ۔ بول ۔ براز)	نفس کی نجاستیں (نفاق ۔ شرک ۔ کفر)	
۳) کلی کرنا ۔	امام کا اقرار اور اس کی طاعت کرنا ۔	
۴) ناک صاف کرنا	حجت کا اقرار اور اس کی طاعت کرنا ۔	
۵) مسواک کرنا	دعوت کے حدود کا اعتقاد رکھنا اور ان پر کوئی الزام نہ آنے دینا (دانت کے ممثول دعوت کے حدود ہیں)	
۶) منہ دھونا ۔	امام اور سات ناطقوں اور سات اماموں کا اقرار کرنا ۔ کیونکہ انسان کے چہرے میں سات سوراخ ہیں ۔	
۷) ڈاڑھی کے بالوں کو اچھی طرح صاف کرنا	انبیا اور ائمہ کی تصدیق اس طرح کرنا کہ ان میں سے کوئی چھوٹ نہ جائے ۔	
۸) سیدھا ہاتھ دھونا	نبی یا امام کی طاعت کرنا یا وصی کی دعوت کا اقرار کرنا کیونکہ دونوں ہاتھ آستینوں میں پوشیدہ رہتے ہیں ۔ (یہ دونوں ہاتھ دھونے کی تاویل ہے) از تاویل الشریعۃ للامام المعز ۔	
۹) بایاں ہاتھ دھونا	وصی یا حجت کی طاعت کرنا ۔	
۱۰) سر کا مسح کرنا	حضرت رسول خدا کا اقرار کرنا اور آپ کی شریعت پر چلنا ۔ یا نفس شریفہ کا اقرار کرنا ۔ سر کا مسح اس طرح کرنا کہ بال اٹھنے نہ پائیں یعنی امام کا اپنے کلام کو اشارے کے طور پر بیان کرنا جس میں شرح تصریح نہ ہو ۔	
۱۱) سیدھے پاؤں کا مسح کرنا	امام یا داعی کا اقرار کرنا	
۱۲) بائیں پاؤں کا مسح کرنا	حجت یا ماذون کا اقرار کرنا	یا عقل کا اقرار کرنا ۔
۱۳) دھونا	طاعت کرنا	

۱۴) مسح کرنا	اقرار کرنا۔
۱۵) پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنا۔	دعوت کے حدود نہ ہونے کی حالت میں کسی مومن (مستجیب) سے متعلق ہونا۔
۱۶) ناخن کترنا اور طہارۃ الفطرۃ کے دیگر احکام۔	مستحق کو ظاہر کشف کرکے باطن بتانا یا اہل ظاہر کے ظاہر کو نکال دینا۔

۲۔ نماز

۱) نماز پڑھنا	داعی کی دعوت میں داخل ہونا۔ یا حضرت رسول خدا کا اقرار کرنا کیونکہ صلوٰۃ اور محمد ہر ایک لفظ میں چار حرف ہیں۔
۲) قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔	امام کی طرف متوجہ ہونا۔
۳) ظہر کی نماز	رسول خدا صلعم کی دعوت میں داخل ہونا۔ کیونکہ آپ کے نام محمد میں چار حرف ہیں اور ظہر کی بھی چار رکعتیں ہیں۔
۴) عصر کی نماز	حضرت علیؓ یا صاحب القیامہ کی دعوت میں داخل ہونا۔
۵) مغرب کی نماز	آدم کی دعوت میں داخل ہونا۔ کیونکہ لفظ آدم میں تین حرف ہیں اور مغرب کی بھی تین رکعتیں ہیں۔
۶) عشا کی نماز	چار نقیبوں کی دعوت میں داخل ہونا جو بارہ نقیبوں میں بڑی فضیلت والے ہیں۔
۷) فجر کی نماز	مہدی اور ان کی حجت کی دعوت میں داخل ہونا۔
۸) تکبیرۃ الاحرام۔ یعنی دونوں ہاتھوں	امام۔ حجت اور سات ناطقوں کا اقرار کرنا اور ان کے درمیان فرق نہ کرنا۔

کو چہرے کے مقابلے میں لانا جس میں سات منافذ ہیں	
۹) قیام کی حالت میں ارسال الیدین کرنا یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر ضم نہ کرنا	حجت کو امام سے نہ امام کو حجت سے چھپانا۔ یا وصی کا حجتوں کو بارہ جزائر کی طرف ارسال کرنا یعنی بھیجنا یا حضرت رسول خدا صلعم جن کی طرف رتبۂ وصایت اور رتبۂ امامت ضم تھے وصی اور امام کو قایم کرنا۔
۱۰) رکوع و سجود۔	حجت اور امام کی معرفت اور طاعت۔

(۳) روزہ

۱) ماہ رمضان	حضرت علیؓ کیونکہ ہر نبی کے بارہ حجت ہوتے ہیں جس طرح ہر سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ماہ رمضان نواں مہینہ ہے جس میں مولود پیدا ہوتا ہے۔ یا امام معز کیونکہ کبھی ساتویں مہینے میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ امام معز امام عبداللہ المستور سے ساتویں امام ہیں۔ یا امام محمد بن اسمٰعیل کیونکہ یہ امام حضرت رسولِ خدا سے نویں ہیں (الانوار اللطیفہ)۔
۲) ماہ رمضان کے روزے رکھنا	شریعت کا باطنی علم اہل ظاہر سے چھپانا۔
۳) ماہ رمضان کے تیس دن۔	حضرت علیؓ اور امام مہدی کے درمیان دس امام۔ دس حجتیں اور دس ابواب ہیں۔
۴) لیلۃ القدر	خاتم الائمہ کی حجت۔ یا حضرت فاطمہؓ جن کی طرف یہ رات منسوب ہے۔

٥) "سورۃ القدر" میں تیس کلمات ہیں جس طرح ماہ رمضان کے تیس دن ہیں	حضرت علیؓ اور خاتم الائمہ کے درمیان پندرہ امام ہوں گے جو پندرہ حجتیں بھی ہوں گے ہر امام قبل اس کے کہ وہ امام ہو حجت ہوتا ہے۔
٦) عید الفطر	امام مہدی کا ظہور جو ۲۹۷ھ میں ہوا۔
٧) عید الاضحیٰ	صاحب القیامہ کا ظہور۔

(٤) زکوٰۃ

١) زکوٰۃ ادا کرنا	مفید (استاد) کا مستفید (شاگرد) کو پڑھانا۔
٢) سونا، چاندی، پیتل وغیرہ اور ان کی زکوٰۃ	علم ناطق۔ علم اساس۔ علم داعی بحسب مراتب۔ ناطق کا اساس کو اپنے علم کا چالیسواں حصہ سکھانا۔
٣) اونٹ، گائے اور بکرے اور ان کی زکوٰۃ۔	ناطق۔ اساس اور داعیوں کا اپنے اپنے زمانے میں دعوت کے حدود قایم کرنا۔

(٥) حج

١) بیت اللہ کا قصد	امام کی طرف متوجہ ہونا۔
٢) کعبہ	حضرت رسول خدا صلعم۔
٣) باب کعبہ	حضرت علیؓ۔
٤) حجر اسود	امام الزماں کی وہ حجت جو ان کے بعد امام ہو۔
٥) لبیک کہنا	امام کی دعوت کا جواب دینا۔
٦) خانۂ کعبہ کا سات بار طواف دینا	سات اماموں کے احکام کی پیروی کرنا جن میں ساتواں قائم ہوتا ہے۔

۷) صفا و مروہ	حضرت رسول خدا صلعم و حضرت علیؓ۔
۸) بیت اللہ کو پردوں سے ڈھانکنا۔	باطنی شریعت کو ظاہر سے ڈھانکنا۔

(۶) "لا الٰہ الا اللہ" کی تاویل

۱) لا الٰہ (فصل اول)	حدود سفلیہ (اس لئے کہ اس میں نفی ہے)
۲) الّا اللہ (فصل دوم)	حدود علویہ (اس لئے کہ اس میں اثبات ہے)
۳) لا (کلمۂ اول)	اساس۔
۴) الٰہ (کلمہ دوم)	ناطق۔
۵) الّا (کلمہ سوم)	لوح۔
۶) اللہ (کلمہ چہارم)	قلم۔
۷) سات فصلیں = لا ۔ ا ۔ لہ ۔ ا ۔ لا ۔ ا ۔ للہ۔	سات ناطق یا سات امام۔

(۷) "محمد رسول اللہ" کی تاویل

۱) تین کلمے = محمد رسول اللہ	اسرافیل ۔ میکائیل ۔ جبرئیل یا امام ۔ حجت ۔ لاحق۔
۲) چھ فصلیں = محمد ۔ ر ۔ سو ۔ ل ۔ ا ۔ للہ ۔	چھ ناطق جو "اولوالعزم" ہیں (نوح ۔ ابراہیم۔ موسیٰ ۔ عیسیٰ اور آنحضرت صلعم)
۳) بارہ حروف =	بارہ لواحق یعنے حجتیں جو زمین کے بارہ جزائر میں

۳ - ح - م - د -	بھیجے جاتے ہیں[1]
۴ - ص - و - ل	
۱ - ل - ل - ہ	

احکام عبادات کے علاوہ قصص انبیا کی بھی تاویلیں کی گئی ہیں اس موضوع پر اساس التاویل مصنفہ قاضی نعمان بن محمد اور سرائر النطقا اور اسرار النطقا مصنفہ داعی جعفر بن منصور الیمن مشہور کتابیں ہیں۔ ان میں بار بار دعوت اور اس کے حدود کی طرف اشارہ ہے[2]

---

[1] جس نے "لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ" کہا اس نے گویا تمام دعوت کے حدود کا اقرار کرلیا (اساس التاویل)، اس تاویل کا ذکر شہرستانی نے بھی کیا ہے۔ اس کے ساتھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی تاویل بھی بیان کی ہے جو اسمٰعیلی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ (شہرستانی صفحہ ۹۲)

[2] شاید اسی وجہ سے مستشرق "ایوانو" نے اساس التاویل کے متعلق اس طرح کہا ہے:۔

It is remarkable for its monotony and lack of originalty (A guide to Ismaili Literature p. 38.)

تاویل وحقیقت کے متعلق ایک اسمٰعیلی فاضل کہتا ہے:۔

This sort of hair splitting which they call Tawil and Haqiquat is in attractive and incomprehensible for a European reader, but the Ismaili Shia realizes their qualities with astonishing tact and incomparable skill and with a profound knowledge of human heart.

(Gulzar Dawoodi, p. 64.)

تاویلوں میں اختلاف اور اس کے اسباب

تاویل میں یکسانی ضروری نہیں۔ اسی وجہ سے اس میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مختلف داعی مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی داعی شریعت کے ایک ہی حکم کی مختلف وجہوں سے مختلف تاویلیں کر سکتا ہے جیسا کہ اوپر کے تختوں سے واضح ہے۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی جاتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ ایک مسئلے کی تاویل بیان فرمائی۔ دوسرے موقعے پر اسی مسئلے کی کچھ اور تاویل کی جو پہلی تاویل سے مختلف تھی۔ سائل نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ تاویل کی وجوہ سات بلکہ ستر ہو سکتی ہیں۔ یعنی بہت سی ہو سکتی ہیں[1]۔ دعوت کے اصول اور اس کے حدود (ارکان) کے مراتب و مدارج کو قایم رکھ کر اگر مختلف تاویلیں کی جائیں تو کوئی حرج نہیں[2]۔ سامع کی لیاقت، تقاضائے وقت اور حد امکان کے لحاظ سے تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور ایک تاویل دوسری تاویل سے اعلیٰ یا ادنیٰ ہو سکتی ہے[3]۔

تاویل کرنے والوں کو ہدایتیں

تاویل کرنے والے داعیوں کو سخت ہدایتیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ان کو چاہیے کہ تاویل کی حدود سے متجاوز نہ ہوں۔ یعنی جس طرح انھوں نے سنا ہے اسی طرح وہ دوسروں کو سنائیں اور اس میں کوئی ردو بدل نہ کریں۔ ورنہ دین میں خلل پڑ جائے گا۔ دوسری یہ کہ تاویل کرنے میں پہلے "رمز و اشارہ" سے کام لیں جس کا نام "حد الرضاع" رکھا گیا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے مقاصد کی تصریح کریں[4]۔

---

[1] عربی میں سات یا ستر کا اطلاق کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

[2] الرسالۃ الحاویہ (تیرہ رسایل) کتاب الریاض ۲۰۸۔

[3] اساس التاویل صفحہ ۵ تا ۱۰۔ قصہ حضرت ابراہیمؑ۔ تاویل الدعایم اکثر مقامات پر۔

[4] د فلا بسط لکم ولی اللہ فی کتاب دعائم الاسلام فلم یرد لی اللہ حبی الیقین

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تیسری یہ ہے کہ اس بات کی احتیاط کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سننے والا معرفت باطن کو کافی سمجھ کر ظاہری شریعت کے احکام کو معطل کردے اور حرام کو حلال سمجھ لے اور ظاہر کو اپنے اصل ہی سے ساقط کردے۔ چنانچہ جب بعض لوگوں نے یہ سُنا کہ جنت سے دعوت اور "ظاہر و تقلید" سے جہنم مراد ہے تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ جنت و جہنم یہی ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور جنت و جہنم نہیں ہے۔ اور بعض مستجیبوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اعمال شریعت کے ممثولات دعوت کے "حدود" ہیں (جیسا کہ ہم تاویل کے تختے میں بتا چکے ہیں) تو اُنھوں نے حدود کو مان کر ظاہری اعمال ترک کردیئے۔ دوسری صدی کے نصف اول کے دو بڑے داعی مغیرہ اور ابوالخطاب جب اس راز پر واقف ہوئے کہ شراب کا باطن "فلاں حد" ہے تو اُنھوں نے اس حد سے پرہیز کرکے شراب کو حلال سمجھ لیا۔ قاضی نعمان بن محمد نے اس خطرے سے بہت ڈرایا ہے اور ہر مجلس کے آخر میں بار بار ہدایت کی ہے کہ باطن کی معرفت کے ساتھ ظاہری عمل بھی ضروری ہے۔ یہی اسباب تھے جن سے فاطمیین کے عہد میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ منکم علی المتخلفین فبسط لکم بعد ذلک حداً من حدود الدین و هو حد الرضاع الباطن اثبت لکم فیہ اصول التاویل فکنتم ایضاً فیہ علی سبیل ما کنتم فی الحد الذی قبلہ من السبق والتخلف فلم یر ایضاً ولی اللہ حبس السابقین علی المتخلفین وبسط لکم ھذا الحد وھو حد التربیۃ وھذا المجلس ابتداؤہ (تاویل دعائم الاسلام صفحہ ۵تا ۷)

[1] فصل ۱۳۔ ورأینا و شاھدنا ممن شملتہ الدعوۃ من ارتکب العظائم واستحل و اباح المحارم وعطل الفرائض واستخف بالدین فعاقبھم المھدی اشد العقوبۃ فقتل قوماً صبراً و صلب آخرین وخلد قوماً فی السجون لکل بقدر انتحالہ وکفرہ واغلق باب دعوتہ واستحل المغیرۃ واصحابہ المحارم

(ب) علم حقیقت یا حقایق

عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا

جس فن میں عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا بیان کی جاتی ہے اسے حقیقت یا حقایق کہتے ہیں[1] اسمٰعیلی علما نے اس فن میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان سب کا ماخذ "رسائل اخوان الصفا" ہے جو متعدد دفعہ چھپ چکے ہیں۔ اگرچہ ان کے زمانہ تصنیف میں اختلاف ہے لیکن بلا شبہ یہ اسمٰعیلی ہیں جیسا کہ ہم فصل (۴۷) میں بتائیں گے۔ ان کے مصنف کو اسمٰعیلی "الشخص الفاضل صاحب الرسائل" کہتے ہیں۔

اس تاریخ کے پڑھنے والوں کو دعوت، داعی، امام، حجت، دور کشف، اور دور ستر وغیرہ کے سمجھنے میں جو خاص اسمٰعیلی اصطلاحیں ہیں دشواریاں پیش آئیں گی اس لئے ان کی شرح نہایت ضروری ہے۔ ہم یہاں مختصر طور پر روحانی عالم اور جسمانی عالم کی ابتدا اور انتہا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- کلها واباحوها وعطلوا الشرائع وترکوها وانسلخوا من الاسلام جملةً ومنهم من سهل عليهم لعظا ثم في رفض فرائض الدين بفاسد ما اقام لهم من التاويل إنّ الصلٰوة والزکوٰة والحج انما هو رجلٌ ومن عرف ذلك جاز ان يتهاونوا بالظاهر فقد اكتفى بعلمه من التاويل من غير عمل ومنازل الائمه - دعائم الاسلام افتتاح الدعوة صفحہ ۳۶) خمر- میسر وغیرہ کی تاویل کے لئے داعی جعفر بن منصور الیمن کی کتابیں دیکھیے۔

[1] المقصود هو الكلام على كافة الموجودات حقيقةً محضة لا تاويل فيها ولا رمز ولا اشارة (الانوار اللطيفه)

کی کیفیت بیان کرتے ہیں جس سے ان اصطلاحوں پر کافی روشنی پڑے گی اسمٰعیلی دعوت کی تنظیم و تشکیل کا سمجھنا بھی جو (فصل ۳۳) میں بتائی جائے گی روحانی اور جسمانی عالم کی کیفیت کے جاننے پر منحصر ہے[1]

عالم ابداع مُبدع تعالےٰ نے ابتدا میں اپنی قدرت سے بے انتہا صورتیں ایک ہی آن میں پیدا کیں جو وجود اول یا کمال اول میں یکساں تھیں یعنی حیات۔ علم اور قدرت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل حقیقی ہے۔ ان صورتوں کا نام عالم ابداع ہے۔ انھیں عالم روحانی بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں نورانی تھیں جن میں کسی طرح کی کثافت نہ تھی۔ ان کا جلال۔ شرف فضل اور کمال انتہائی تھا[2]

عقل اول ان میں سے ایک صورت نے بغیر کسی تعلیم اور الہام کے اپنے ساتھیوں کی ذات کی طرف غور سے دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میں اور میرے ساتھی از خود پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے پیدا کرنے والے کی ایک علیحدہ ہستی ہے جس کا ادراک اور احاطہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس اس صورت نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذات سے الاہیت کی نفی کی اور اپنے مبدع کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اس توحید کے عمل کی جزا میں مبدع نے اسے مقرب کرکے اپنی تائید سے سرفراز کیا۔ اب اُس کی ذات میں وہ نور پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں سے ممتاز ہو گئی۔ کمال اوّل تو

---

[1] اس ضمن میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے :- ان اللہ اسس دینہ علی مثال خلقہ لیستدل بخلقہ علی دینہ و بدینہ علی توحیدہ۔

[2] مشہور معتزلی ابراہیم بن سیار النظام (متوفی ۲۳۱ھ) بھی یہی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ نے تمام چیزیں وقت واحد میں پیدا کیں جن کی صورتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ صورتیں آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسمٰعیلیوں کی "علم حقایق" کی اکثر معلومات معتزلیوں اور فلاسفہ سے ماخوذ ہیں۔

اسے پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اب کمال ثانی بھی حاصل ہوگیا۔ یعنی اسے علم "ماکان و مایکون" کی دولت ملی۔ اس کے دوسرے نام مبدع اول۔ سابق اور قلم ہیں۔[1]

عقل ثانی

عقل اول کو دیکھ کر ان تمام صورتوں میں سے دو صورتیں منبعث ہوئیں۔ یعنی وہ یہ سوچنے لگیں کہ عقل اول کو جو امتیاز حاصل ہوا اس کی کیا وجہ ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ دونوں صورتیں بھی اسی نتیجے پر پہنچیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ غرض کہ ان دونوں صورتوں نے بھی خدا تعالیٰ کا اقرار کیا اور اس کی توحید کی اور عقل اول کی سبقت کا بھی اقرار کیا۔ مگر ان دونوں میں فرق اتنا ہی تھا کہ ایک صورت توحید اور عقل اول کی سبقت کا بھی اقرار کیا۔ مگر ان دونوں میں فرق اتنا ہی تھا کہ ایک صورت توحید اور عقل اول کی سبقت کے اقرار میں دوسری صورت سے کچھ پہلے تھی۔ اس پہلی صورت کو عقل اول نے اپنا حجاب یا باب (مددگار) بنایا۔ اور اسے اس تائید سے بہرہ ور کیا جو خود اُسے مُبدع سے متصل ہوئی تھی۔ اب اس صورت کو بھی کمال ثانی حاصل ہوگیا۔ یہ بھی "علم ماکان و مایکون" پر حاوی ہوگئی۔ اس صورت کا نام عقل ثانی ہے۔ اس کے دوسرے نام منبعث اول۔ نفس کلیہ اور لوح ہیں۔

عقل ثالث اور اُس کا گناہ

دوسری صورت منبعثہ کو جو پہلی صورت نسبتہً سے توحید اور اقرار میں کچھ پیچھے تھی۔ یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ میں پہلی صورت سے پیچھے ہوں اور اسے سبقت کا شرف حاصل ہے۔ مگر اُس نے ایسا نہ کیا بلکہ یہ سمجھا کہ میں اور پہلی صورت دونوں برابر ہیں۔ اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اُس کا گناہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے تیسرے درجے سے گر گئی اور اس میں ظلمت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اگر اقرار کرلیتی تو وہ

---

[1] آنحضرت کی طرف یہ حدیث منسوب کی جاتی ہے:۔ اول ما خلق اللہ العقل وقال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر فقال وعزتی وجلالی ما خلقت خلقًا ھو اکرم علیّ منک بک اثیب وبک اعاقب (المجالس والمسایرات ۱/۱۴۵ فی ذکر البرھان)

عقل ثالث کہلاتی۔

دوسری سات عقلیں

اب عقل اول نے عقل ثانی کو اپنا حجاب بنایا اور اس کے ذریعے سے دعوت کرنی شروع کی۔ یعنی عالم ابداع کی دوسری صورتوں کو خدا کی توحید کی طرف بلایا۔ سات عقول نے یکے بعد دیگرے اس دعوت کا جواب دیا۔ ہر عقل کے ساتھ صورتوں کی ایک بڑی جماعت تھی جو اس کی پیروی کرتی تھی[1]

عقل عاشر

دوسری صورت منبعثہ نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں اور مجھ سے دوسری سات صورتیں جنھیں انبعاث بھی نہیں ہوا تھا آگے بڑھ گئی ہیں اور عقول بن گئی ہیں تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اُس نے عقل تاسع کی جماعت کی آخری صورت سے اپنے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم عقل ثانی کی سبقت کا اقرار کر لیتے تو عقل ثالث بن جاتے۔ خیر اب بھی وقت ہے توبہ کر لو اور اپنے گناہ کی معافی چاہ لو۔ یہ سن کر اس نے یکے بعد دیگرے تمام عقول کو اپنا شفیع بنایا اور اُن کی شفاعت سے اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ عقل ثانی نے اس کا گناہ معاف کیا۔ اب یہ صورت عقل عاشر بن گئی۔

ہیولی اولی اور جسم کلی

گو عقل عاشر کا گناہ معاف کر دیا گیا۔ اور اُسے عقل کا درجہ ملا لیکن اس سے یہ کہا گیا کہ جو صورتیں تمھاری پیروی کی وجہ سے گمراہ ہوئی ہیں۔ ان کی ہدایت تم پر واجب ہے۔ جب تک وہ ہدایت نہ پائیں گی تمھاری ترقی ناممکن ہے۔ ان صورتوں کے مجموعے کا نام ہیولی اولی ہے۔ اب عقل عاشر نے ان گمراہ صورتوں کو دعوت دینی شروع کی انھیں یہ سمجھایا کہ اگر تم میری دعوت کا جواب دیدو تو جس طرح میرا گناہ معاف کر دیا گیا اسی طرح

---

[1] الموجود عن العقل الاول والمنبعث الاول عقول سبعۃ وجود کل منھا عن الآخر (راحۃ العقل)

تمھارا گناہ بھی معاف کردیا جائے گا۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ انکار کرتی چلی گئیں ۔ جس سے اُن کی ذات میں دم بدم تاریکی بڑھنے لگی ۔ پریشان ہوکر ان سب نے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے ایک زبردست حرکت کی۔اس حرکت سے ان کی ذات میں طول پیدا ہوگیا ۔ پھر دوسری حرکت کی جس سے عرض نمودار ہوا ۔ پھر تیسری حرکت کی جس سے عمق ظاہر ہوا ۔ یہ تینوں حرکتیں عقل عاشر ہی کے ارادے سے ہوئیں ۔اسی وجہ سے اسے عالم طبیعت کا مدبر کہتے ہیں ۔اب یہ تمام صورتیں مجسم ہوکر جسم کلی کی صورت میں ظاہر ہوئیں جو کثافت کا اصل ہے ۔

زمین وآسمان کی خلقت

عقل عاشر کی دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان گنہگار صورتوں کی تین قسمیں ہوگئیں ۔ پہلی نادم و مستغفر جس نے اپنے کئے پر ندامت کی اور معافی مانگی ۔ایسی صورتوں سے عقل عاشر نے دس افلاک اور کواکب بنائے ۔ افلاک کی تعداد دس عقول کے موافق رکھی گئی ۔ دوسری شاک و متحیر جو شک اور حیرت ہی میں رہی ۔اس سے عناصر یا امہات یعنی پانی ۔ مٹی ۔ ہوا اور آگ تیار کی ۔تیسری مصر و متکبر جس نے اپنا اصرار و تکبر نہ چھوڑا۔ اس جماعت سے صخرہ بنایا۔صخرہ سے مراد ایک بہت سخت پتھر کا بڑا گولہ ہے۔جو افلاک کا مرکز ہے ۔ اور جس کے گرد وہ گھومتے ہیں ۔ جسے ہم زمین کہتے ہیں وہ اصل میں ایسا مادہ ہے جو عناصر کی تبدیلیوں سے تیار ہوکر صخرہ کے اوپر جم گیا ہے ۔اب افلاک و سیارے حرکت کرنے لگے ۔ان کی حرکت اور عناصر کی تبدیلیوں سے موالید ثلاثہ یعنی معدنیات ۔نباتات اور حیوانات ظہور میں آئے ۔ سات سیاروں میں سے ہر سیارے کا دورا کا دن ہزار اور چند سال رہا اس کے ساتھ دوسرے سیارے مدد دیتے رہے ۔ہر سیارے کے دور میں ایسے لوگوں کے خمائر[1] تیار ہوئے جو اس کی طبیعت کے موافق تھے ۔مثلاً زحل کے دور میں حبشیوں اور کم عقل لوگوں کے خمائر تیار ہوئے ۔مشتری کے دور میں پرہیزگار اور نیک

---

[1] جمع خمیرہ ۔ اُردو میں خمیر کہتے ہیں ۔

لوگوں کے خمائر نکلے۔ اسی طرح اور دوسرے سیاروں کے ادوار میں مختلف خمائر بنے۔ ان مسائل کی تفصیلات جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہاں دہرانا نہیں چاہتے۔ قدیم یونانی فلسفے سے یہ معلوم کی جا سکتی ہیں۔

شخص بشری کا ظہور

تقریباً پچاس ہزار سال میں انسان وجود میں آیا۔ مختلف معاون۔ نباتات اور حیوانات ــ بخارات اوپر چڑھ کر ابر بنے۔ پھر پانی بن کر زمین پر برسے۔ ان کے اس طرح برسنے سے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑے جن کی تشبیہ عورت کے رحم سے دی گئی ہے۔ بخارات سے جو پانی برسا وہ ان گڑھوں میں ٹھہرا۔ جس طرح رحم میں عورت کا مادہ ٹھیرتا ہے۔ اس کے بعد مختلف معاون۔ نباتات اور حیوانات سے پھر ایسے بخارات اوپر چڑھے جو پہلے بخارات سے زیادہ لطیف تھے۔ یہ بھی پانی بن کر ان گڑھوں میں گرے جن میں پہلے بخارات ٹھیر چکے تھے۔ ان کی تشبیہ مرد کے مادے سے دی گئی ہے۔ یہ دو قسم کے پانی آپس میں مل کر نو مہینے کے بعد ایک شے بن گئے جس پر انسان کے نام کا اطلاق کیا جاتا ہے[1]۔ ہر گڑھے میں ایک نر بچہ تیار ہوا جو طاقت اور قوت میں معمولی بچے سے چار گنا زیادہ تھا۔ کیونکہ اس کے ماں باپ زمین اور فلک تھے بخلاف معمولی بچے کے جس کے ماں باپ انسان ہیں۔ نر بچوں کے پیدا ہونے کے بعد جو مادہ گڑھوں میں باقی رہ گیا تھا اس سے مادہ بچے پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی پرورش گڑھوں کے پانی سے ہوئی۔ جب یہ گڑھوں کے باہر نکلے تو ان پھلوں کو کھانے لگے جن کے درخت قدرت نے وہاں اگائے تھے۔ اس طرح بشر کے افراد دنیا کے تمام جزیروں میں پیدا ہوئے۔

---

[1] الحیوانات التامة الخلقة کونت فی بدء الخلق ذکراً و انثی من الطین ثم تناسلت وانتشرت فی الارض من تحت خط الاستواء و هناک کان آدم و زوجته (رسائل ۲/۱۵۵ والرسالة الجامعة)

دنیا میں اٹھائیس بہترین اشخاص اور صاحب جثہ ابداعیہ

مگر بہترین انسان دنیا کے بہترین مقام سرندیپ (لنکا) میں ظاہر ہوئے۔ ان لوگوں میں سب سے اچھے اٹھائیں اشخاص تھے جن میں سے صرف ایک شخص کو بغیر کسی تعلیم اور الہام کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے اپنے معبود کی توحید کی۔ عقل عاشر نے اسے تائید بخشی اور اس کو ان تمام لوگوں کا سردار بنایا جو اس کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام "صاحب جثہ ابداعیہ" ہے۔ اور یہ تمام موجودات کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ اس کا درجہ جسمانی عالم میں وہی ہے جو عقل اول کا روحانی عالم میں ہے اسے آدم اول بھی کہتے ہیں۔ عقل عاشر کی تائید حاصل ہوتے ہی اسے "ماکان وما یکون" کا علم حاصل ہوگیا۔ اب اُس نے اپنے ساتھ کے ستائیس اشخاص کو دعوت دینی شروع کی۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت کا جواب دیا اور اس کے مددگار بن گئے۔ ان مددگاروں کو اسمٰعیلی اپنی اصطلاح میں دعوت کے حدود کہتے ہیں۔ اس کا واحد "حد" ہے۔ گویا دعوت کے ہر رکن کے چند فرائض اور حقوق ہیں جن کے حدود سے وہ متجاوز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دعوت کا ہر رکن حد کہا جاتا ہے۔ صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ستائیس مددگار" اولوا العلم" کہلاتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں :۔
" شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم"۔ یہاں اللہ سے عقل اول۔ ملائکہ سے نو عقول مجردہ اور ہر ایک کے دائرہ میں جتنے عقول ہیں۔ اور اولوا العلم سے صاحب جثہ ابداعیہ اور اس کے ساتھ کے ستائیس حدود مراد ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :۔ بارہ نہاری حجتیں۔ بارہ لیلی حجتیں۔ داعی۔ ماذون اور مکاسر۔ زمین بارہ حصوں میں تقسیم کی گئی جو جزیرے کہے جاتے ہیں۔ ہر جزیرے میں ایک نہاری حجت بھیجا گیا تاکہ وہ اس جزیرے کے لوگوں کو ہدایت دے۔ حجت کو حجت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ امام کی طرف سے لوگوں پر حجت قائم کرتا ہے۔ بارہ اشخاص لیلی حجتیں مقرر کئے گئے جنھیں صاحب جثہ ابداعیہ نے اپنے جزیرے میں رکھا تاکہ وہ لوگوں کو علم باطن کی تعلیم دیں ان بارہ حجتوں میں جو بہترین شخص تھا

وہ باب مقرر کیا گیا جسے باب الابواب بھی کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعے امام کی حضرت میں باریابی حاصل ہو سکتی ہے۔ داعی لوگوں کو امام کی طرف بلاتا ہے۔ ماذون ان سے عہد و میثاق لیتا ہے اور مکاسر ان کے باطل مذہبوں کو رد کر کے اپنا مذہب بتاتا ہے۔ ہر حد ترقی کرتے کرتے اپنے اوپر کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ترقی کا سلسلہ بنعث اول یا عقل ثانی کے دائرے تک ہوتا ہے جو ترقی کی انتہا اور معراج ہے۔ عقل اول کا درجہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا[۱]

ارتقاء نفوس مطیعہ جو شخص داعی کی دعوت کا جواب دیتا ہے اُسے مستجیب کہتے ہیں۔ دعوت میں داخل ہوتے ہی اس کے نفس سے "نقطۂ نور" متصل ہوتا ہے۔ جس قدر وہ علم و عمل میں ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی قدر یہ نقطہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ انتقال کے وقت اس کا نفس اس نقطے سے روشن ہو جاتا ہے۔ یہ روشن شدہ نفس دوسرے ایسے مستجیب کے نفس کے ضمن میں جاکر ٹھیرتا ہے جو علم و عمل میں اس سے بڑھ کر ہو۔ یہی اس کی جنت ہے۔ اس دوسرے نفس کے ذریعے پہلا روشن شدہ نفس ترقی کرتا جاتا ہے۔ جب اس دوسرے نفس کے انتقال کا وقت قریب آتا ہے تو یہ دونوں نفس ایک دوسرے سے مل کر تیسرے ایسے مستجیب کے ضمن میں جاکر ٹھہرتے ہیں جو ان دونوں سے علم و عمل میں بڑھ کر ہو۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے دعوت کے حدود کو طے کر کے تمام نفوس امام میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے مجموعے کا نام "لاہوت" ہے۔ امام کے انتقال کے وقت یہ نفوس اس کے نفس کے ساتھ عقل عاشر کے افق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اخوان الصفاء

---

[۱] المبدء والمعاد - الانذار اللطیفہ - "علم حقایق" کے اکثر مسائل "اربعۃ کتب اسمٰعیلیہ" سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ رسالے چھپ گئے ہیں اور ان میں جو "کتابت سریہ" ہے اسے شایع کرنے والے جرمن مستشرق نے واضح کر دیا ہے جیسا کہ ہم اسی فصل میں بتا چکے ہیں (تاویل و حقایق کے علوم کا منظر عام پر آنا)۔

کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین اور خدا کے اولیا رصالحین کے نفوس بھی
ان کے اجسام کی طرف لوٹائے جائیں گے[1]
یہ منتجبین کے نفوس کا معاد ہوا۔ ان کے اجسام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ
ہر مومن کے مدفون ہونے کے تین روز بعد اس کا جسم پھٹتا ہے اور اس سے
ایک لطیف بخار نکلتا ہے جسے "نفس ریحیہ" کہتے ہیں۔ سب منتجبین کے ریحیے قبروں
سے چڑھ کر کواکب کی شعاعوں کے ذریعے چاند میں جمع ہوتے ہیں۔ انھی کے نور
سے چاند روشن نظر آتا ہے۔ پھر چاند ان کو عطارد اور زہرہ کی وساطت سے سورج
کے سپرد کرتا ہے۔ باب الابواب کے پاس منتجبین کے نفوس جمع ہونے تک یہ سورج
میں رہتے ہیں۔ پھر چاند کے ذریعے یہ کسی میوے یا پانی پر ہلکی بارش کی شکل میں اتر
کر امام کی غذا بنتے ہیں جس سے امام کا جانشین پیدا ہوتا ہے اس کی ولادت سے چوتھے سال میں
باب الابواب وفات پاتے ہیں اور ان کے پاس جو نفوس کی ہیکل جمع رہتی ہے وہ اس نومولود
امام سے متصل ہوتی ہے۔ امام کے جسم کو ناسوت اور اس کے نفس سے جو ہیکل متصل ہوتی ہے

---

[1] النفس المومنین من اولیاء اللہ و عبادہ الصالحین یعرج بھا بعد الموت الی ملکوت السموات و تخلی ھناک الی یوم القیامۃ الطامۃ الکبری فاذا انشرت اجسادھا ردت الی اجسادھا لتجاسب و تجازی و اما النفس الکفار فتبقی فی عماھا الی یوم القیامۃ ثم ترد الی اجسادھا التی خرجت منھا لتحاسب و تجازی (الرسالۃ السابعہ فی البعث والقیامۃ من الجزء الثالث) لیکن اسی رسالے میں اخوان الصفا اس طرح بھی کہتے ہیں:۔ فلا تکن یا اخی ممن ینتظر بعث الاجساد فان ذلک ظلم عظیم فی خلقک تکن من الذین ینتظرون بعث النفوس واعلم یا اخی ان ارد النفوس الی الاجسام الفانیۃ فی التراب ربما یکون موتًا لھا فی الجھالۃ واستغراقًا فی ظلمات الاجسام۔ یہ ایک مثال ہے ان اختلافات کی جو علم حقیقت کے مسایل میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ "لب اللباب" مولفہ شیخ عبد علی عمادالدین کے مطالعے سے واضح ہے۔ مولف نے جگہ جگہ پر "قیل" کہ کران کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسے لاہوت کہتے ہیں ۔ یہ امام کی پیدائش کا خلاصہ ہے[1]۔

اب ہم صاحب جثہ ابداعیہ کی طرف لوٹتے ہیں ۔اس شخص فاضل کا نفس اس کے انتقال کے بعد عقل عاشر (مدبر عالم جسمانی) کا خلیفہ بنتا ہے۔ عقل عاشر عقل تاسع کی جگہ لیتے ہیں ۔ اسی طرح سات عقول ایک دوسرے کی جگہ پر ترقی پاکر منبعث اول کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں ۔عقل اول کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا ۔کیونکہ اسے سابق ہونے کی وجہ سے وحدانیت کا امتیاز حاصل ہے۔ صاحبِ جثہ ابداعیہ کے ترقی پانے کے بعد دنیا میں اس کا بیٹا اس کا قایم مقام ہوتا ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا ۔صاحب جثہ ابداعیہ کے بیٹے کا نفس اور اس کی نسل سے جتنے امام ظاہر ہوتے ہیں ۔ ان سب کے نفوس ان کے انتقال کے بعد صاحب جثہ ابداعیہ کے ضمن میں ٹھیرتے ہیں ۔ جب یہ امام ظاہر ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ وہ تمام نفوس جو صاحب جثہ ابداعیہ کے ضمن میں منتظر رہتے ہیں متصل ہو جاتے ہیں ۔ ان کے انتقال کے وقت یہ ان تمام نفوس کو اپنے ساتھ لے کر صاحب جثہ ابداعیہ کے خلیفہ بن جاتے ہیں یعنی عقل عاشر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر دس ہزار برس میں ایک قائم القیامہ کا ظہور ہوتا ہے جو انتقال کر کے عقل عاشر کا خلیفہ بنتا ہے[2] اور عقل عاشر جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے ترقی پاتے ہیں[3]۔

دور کشف اور دور ستر

صاحب جثہ ابداعیہ کے زمانے سے جو دور

---

[1] کسی کتاب سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہر امام کے زمانے میں باب الابواب کون تھے اور ان کی ہیکل کس امام سے متصل ہوئی ۔ لاہوت وناسوت سُریانی الفاظ ہیں جو عیسیٰ کے متعلق مستعمل ہیں۔

[2] افلاطون کہتا ہے کہ ایک نفس کو تمام ترقی کے مدارج طے کرنے کے لئے دس ہزار سال لگتے ہیں۔

Everybody's book of facts by Dunbar, p. 354.

[3] ہندو فلسفے کے مطابق تمام روحیں ترقی کے مدارج طے کر کے بالآخر برہمہ میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں (تاریخ ہندی فلسفہ ۔صفحہ ۸۰ ۔مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

شروع ہوتا ہے وہ دور کشف کہلاتا ہے اس دور میں امام ظاہر ہوتا ہے۔ تمام زمین پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ علم باطن چھپایا نہیں جاتا، بلکہ کھلم کھلا بیان کیا جاتا ہے۔ لوگ متقی اور پرہیزگار نکلتے ہیں۔ اس دور کی مدت پچاس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس میں جو امام ظاہر ہوتے ہیں وہ مستقرین کہے جاتے ہیں۔ اس کے ختم پر دین میں آہستہ آہستہ کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ ائمہ کے اضداد کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے۔ تقریباً تین ہزار برس تک یہی حالت رہتی ہے۔ اس دور کو "دور فترت" کہتے ہیں۔ اس کے بعد دور ستر شروع ہوتا ہے جو دور کشف کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یعنی اس میں امام مخفی ہو جاتا ہے۔ اس کے دشمن اس کا حق چھین لیتے ہیں۔ دین دار لوگوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ فسق و فجور پھیل جاتا ہے۔ یہ دور سات ہزار برس تک جاری رہتا ہے۔ اس دور میں کبھی کبھی مستقر امام ظاہر ہوتے ہیں جس طرح فاطمیین مصر کا ظہور ہوا۔ اس کی ابتدا آدم سے ہوئی جو اس دور کے پہلے نبی ہیں[1]

حضرت آدم اور ان کی حقیقت

آدم سے پہلے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا دور فترت تھا۔ اس زمانے کے امام مستقر نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اس کی طاعت سے پھرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ انھیں عام طور پر علم باطن کی تعلیم دی جائے تو اس نے دور ستر کی تمہید شروع کی۔ خود بھی چھپا اور علم باطن کو بھی عام لوگوں سے چھپا دیا اور اپنی دعوت کے حدود میں سے جن کی مثال مٹی سے دی گئی ہے ایک حد کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ ظاہری شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے لیکن علم باطن سوائے مستحقوں کے

[1] ان ادوار ثلاثہ کا مقابلہ ہندی فلسفے کے چار یوگوں (۱) کرتیا یوگا (۲) ترتیا یوگا (۳) دواپرا یوگا (۴) کالی یوگا سے کیا جا سکتا ہے۔ پہلے یوگا میں محض خیر ہی ہوتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے۔ یعنی شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے۔ پھر کرتیا یوگا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے۔

کسی کو نہ بتائے ۔ یہی تفسیر حضرت آدم کی پیدائش کی ہے[1] ۔ ان کے ایک دشمن نے جسے شیطان کہتے ہیں انھیں یہ ترغیب دلائی کہ وہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی کھلم کھلا لوگوں کو بتائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کی دعوت میں لوگ کثرت سے داخل ہوں گے ۔ آدم اس دھوکے میں آگئے اور علم باطن کے چند نکتے علانیہ طور پر عوام میں ظاہر کر دیئے ۔ اس جرم کے سرزد ہوتے ہی وہ اپنی جنت یعنی باطنی دعوت سے نکال دیئے گئے ۔ اور ظاہری دعوت کے صدر مقرر کیے گئے ۔

دور ستر میں مستودعین یعنی انبیا کا قیام

بہر حال دور ستر میں مستقر امام خدا کے الہام سے حسب ضرورت اپنی جگہ پر اپنے نائبوں کو مقرر کرتا ہے جو مستودع یعنی انبیا کہے جاتے ہیں اور جن میں مشہور آدم ۔ نوح ۔ موسیٰ اور عیسیٰ ہیں اور خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے ۔ جب مناسب سمجھتا ہے تو خود بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے ۔ مگر اس کا ظہور کلی نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ بعض بعض مقامات

---

[1] اسم اللہ واقع علی ناطق الدور وامام العصر کقولہ تعالیٰ فی ادم فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی (ان الامام هو القائم مقام اللہ فسمی باللہ والملائکۃ لهم حجج امام الزمان والارض هی دعوۃ الامام والتراب هو المومنون والطلع آدم ابلیس علی حد قائم القیامۃ واسم آدم یتخوم بن بحلاح (سرائر النطقاء) عام طور سے ملائکہ کی تاویل دین کے حدود یعنی ائمہ اور ان کے مددگاروں سے کی جاتی ہے اور شیاطین سے مراد ان کے دشمن ہیں (البغدادی ۲۷۸) نصاریٰ نے بھی حضرت ابراہیم کے قصے میں کوکب ۔ قمر اور شمس کی تاویل ملائکہ سے کی ہے (ابن حزم ۱/۱۴۳) قالت الحیۃ للمرأۃ لن تموتا بل اللہ عالم انہ یوم تاکلان (آدم وحوا) منہ تنفتح اعینکما وتکونان کاللہ عارفین الخیر والشر (الکتاب المقدس) حصہ تورات قصہ آدم) اذ قال لہ ربہ اسلم یعنی ربیہ بالحکمۃ قال (ابراہیم) اسلمت لرب العالمین (اساس التاویل صفحہ ۳۰)

پر ظاہر ہوتا ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ کا ظہور شام میں ہوا۔ آپ اپنے زمانے کے مستقر امام بھی تھے یعنی ظاہری شریعت کے علاوہ علم باطن کے بھی مالک تھے۔ آپ کی ذریت میں مستقر اماموں کا سلسلہ حضرت عبد المطلب تک پہنچا۔ ان کے دو فرزند ہوئے۔ ایک حضرت عبداللہ جنھیں عبد المطلب نے ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے حضرت ابو طالب جنھیں دعوت باطنی کا رئیس مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ کے قائم مقام حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابو طالب کے جانشین حضرت علیؓ ہوئے یعنی ہر بیٹے کو اپنے باپ کی وراثت ملی۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا شریعت ظاہری کے مالک اور حضرت علیؓ دعوت باطنی کے صدر قرار پائے۔ حضرت علیؓ کی نسل سے قیامت تک ائمہ قائم ہوں گے۔ آخری امام قائم القیامہ ہوگا جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا۔ اس کے بعد پھر دور فترت اور اس کے بعد دور ستر واقع ہوگا جب تک کہ جسمانی عالم کے تمام گنہگار نفوس نجات نہ پائیں۔ گویا دنیا کے ختم ہونے تک پہلا انسان۔ یعنی صاحب جثہ ابداعیہ ہی کی نسل میں امامت کا سلسلہ باقی رہے گا[1]

بعض ائمہ خواہ وہ مستودع ہوں یا مستقر فاطمیین کی طرح مذہبی امور کی انجام دہی کے علاوہ دنیا کی ظاہری حکومت میں بھی حصہ لیتے اور ملک فتح کرتے ہیں۔ اور بعض ائمہ فاطمیین کے آباواجداد کی طرح صرف مذہبی امور انجام دیتے ہیں۔ کیونکہ انھیں اضداد کے غلبے کی وجہ سے سیاست ملکی کا امکان حاصل نہیں ہوتا[2]

---

[1] عالم الکون والفساد کی مدت کو "کور اعظم" کہتے ہیں۔ یہ تین لاکھ ساٹھ ہزار سال کو تین لاکھ ساٹھ ہزار سال میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہے اس کے بعد رباطات، افلاک، ڈھیلے پڑ جائیں گے اور جسمانی عالم ہیولی بن جائے گا۔ پھر دوسرا عالم بنے گا۔ (الانوار اللطیفہ)

[2] اس موضوع پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ کیجئے رسائل اخوان الصفاء، ج۲

انحطاط نفوس عاصیہ

جو شخص داعی کی دعوت قبول نہیں کرے گا انتقال کے وقت اس کی مخالفانہ صورت (یعنی تصور) جسے نفس شیطانیہ بھی کہتے ہیں اس کے نفس سے علیحدہ ہوکر بیابان جنگلوں اور گندے مقاموں میں بھٹکتی پھرے گی اور لوگوں کے خواب میں آکر انھیں بُرے افعال کے مرتکب ہونے پر آمادہ کرے گی۔ ایسی ہی صورتوں کا نام جنِ مذموم اور شیاطین ہے یہ صورتیں چھوٹے بچوں اور کم سمجھ والوں کو زیادہ ستاتی ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت سے دور ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ فلک کے "راس وذنب" کی طرف چڑھتی ہیں جہاں ایک مدت تک قید میں رہتی ہیں۔ اس کے بعد یہ بُرے اور ضرر رساں معادن۔ نباتات، حیوانات کی شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ جو عذاب جہنم کے برازخ مذمومہ[1] کہے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صورتیں جن کے گناہ کم ہوتے ہیں توبہ کرتی ہیں اور اپنے زمانے کے نبی کی دعوت کا جواب دیتی ہیں پھر سجیق بن کر یعنی مٹی میں مل کر اچھے اور فائدہ مند معادن، نباتات اور حیوانات کے برازخ محمودہ طے کرتی ہیں۔ آخر میں انسانی شکل اختیار کرکے ایمان لاتی ہیں اور نجات پاتی ہیں۔

یہ تو انجام مخالف کی صورت کا ہوا لیکن اس کا نفس انتقال کے وقت جسم سے علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ جسم میں شائع ہو جاتا ہے یعنی پھیل جاتا ہے۔ دفن کے بعد اس کے جسم کے اجزا عناصر اربعہ میں مل جاتے ہیں۔ مدبر عالم ان کی

---

[1] جمع برزخ یعنی آڑ ۔ اعلم وتیقن ولا تشک فی ان جہنم ہی عالم الکون والفساد الذی ہو دون فلک القمر وان الجنۃ ہی عالم الارواح وسعۃ السموات وان اہل جہنم ہی النفوس المتعلقۃ باجساد الحیوانات التی تنالہا الآلام والاوجاع وان اہل الجنۃ ہی النفوس الملکیۃ التی فی عالم الافلاک وسعۃ السموات فی روح وریحان البریئۃ من الاوجاع والآلام ۔ الرسالۃ السادسۃ فی حکمۃ الحیوۃ والموت من الجزء الثانی من رسائل اخوان الصفاء)

حفاظت کرتا ہے پھر یہ بخار کی شکل میں اوپر چڑھتے ہیں اور پانی بن کر برستے ہیں۔ ان سے نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ایسے آدمی کھاتے ہیں جو وحشی ہونے ہیں۔ اور جن میں تہذیب بہت کم ہوتی ہے۔ پھر یہ آدمی مرتے ہیں۔ اُن کے اجسام مٹی میں تحلیل ہو کر برے حیوانات، نباتات اور معدنیات کے مختلف برازخ طے کرتے ہیں۔ پھر ترقی کرتے کرتے معدنیات سے نباتات، نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان بنتے ہیں۔ یہ سب عذاب کے قمص[1] کہے جاتے ہیں۔ انسان بننے کے بعد پھر یہ ایمان کی طرف بُلائے جاتے ہیں۔ اگر انھوں نے ایمان کی دعوت قبول کی تو خیر، ورنہ پھر انھیں وہی پُرانا عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ ایک قمیص سے دوسری قمیص میں منتقل ہونے کی کیفیت میں ایک اسمٰعیلی فاضل لکھتے ہیں کہ ہمارے اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم "اہل تناسخ" ہیں۔ ہم میں اور اہل تناسخ میں بڑا فرق ہے۔ اہلِ تناسخ کہتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کی روح

---

[1] جمع قمیص یعنی لباس (لیکن اخوان الصفا کہتے ہیں کہ مخالف کا نفس بھی اس کے جسم سے علیحدہ ہوتا ہے جیسا کہ اس بیان سے واضح ہے:۔ النفوس المتجسدۃ الخیرۃ هی ملائکۃ بالقوۃ فاذا فارقت اجسادها صارت ملائکۃ بالفعل والنفوس المتجسدۃ الشریرۃ هی شیاطین بالقوۃ فاذا فارقت اجسادها صارت شیاطین بالفعل وهی توسوس الی ابناء جنسها من النفوس المتجسدۃ لمن لها تلک الالۃ علی الفعل الی الشر والقتال والعداوات۔ الرسالۃ السادسۃ عشرۃ من الجزء الثانی۔ والنفس الجزئیۃ اذا (فارقت الجسد) ولم تستتم بالعلوم والمعارف۔ تبقی مربوطۃ محبوسۃ لانہ لایلیق بها ذلک المکان النورانی۔ وتبقی مقیدۃ فی الهواء تهوی دون السماء وتجرها الشیاطین التی تتعلق علیهما من الشهوات الجسمانیۃ والآراء الفاسدۃ راجعۃ الی قعر الاجسام المدلهمۃ واسر الطبیعۃ الجسدانیۃ الرسالۃ الثالثۃ عشرۃ فی نشوء النفس الجزئیۃ من الجزء الثانی) النفس الشریرۃ تصیر شیطانا

فوراً کسی جانور کے جسم میں حلول کرجاتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ اس کا نفس انتقال کے وقت اس کے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ اس جسم کے اجزا ٹوٹ پھوٹ کر عناصر میں مل جاتے ہیں۔ پھر یہ اجزا قدرت کے طریقے کے مطابق مٹی اور پانی میں مل کر نباتات بنتے ہیں۔ اس نبات کو حیوان کھاتا ہے جس کے نطفہ سے دوسرا حیوان پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح انسان کا نفس حیوان میں منتقل ہوتا ہے۔ اس طریقے کا نام ہم "سحیق[1]" اور "مزاج اور ممتزج" رکھتے ہیں[2]۔

موجودات مذکورہ بالا کی ترتیب رسائل اخوان الصفا سے ماخوذ ہے۔ جن کے مسائل یونانی اور ہندی فلسفے پر مبنی ہیں۔ اس ترتیب کے تختے کے لئے ملاحظہ ہو فصل (۴۴) عنوان "مذہبی اور سیاسی نظام"۔ نفس اور عقل کے مدارج کی مزید تفصیل بھی اسی فصل میں ملے گی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ بنفسها رهذا راى طائفة من النصارى (من تفسير فخر الرازی)

۱؎ سحیق مشتق ہے سَحَقَ سے جس کے معنی کوٹنے اور پیسنے کے ہیں۔

۲؎ خلاصہ از رسالۂ مخطوطہ "المبدء والمعاد" تصنیف داعی ہفتم حسین بن علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۶۷ھ۔ ہندی فلسفہ بھی اسی طرح کہتا ہے:۔ "جن لوگوں نے خیرات کے کام کئے ہیں۔ مثلاً کنواں کھدوانا وغیرہ مرنے کے بعد ان کی روح پہلے دھوئیں میں داخل ہوتی ہے۔ پھر اندھیری راتوں سے گذرتی ہوئی چاند تک پہنچتی ہے اور جب تک اس کے نیک کام باقی رہتے ہیں وہاں مقیم رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد ایتھر۔ ہوا۔ دھواں، کہر۔ بادل۔ بارش۔ نباتات غذا اور تخم سے ہوتی ہوئی انسان کی غذا کی مطابقت سے رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور پھر پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرا راستہ دیوتاؤں کا ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو اعتقاد اور ریاضت کی تربیت پاتے ہوتے ہیں۔ یہ روحیں موت کے وقت مختلف مدارج شعلہ، ماہ کا روشن نصف۔ سال کا روشن نصف، چاند اور آفتاب اور بجلی سے ہوتے ہوتے بالآخر برہمہ میں داخل ہوتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں (تاریخ ہندی فلسفہ از راے شیو موہن لال صفحہ ۸۰۔ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

فصل (۳۴)

(ا) اسماعیلی دعوت کا نظام

اسمٰعیلی دعوت کے حدود یعنی ارکان

گزشتہ فصل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ سب سے پہلے جس نے مذہب کی بنیاد ڈالی وہ انسان اول ہے جو صاحب جثہ ابداعیہ "کہلاتا ہے۔ اسی کی نسل میں قیامت تک مستقر امام پیدا ہوتے رہیں گے جن کا تعلق عقل عاشرے ہوگا۔ یعنی عقل عاشر انھیں فیوضات پہنچاتے رہیں گے۔ یہ بھی ہم نے واضح کردیا ہے کہ دور کشف اور دور ستر کیا ہیں اور دور ستر میں کس طرح انبیا کا قیام ہوا اور کس طرح حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت علیؑ اپنے اپنے منصب پر فائز ہوئے اور آپ کے بعد فاطمیین کے ظہور کا کیا مقصد تھا۔ یہ نظام جسے اسمٰعیلی اپنی اصطلاح میں "دعوت" کہتے ہیں عالم جسمانی کی صفائی تک جاری رہے گا۔ یعنی جب تک کہ تمام گنہگار نفوس نجات نہ پائیں دور کشف اور دور ستر کا سلسلہ برابر قائم رہے گا اور دعوت کے حدود اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ دعوت کے معنی عربی میں بلانے کے ہیں اور داعی بلانے والے کو کہتے ہیں۔ حضرت رسولِ خدا کو اللہ تعالیٰ نے "داعیًا الی اللہ" سے خطاب فرمایا ہے۔ لفظ دعوت جس طرح مصدری معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جو نظام قائم کیا جاتا ہے اس پر

بھی دعوت کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے ۔ اس نظام سے مراد ایک انجمن یا سوسائٹی ہے جس کے صدر کو خواہ وہ نبی ہو یا وصی ہو یا امام ہو داعی کہتے ہیں ان کی طرف سے جو مبلّغ مختلف شہروں میں بھیجے جاتے ہیں انھیں بھی داعی کہتے ہیں - ہم یہاں ایک شجرے کے ذریعے دعوت کے حدود ۔ ان کے عہدے اوران کے فرائض سمجھائیں گے اور اس کے بعد فاطمیین مصر کے داعیوں کی مجلسیں اور ان کی دعوت کے طریقے بیان کریں گے ۔

اسماعیلی دعوت کا نظام جو دور ستر سے متعلق ہے

حدود (ارکان)	عہدے	فرائض
صدر دعوت	(۱) نبی	ظاہری شریعت کی تعلیم
	(۲) نبی کے بعد وصی جس کا دوسرا نام صامت ہے ۔	باطنی علوم کی تعلیم (الرسول ۔منطق بالظاہر والاساس صامت عنہ مود للباطن ۔ (اساس التاویل فی ذکر آدم)
	۳) وصی کے بعد امام	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم ۔ (الحافظ لما ترکاہ من القضایا والاحکام) باطنی علوم کی تعلیم ۔ یہ لوگ امام کی حضرت ہی میں رہتے ہیں اور ان پر جہاد فرض نہیں ہے ۔
بارہ باطنی مددگار (ان میں امام کا خاص اور اول مددگار شامل ہے جسے باب الابواب کہتے ہیں)	لیلی حجتیں	
بارہ ظاہری مددگار	نہاری حجتیں	ظاہری شریعت کی تعلیم ۔ بارہ جزیروں میں زمین کی تقسیم کی جاتی ہے اور ہر جزیرے میں ایک حجت بھیجا جاتا ہے ۔ نہاری حجتوں پر جہاد فرض ہے ۔

مبلغین جو نبی یا وصی یا امام کی طرف سے مختلف شہروں میں تبلیغ کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔	۱) داعی البلاغ ۲) داعی مطلق ۳) داعی الدعاۃ	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم امام کی غیبت کے زمانے میں جو داعی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اسے داعی مطلق کہتے ہیں۔ اسے کل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ سب داعیوں کے صدر کو داعی الدعاۃ کہتے ہیں۔
داعی کا اول مددگار	ماذون	مستجیب سے" عہد و میثاق لینا۔ (اذن کے معنے اجازت کے ہیں۔ یعنی داعی نے ماذون کو عہد و میثاق لینے کی اجازت دی ہے)
داعی کا دوسرا مددگار	مکاسر	مستجیب کے پہلے مذہب کو باطل ٹھیرا کے اپنا مذہب ثابت کرنا۔ مکاسر کا اشتقاق کسر سے ہے جس کے معنے توڑنے کے ہیں کیونکہ وہ باطل مذہبوں کو توڑتا ہے۔

بعض وقت نئے عہدے مثلاً لاحق۔ جناح۔ ذو مصہ۔ مکلب۔ رفیق اور داعی محصور وغیرہ بھی قائم کئے جا سکتے ہیں۔[1]

(ب) اسمٰعیلی دعوت کی بنیاد

اسمٰعیلی دعوت کا بانی

کہا جاتا ہے کہ اسمٰعیلی دعوت کا حقیقی بانی ایک ایرانی داعی ابو شاکر میمون القداح یا اس کا

---

[1] ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا المعز۔ الشواہد والبیان۔ راحۃ العقل فصل ۳۱ (حسن بن صباح کا مذہب)

بیٹا عبداللہ ہے ۔ یہ دونوں مختلف ادیان اور یونانی فلسفے کے ماہر تھے ۔میمون دوسری صدی کے نصف آخر میں جنوب فارس میں رہتا تھا جو شیعوں کی پناہ گاہ تھی ۔اس کا اصلی مذہب مجوسی تھا۔لیکن وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا اور اہل بیت کی طرف دعوت کرتا تھا۔ابتدائے زندگی میں وہ حضرت امام جعفر صادق کا غلام تھا۔خلیفہ عباسی منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) کے آخری عہد میں وہ اور اس کے ساتھی گرفتار کئے جاکر کوفے کے قید خانے میں بھیج دیئے گئے ۔ قید خانے ہی میں انھوں نے اپنے مذہب کے جو" مذہب باطنیہ " کے نام سے مشہور ہے تو (۹) مندرجہ ذیل مدارج مرتب کئے جن کو سلسلے سے طے کرنے کے بعد آدمی معطل اور اباحی ہوجاتا ہے ۔ قید سے چھوٹنے کے بعد میمون اور اس کے بیٹے عبداللہ نے اپنی اسمٰعیلی دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔اور جنوب فارس ۔جنوب عراق اور بحرین میں دعوت کی اشاعت میں بڑی کامیابی حاصل کی[۱]۔ اسمٰعیلی روایت کے مطابق میمون القداح امام محمد بن اسمٰعیل (المستور) کا کفیل (حجت) اور اس کا بیٹا عبداللہ امام عبداللہ المستور کا کفیل تھا جو فاطمیین مصر کے پہلے امام مہدی کا پرداداتھا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے[۲]۔ ان دونوں کفیلوں کے کچھ اور واقعات بھی گزر چکے ہیں[۳]۔

(ج) دعوت کی مجلسیں اور اُس کے طریقے

اسمٰعیلی داعی علوم اہلِ بیت کی تعلیم کے لئے خاص مجلسیں منعقد کرتے تھے جو" مجالس حکمت "کے نام سے مشہور تھیں ۔ ان میں جو لوگ شریک ہوتے

---

[۱] الفرق بین الفرق، للبغدادی صفحہ ۲۶۶ ۔
[۲] فصل ۲ (میمون اور محمد بن اسمٰعیل کا باہمی تعلق)
[۳] فصل ۲ (مہدی کی نسبت عبداللہ بن میمون کی طرف)

وہ "اولیا" کہے جاتے تھے۔ شیوخ دولت، متوسط درجے کے لوگ، مسافرین، خدام، وغیرہ ہر طبقے کے لئے الگ الگ مجلسیں منعقد کی جاتی تھیں۔ عورتوں کے لئے خاص مجلسوں کا انتظام تھا[1] یہ تمام مجلسیں داعی کے مکان میں ہوتی تھیں جو خلیفہ کے قصر کی حد میں واقع تھا۔ ان میں علوم اہل بیت پر لکچر دیئے جاتے تھے قبل اس کے کہ داعی یہ لکچر سنائے وہ اپنے مسودے خلیفہ کی حضرت میں پیش کرتا تھا۔ اس کی منظوری کے بعد یہ مسودے صاف کئے جاتے اور پھر لوگوں کو سنائے جاتے تھے۔ داعی الدعاۃ اس تعلیمی صیغے کا صدر ہوتا تھا۔ ان مجلسوں میں شریک ہونے والوں سے ایک قسم کی فیس لی جاتی تھی جو نجوی کہی جاتی تھی[2]۔ بہت سا روپیہ جمع ہوتا جو خلیفہ کی حضرت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ بعض وقت یہ مجلسیں موقوف کردی جاتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ حاکم کے عہد میں چند روز کے لئے یہ مجلسیں ملتوی کردی گئیں۔

اسمٰعیلی دعوت کے طریقوں کو مقریزی نے تفصیل سے اپنی تاریخ "الخطط والآثار" کے دوسرے جز میں لکھا ہے۔ ان کا ترجمہ "فاطمی دعوت اسلام[3]" میں بہت عمدگی اور خوبی سے کیا گیا ہے جس کے اقتباسات کچھ ترمیم اور اختصار کے ساتھ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

"ذیل میں وہ طریقے درج کئے جاتے ہیں جو اسمٰعیلی فرقے کے داعی دعوت کے کام میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ ان طریقوں کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر اسمٰعیلی عقائد کے مسلمانوں کو اسمٰعیلی بنانے کے لئے کام میں لائے جاتے تھے تاہم ان طریقوں کے طرز سے دعوت اسلام

---

[1] "المجالس المستنصریہ" کی بعض مجلسوں میں عورتوں کی طرف خطاب ہے۔ ان مجلسوں میں مستنصر کو انیسواں امام شمار کیا گیا ہے اور انیس (۱۹) کا مقابلہ احکام شریعت سے کیا گیا ہے جیسا کہ اسمٰعیلیوں کا دستور ہے۔ حالانکہ مستنصر اسمٰعیلی عقائد کے لحاظ سے اٹھارویں امام ہیں۔

[2] فنسخ اللہ آیۃ النجوی بفرض الزکوٰۃ (معاصم الھدی و ذکر النسخ فی ذکر اقسام الوحی فی ساحۃ العقل وغیرہ من الکتب) [3] صفحہ ۱۱۶-۱۷۶ - از خواجہ حسن نظامی۔

کے ان طریقوں پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے جو غیر مسلموں کے سامنے پیش کیے جاتے ہوں گے۔ کیونکہ ان میں انسان کی عقل کو عاجز کرنے اور ناقابل فہم عجائبات پیش کیے جانے کی حکمت عملی پائی جاتی ہے[1]۔ یہ طریقے اسمٰعیلی گروہ کے ہاں نہایت مخفی رکھے جاتے ہیں اور ان کے چھپانے میں بہت کوشش کی جاتی ہے[2]۔ اُمید ہے کہ ناظرین ان کے مطالعے سے اپنی معلومات میں ایک دلچسپ اضافہ کر سکیں گے۔

پہلی دعوت

داعی نہایت وقار سے مسند ارشاد پر بیٹھا ہوتا ہے۔ جس کو دعوت کرتا ہے اول اس سے کلام مجید کی آیات کی تاویل اور معانی شریعت کی مشکل باتوں کے اور علم طبیعیات وغیرہ کے چند مشکل مسئلوں کے بھی سوال کر کے کہتا ہے کہ اے شخص اسرار دین پوشیدہ ہیں اور اکثر لوگ ان کے منکر اور ان سے جاہل ہیں۔ اگر مسلمان ان باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت سے خاص کی ہیں تو ان میں اختلاف پیدا نہ ہوتا اور وہ گمراہ نہ ہوتے۔ ان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ائمہ دین سے روگردانی کی ہے۔ اور غیروں کا اتباع

---

[1] اس حکمت عملی کو "کسر" کہتے ہیں۔ جس کے معنی توڑنے کے ہیں۔ اسی سے "مکاسر" ہے جو ارکان دعوت کا آخری رکن ہے۔ اس کا کام اہل ظاہر کے مذاہب کو باطل ٹھیراتا ہے۔

[2] شہرستانی۔ بغدادی اور مقریزی نے اپنی کتابوں الملل والنحل۔ الفرق بین الفرق اور الخطط والآثار میں اسمٰعیلی دعوت کے اکثر اسرار ظاہر کر دیتے ہیں اور ان پر تنقید کی ہے۔ ان مورخین کو ضرور اسمٰعیلیوں کی کتابیں دستیاب ہوئی ہوں گی۔ مقریزی کہتا ہے کہ میں نے ان تاویل کی کتابیں پڑھی ہیں۔ علم حقیقت کے اکثر مسائل رسائل اخوان الصفا سے معلوم ہو سکتے ہیں جو متعدد دفعہ چھپ چکے ہیں۔ اسمٰعیلی داعی ناصر خسرو کی کتابیں جن میں تاویل اور حقایق بیان کیے گئے ہیں۔ کاویانی پریس میں طبع ہو گئی ہیں۔ مستشرقین نے چند اسمٰعیلی کتابیں شائع کی ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوئی تھیں۔ داعی جعفر بن منصور الیمن کی کتاب الکشف زیر طبع ہے۔ غرض کہ اب اسمٰعیلی دعوت کے اسرار کا مخصوص پوشیدہ ذخیرہ ظاہر ہو چکا ہے اور منظر عام پر آگیا ہے۔ اسمٰعیلی کتابیں جو چھپ گئی ہیں اُن کی فہرست اس کتاب کے آخر میں ہے۔

کرتے ہیں ۔ اور حق یہ ہے کہ ائمہ ہی تنزیل و تاویل قرآن سے آگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پردے میں مخفی رکھا ہے تاکہ اسرار الٰہی متبذل نہ ہو جائیں پس اللہ تعالیٰ کے بھید سوائے فرشتہ مقرب اور نبی مرسل یا بندۂ مومن کے جس کے دل کا خدا نے تقویٰ میں امتحان کر لیا ہے کوئی نہیں جان سکتا ۔

جب مدعو کا دل داعی کی ان باتوں سے خوب مربوط ہو جاتا ہے۔ اس وقت داعی دوسری باتیں شروع کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ رمی جمار اور سعی صفا کیا ہے۔ اور کس لئے حائضہ کو روزے کی قضا کا حکم ہے اور قضائے نماز کی ممانعت ہے اور کیا سبب ہے کہ جنابت کے لئے غسل کا حکم ہوا ہے اور پیشاب پاخانے کے لئے غسل کا حکم نہیں ہوا[۱]۔ اور کیا سبب ہے کہ خدا نے مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کیا ایک گھڑی میں پیدا کرنے سے عاجز تھا۔ اور صراط کے کیا معنی ہیں اور کراماً کاتبین کیا ہیں۔ اور آیۂ کریمہ" ویحمل عوش ربك فوقهم یومئذٍ ثمانیہ" کے کیا معنی ہیں ۔ اور شیطان اور اس کی صفت کیا ہے ۔ اور یاجوج و ماجوج اور ہاروت و ماروت کیا ہیں اور کہاں رہتے ہیں ۔ اور سات دوزخیں اور آٹھ بہشتیں کس وجہ سے ہیں اور کہاں ہیں ۔ اور تین اور زیتون کیا ہیں ۔ اور حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں ۔ اور سات زمین اور سات آسمان اور سبع مثانی اور بارہ مہینے کس وجہ سے ہیں اور اس کے کیا معنی ہیں کہ حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں ۔ اور کس واسطے پاؤں اور ہاتھوں کی دس دس انگلیاں ہوتیں۔ اور چہرے میں سات سوراخ کیوں ہوئے[۲] اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیوں رکھے گئے ۔ اور کیا وجہ ہے اس بات کی کہ پشت کی ہڈی

---

[۱] (ا) دعائم الاسلام ۔ جز اول (ب) اختلاف اصول المذاہب صفحہ ۲۰۳ (ج) السیرۃ المؤیدیہ صفحہ ۴۴۔ اس تاریخ کے صفحہ ۴۷۹ کا ذیل ملاحظہ فرمائیے ۔

[۲] تاویل میں یہ سات سوراخ سات ناطقوں کے امثال ہیں (ذکر الوضوء۔ تاویل دعائم الاسلام ۔ جز اول)

میں بارہ کڑیاں ہیں اور گردن میں سات[1] اسی طرح داعی تمام تشریح اعضاء کا ذکر کرتا ہے۔ پھر داعی کہتا ہے کہ تم اپنے نفس پر غور اور خیال نہیں کرتے ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا حکیم اور علیم ہے۔ اس کے سب کام حکمت سے لبالب ہیں، حالانکہ اس نے قرآن میں جا بجا غور کرنے کے لئے تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس آیہ کریمہ میں ہے:
فی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون "

جب داعی دیکھتا ہے کہ مدعو کو اپنی باتوں کی طرف بخوبی رغبت ہے تو اس سے کہتا ہے کہ اے شخص جلدی نہ کر۔ خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہ نا اہل آگاہ ہوں۔ بغیر معاہدے کے آگاہ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جس کو ہدایت کرتا ہے اس سے اول عہد و پیمان کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:۔ واخذنا من النبیین میثاقاً غلیظا۔ اس قسم کی آیات پڑھ کر کہتا ہے کہ بیعت کے لئے ہاتھ دو اور ہم سے عہد استوار کر لو کہ ہرگز بیعت نہ توڑو گے اور راز کو فاش نہ کرو گے اور ہمارے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھو گے۔ جب مدعو نے بیعت کر لی تو اس وقت داعی اس کے مال میں سے بقدر حیثیت کچھ امام کی نذر کے لئے مانگتا ہے اگر مدعو دے دیتا ہے تو داعی کی

---

[1] (ا) اس قسم کے مسایل ایک نظم میں پیش کئے گئے ہیں (اخوان الصفاء۔ جز چہارم رسالۃ ماہیۃ الناموس کی آخری فصل جس میں تاویل پر بحث کی گئی ہے)

(ب) ارجوزۂ دیوان داعی موید شیرازی اور مجالس مویدیہ میں اس قسم کے سوالوں کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ یہ مجلسیں قصر فاطمی میں مستنصر کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے مصنف داعی موید کا اسمٰعیلی دعوت میں بہت بڑا درجہ ہے۔

(ج) آٹھویں داعی مطلق حسین بن علی بن محمد بن الولید کی تصنیف۔ "کتاب الایضاح والبیان فی الجواب عن مسائل الامتحان" میں بھی اس قسم کے سوالات اور جوابات ملیں گے۔

مجلس میں بار دیگر حاضر ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کو بار نہیں ملتا۔

دوسری دعوت جب مدعو سب باتیں پہلی دعوت کی تسلیم کر لیتا ہے اور مال بھی نذر کر دیتا ہے تو دوسری مجلس میں داعی اس سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اپنی طاعت سے جب تک بندے ائمہ حق کی پیروی نہ کریں۔ پھر ان امور کی شرح کرتا ہے جو اس فرقے کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں[1]۔ جب داعی کو معلوم ہوا کہ مدعو کے دل میں ائمہ کی طرف سے اعتقاد راسخ ہو گیا تو تیسری دعوت کی نوبت آتی ہے۔

تیسری دعوت جب تیسری دعوت کی مجلس میں مدعو حاضر ہوتا ہے تو داعی کہتا ہے کہ ائمہ حق سات ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرت علی زین العابدینؒ۔ حضرت محمد باقرؒ۔ حضرت جعفر صادقؒ اور ساتویں قایم صاحب الزمان[2]۔ اور قایم میں اختلاف ہے۔ بعض محمد مکتوم بن اسمٰعیل بن امام جعفر صادق کو جانتے ہیں اور بعض اسمٰعیل بن امام جعفر صادق کو۔ صاحب الزماں کو علم باطنی اور مخفی حاصل ہے اور وہی تاویل و تفسیر اور تاویل تاویلات کے ماہر ہیں اور دعاۃ ان کے وارث ہیں پھر چوتھی دعوت شروع ہوتی ہے۔

چوتھی دعوت اس دعوت میں داعی بیان کرتا ہے کہ شرائع کے مجدد سات ہیں اور ہر ایک کو ناطق کہتے ہیں۔ اور ہر ناطق کا ایک وصی ہوتا ہے جس کو صامت کہتے ہیں[3]۔ پہلے ناطق

---

[1] ایسی کتابوں کے لئے ملاحظہ کیجئے وہ ذیلی نوٹ جو "پہلی دعوت" میں ابھی گزرا ہے۔

[2] اسمٰعیلیوں کے ہاں امام اول حضرت حسنؓ ہیں جیسا کہ ہم نے اس تاریخ کے مقدمے میں لکھا ہے۔ اس لحاظ سے محمد مکتوم بن اسمٰعیل ساتویں امام اور قائم ہیں (فصل ۳۵۔ اسمٰعیلی عقاید)

[3] الناطق فی عصر الرسالۃ ھو الرسول والصامت اساس شریعتہ وصاحب تاویلہ فالرسول ینطق بالظاہر الاساس یصامت عنہ موجہ للباطن والاساس للتاویل۔ ذکراد مر۔

حضرت آدم ہیں جن کے صامت شیثؑ تھے۔ دوسرے ناطق حضرت نوحؑ ہوئے جنھوں نے ناطق اول کی شریعت کو ایک قلم موقوف کر دیا۔ ان کے صامت سام تھے تیسرے ناطق حضرت ابراہیمؑ ہیں اور ان کے جانشین اسمعیلؑ تھے۔ ان کے بعد چوتھے ناطق حضرت موسیٰؑ ہوئے۔ ان کے وصی ہارون تھے۔ پانچویں ناطق حضرت عیسیٰؑ تھے اور ان کے وصی شمعون تھے اور چھٹے ناطق حضرت رسول خدا صلعم ہیں جن کے وصی حضرت علیؓ تھے۔ ساتویں ناطق صاحب الزماں محمد بن اسمٰعیل ہیں جن پر علوم اولین وآخرین تمام ہوئے[1]۔ اسی وجہ سے آسمان۔ زمینیں۔ دریا۔ ہفتے کے دن اور کواکب سیارہ بھی سات ہیں جو عالم کے مدبر ہیں۔ اور اسی سبب سے انسان کے چہرے میں سات سوراخ رکھے گئے ہیں۔

پانچویں دعوت داعی اس میں کہتا ہے کہ ہر ایک امام صامت کے ساتھ بارہ مددگار رہتیوں۔ برجوں اور چار انگلیوں کے بارہ ٹکڑوں کے مطابق ہوتے ہیں کہ ہر ایک حجت کہلاتا ہے۔ (ان حجتوں اور دوسرے ارکانِ دعوت کی تفصیل (۳۳) میں گزر چکی ہے)

چھٹی دعوت اس میں آیات قرآنی کی تفسیر کرتا ہے۔ نماز اور روزہ۔ زکوٰۃ اور خمس حج اور جہاد اور طہارت وغیرہ کے قاعدے اور طریقے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب رموز ہیں جو عام سیاست کی مصلحت کے لئے جاری کئے گئے ہیں تاکہ ان میں مصروف ہوکر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں اور حاکم وقت کی حکومت اور تابعداری سے انحراف نہ کریں۔ ورنہ فی الحقیقت ان سے مراد ان کی تاویلیں ہیں[2]۔ (یہ تاویلیں فصل ۳۲ میں بیان کی جا چکی ہیں) تیمم سے مراد یہ ہے کہ امام کی غیبت میں حجت (یا مومن) سے ضروریات کا اخذ کرنا اور غسل سے مقصود تجدید عہد و پیماں ہے اور زکوٰۃ سے

[1] فصل ۳۵ (اسماعیلی عقاید) کان محمد بن اسمٰعیل فی حدّ الطفولیۃ لم یکن باا لغا د غایتہ المرامید لسید ناخطاب)

[2] یہ قدیم اسمعیلیوں کا عقیدہ تھا۔ پچھلے اسمٰعیلی ظاہر و باطن دونوں کے قائل ہیں۔

مراد یہ ہے کہ امورِ دینی سیکھ کر نفس کو پاک کرنا اور بعض کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے یہ مراد ہے کہ امام معصوم کی متابعت کرے اور زکوٰۃ سے یہ مطلب ہے کہ اپنے مال سے خمس امام کو دے[1]۔

جب مدعو کے دل میں یہ باتیں جم جاتی ہیں تو داعی فلسفے کی باتیں شروع کرتا ہے اور اقوال افلاطون وارسطو و فیثاغورث وغیرہ کو دلائل عقلی کے ساتھ سمجھاتا ہے۔ اور جب یہ مطالب بھی ذہن نشین ہوجاتے ہیں تو ایک عرصہ دراز کے بعد ساتویں دعوت شروع کرتا ہے۔

ساتویں دعوت

اس میں عقل اول اور عقل ثانی کی پیدائش بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ ناصب شریعت کے لئے ایک مددگار کی ضرورت ہے تاکہ جو کچھ وہ ارشاد کرے یہ مددگار اس بات کو دوسرے آدمیوں کو سمجھادے کہ ایک بجائے اصل کے ہوتا ہے اور دوسرا نائب کی مثل ہوتا ہے۔ نظیر اس کی نظام عالم میں مدبر عالم ہے جو سب سے پہلے بلا واسطہ اور بلا سبب صادر ہوا ہے۔ جس کو صادر اول اور عقل اول کہتے ہیں۔ شریعت میں اسے قلم کہتے ہیں۔ اس کے مددگار کا نام لوح ہے[2]۔

آٹھویں دعوت

اس دعوت میں داعی سات عقول کے پیدا ہونے کی کیفیت اجرام فلکی کی حرکتیں اور ان کے ذریعے موالید ثلاثہ یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کا وجود "صاحب جثہ ابداعیہ" یعنی انسان اول کا ظہور۔ ناطقوں کے قیام اور دوسرے امور متعلقہ پر روشنی ڈالتا ہے جن کی تفصیل فصل (۳۲) میں گزر چکی

---

[1] خمس کے حوالے کے لئے ملاحظہ کیجئے (فصل ۳۰۔ ممالک فاطمیہ کے محاصل کی مختلف قسمیں)

[2] یہ باتیں کلام فلاسفہ سے ماخوذ ہیں جو کہتے ہیں "الواحد لا یصدر عنہ الا واحد" اہل تصوف کا ماخذ بھی یہی ہے (مقریزی $\frac{۲}{۲۳۲}$) تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے فصل ۳۲۔

ہے۔ اس کے بعد داعی نویں دعوت شروع کرتا ہے۔

نویں دعوت یہ دعوت سب دعوتوں کا نتیجہ ہے جب داعی مدعو کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اسے فلاسفۂ یونان کی کتابیں دیکھنے اور علوم الٰہی وطبیعی کا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے[1]

مدعو کو فلاسفے کے اقوال سے خوب واقفیت حاصل ہونے کے بعد داعی اپنے رازوں کو کھولنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے اصول وحدوث سے اطلاع دی ہے یہ سب رموز واشارات ہیں طرف معانی ومبادی اور انقلاب جواہر کے اور وحی صرف نفس کی صفائی کا نام ہے اور نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور اسے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اور اس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحت عام میں انتظام رہے[2]

جب مدعو (مستجیب) دعوت میں داخل ہونے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے تو داعی حسب ذیل معاہدہ اس سے لیتا ہے۔ جسے اسمٰعیلی "عہد الاولیا" کہتے ہیں۔ مقریزی اور بغدادی

---

[1] تاویل کی کتابوں میں شریعت کے ساتھ فلسفہ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ داعی موید شیرازی کہتے ہیں:۔ واما کلامنا فی بیس المقرون بالقرآن الحکیم فنقول انه نعم اقسم بالسابق والتالی المکنی عنهما بلسان الشریعة بالکاف والنون

[2] قال الله "یخلقکم فی بطون امهاتکم خلقًا بعد خلقٍ"۔ بطون المفیدین فی التاویل باطن العلم الذی عندهم یتقلون فیه المستفیدین منهم حدًا بعد حدٍ وذالك خلق الدین الحد الاول اصلاح الظاهر والثانی حد الرضاع الباطن والثالث حد التربیة والحد الرابع حد البلوغ (الجزء الاول من تاویل دعائم الاسلام للقاضی نعمان بن محمد)

دونوں مورخوں نے اپنی اپنی تاریخوں میں اسے نقل کیا ہے جس کا اردو ترجمہ اختصار کے ساتھ یہ ہے:۔

عہد الاولیا

داعی جس مستجیب سے عہد لیتا اسے خدا کی قسم کھلا کر یہ کہتا تم نے اپنے نفس پر خدا کا وہ عہد و میثاق اور رسول، انبیا، ملائکہ اور کتابوں کا وہ ذمہ واجب کرلیا ہے جو خدا نے انبیاسے لیا ہے کہ تم نے جو کچھ میرے متعلق یا اس شہر میں جو امام مقیم ہیں۔ ان کے متعلق یا ان کے اہل بیت اور اصحاب وغیرہ کے متعلق جو سُنا ہے یا سنو گے۔ جانا ہے یا جانو گے اُسے چھپاؤ گے اور اس میں سے کسی بات کو خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ظاہر نہ کرو گے بجز اس بات کے جس کی میں تمھیں اجازت دوں۔ پس تم ہمارے حکم کے موافق عمل کرو گے اور اس سے منحرف نہ ہو گے۔ اور تم اس بات کی گواہی دو کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اس بات کی گواہی دو کہ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ موت حق ہے۔ بعث حق ہے۔ اور اس بات کا اقرار کرو کہ تم نماز وقت پر پڑھو گے۔ زکوٰۃ ادا کرو گے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو گے۔ حج کرو گے۔ خدا کے لئے جس طرح جہاد کرنا چاہیئے اسی طرح جہاد کرو گے اور خدا کے فرائض اور رسول کی سنتوں کی ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں پابندی کرو گے۔ خدا کے اولیا سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو گے۔ اسی طرح ظاہر اور باطن اور جو کچھ انبیا خدا کی طرف سے لائے وہ اسی شرایط پر ہے جو اس عہد میں مبنی ہیں۔ تم نے اپنی جان پر اس کے وفا کرنے کا ذمہ لے لیا ہے۔ (اس کے بعد داعی مستجیب سے کہتا ہے) کہو تم "نعم" (یعنی ہاں) مستجیب کہتا ہے "نعم"۔ پھر داعی کہتا ہے اس عہد کی محافظت اس بات پر منحصر ہے کہ ہم نے تم سے جن باتوں کا معاہدہ لیا ہے، ان میں سے کسی بات کو بھی تم ظاہر نہ کرو۔ نہ ہماری زندگی میں نہ ہماری وفات کے بعد۔ تم نے اپنے نفس پر خدا کا عہد و میثاق لیا ہے کہ تم مجھے اور جن لوگوں کے نام میں نے تمھیں بتائے ہیں ان کو اس طرح بچاؤ گے

جس طرح تم اپنی جان کو بچاتے ہو۔ پس تم اللہ سے اور اس کے ولی سے اور ہمارے کوئی بھائی یا دوست سے جس سے ہمارا بہ حیثیت اہل یا مال یا رائے یا عہد یا عقد کچھ بھی تعلق ہو۔ خیانت نہ کرو۔ اگر تم نے جان بوجھ کر کچھ بھی مخالفت کی تو تم خدا سے اور اس کے ملائکہ مقربین سے بری ہو جاؤ گے اور تم اللہ اور اس کی جماعت سے خارج ہو جاؤ گے۔ تمھارا ٹھکانہ اس جہنم میں ہوگا۔ جس میں کوئی رحمت نہ ہوگی اور خدا تم پر وہ لعنت بھیجے گا جو اس نے ابلیس پر بھیجی۔ اگر تم نے کچھ بھی مخالفت کی تو تمھاری مخالفت کے کفارے میں تمھیں تیس حج پیدل کرنے ہوں گے۔ اور جوں ہی تم نے مخالفت کی تمھاری تمام ملک فقیروں اور مسکینوں کے حق میں جس سے تمھارا کوئی رشتہ نہ ہو صدقہ سمجھی جائے گی۔ اس صدقے کا کوئی اجر تمھیں نہ ملے گا۔ اور جتنے تمھارے غلام ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تمھاری مخالفت کی وجہ سے تمھاری وفات تک خدا کی راہ میں آزاد تصور کئے جائیں گے۔ اور تمھاری موجودہ بیوی اور وہ بیویاں جو تمھارے انتقال کے وقت تک تمھارے نکاح میں آئیں گی مطلقہ شمار کی جائیں گی۔ تمھیں کوئی رجعت یا خیار کا حق حاصل نہ ہوگا اور تمھارے بال بچے، مال وغیرہ تم پر حرام ہو جائے گا۔ اور ہر ظہار تم پر لازم ہوگا۔ میں تمھیں تمھارے امام اور تمھاری حجت کی طرف سے قسم کھلاتا ہوں اور تم قسم کھاتے ہو۔ اگر تمھاری نیت یا عقد یا ضمیر تمھارے عہد اور تمھاری قسم کے خلاف ہو تو اس عہد کی شروع سے لے کر آخر تک تم پر تجدید کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تم سے سوائے اس کی تکمیل کے اور کوئی چیز قبول نہ کر سکے گا۔ پھر داعی مستجیب سے کہتا، کہو نعم۔ مستجیب کہتا "نعم" اس عہد نامے کی نقل کرنے کے بعد مقریزی یہ کہتا ہے۔ "اس کے علاوہ ان کی بہت سی وصیتیں ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ عاقل کے لئے کافی ہے[1]

---

[1] (ا) مقریزی $\frac{۲}{۲۲۷ - ۲۳۵}$ (ب) بغدادی ۔ ۲۸۔ ۲۹۴۔

دعوتوں کی اصلیت اور ان کا مقابلہ

مدعو کی قابلیت اور استعداد کے مطابق مذکورۂ بالا دعوتوں میں تخفیف بھی کی جاسکتی تھی۔ اگر مدعو بہت قابل ہوتا تو داعی صرف آخری دعوتوں کو کافی سمجھتا۔ مختلف فرقوں کے رجحانات و میلانات کا بھی بڑا خیال رکھا جاتا۔ اگر مدعو شیعہ ہوتا تو شیعی نظریوں پر زور دیا جاتا۔ اگر نصرانی ہوتا تو اسے ظہور مسیح کی امید دلائی جاتی۔ اگر سبائی ہوتا تو ساتویں عدد کی اہمیت بتائی جاتی۔

کہا جاتا ہے کہ داعیوں کے اصلی مقاصد سیاسی ہوتے تھے۔ ان کی دعوتوں کے تدریجی حدود اور طریقے اور ان کی رازداری اور خفیہ کارروائی اور "دعوت" کے حدود کی تنظیم، یہ سب ایسے اصول ہیں جن کا مقابلہ فری میسنوں (خفیہ برادرانہ جماعت) یا رومن کیتھولک چرچ کے اصول سے کیا جاسکتا ہے[۱]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :۔ (ب) وکل امرأۃ ملک عقد نکاحہا او یملک فہی طالق ثلاث تطلیقات علی ملۃ رسول اللہ وسنۃ علی بن ابی طالب لا سبیل لہ الیہا ولا رجعۃ لہ علیہا وکل مملوک ملک رقبہ او یملکہ فہو حر لوجہ اللہ وکل مال فی یدہ فہو صدقۃ علی المساکین لوجہ اللہ لا یاجرہ اللہ علی شیئی من ذالک کلہ الا بالوفاء بما شرطناہ وذکرناہ (باب الابواب جعفر بن منصور الیمن فی کتابہ تاویل سورۃ النساء صفحہ ۱۲)

(ج) وان نقض المستجیب عہدہ یلزمہ ما یلزم الناقضین والناکثین (الداعی الثالث حاتم بن ابراہیم المتوفی ۵۹۶ھ فی کتابہ تحفۃ القلوب)

Which de Sacy and others first discovered information about these degrees, they rather credulously suggested a parallel with masonic lodges; but the only parallel that is suitable is the Midiaval Papacy and the organisation of the Roman Catholic Church (Ivanow.

(باقی اگلے صفحہ پر)

فصل (۳۴)

رسائل اخوان الصفاء

ان رسالوں کے مخطوط نسخے مصر، ہندوستان اور یورپ کے کتب خانوں میں بکثرت ہیں گویا یہ رسالے بہت مقبول عام ہیں۔ پہلی دفعہ ۱۳۰۶ھ میں یہ شہر بمبئی میں چھپے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔

p. 133, the rise of the Fatimids). They had indeed the intelleetual dexterity and unserupulousness ascribed to the Jesuit. We see their partial success in the ravages of the Carmathians (Lane-Poole. p. 94).

فصل ۳۱ "دروزیوں کی جماعتیں اور ان کی مشابہت فری میسنوں سے" بھی ملاحظہ کیجیے۔ [1] مطبعۂ نخبۃ الاخبار (شیخ نورالدین جیواخان)

حال میں ان کی اشاعت مصر میں بھی ہوئی[1] اس اشاعت کی ابتدا میں دو مفید مقدمے
پہلا ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی طرف سے اور دوسرا احمد زکی پاشا کی جانب سے شامل کئے گئے
ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں آئے گا۔ ۱۸۱۲ء میں چند رسالے بعنوان "تحفۃ اخوان الصفا"
کلکتہ میں بھی شائع ہوئے[2]

مستشرقین کی کوششیں

۱۸۳۷ء میں جرمن مستشرق نوفورک نے ان
رسالوں کا خلاصہ شائع کیا۔ اس کے بعد دوسرے
المانوی پروفیسر فریڈ رخ دیتریصی نے ۱۸۵۸ء کے اور ۱۸۶۹ء کے درمیان ایک
کتاب آٹھ اجزا میں شائع کی جس میں دسویں صدی عیسوی (مطابق چوتھی صدی
ہجری) کے علوم و فنون پر بحث کی جو عرب میں رائج تھے اور اس کتاب کی
بنیاد رسائل اخوان الصفاء پر رکھی۔ اسی پروفیسر نے ۱۸۸۶ء میں ایک اور
کتاب بنام "خلاصۃ الوفا فی اختصار رسائل اخوان الصفاء" بہت صحت
کے ساتھ چھپوائی کیونکہ عام طور پر رسائل کی کتابت میں غلطیاں واقع ہوگئی
ہیں۔ مستشرق ڈی بوئیر نے ابھی اپنی کتاب "تاریخ فلسفہ اسلام" میں ان رسائل
پر بحث کی ہے[3]

رسائل کے مصنفوں کے متعلق مختلف رائیں

وزیر جمال الدین بن الحسن القفطی المصری (متوفی ۶۴۶ھ)
اپنی کتاب تراجم الحکماء میں کہتا ہے کہ حکمت اولیٰ کے
مختلف انواع پر اخوان الصفاء نے اکاون رسالے لکھے
ہیں جن میں اکاونواں رسالہ چند امور و مقاصد پر مشتمل ہے[4] اس آخری رسالے کا نام مکنون

---

[1] مطبعۃ عربیہ (مصطفیٰ محمد ۱۳۴۷ھ)

[2] منجانب احمد بن محمد شروانی

[3] یہ کتاب جرمن زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہوگیا ہے (مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

[4] قفطی نے رسالوں کی تعداد بشمول رسالہ جامعہ اکیاون بتائی جاتی ہے۔ حالانکہ کل رسائل ترپن ہیں جن میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

نے جامعہ رکھا۔ یہ رسالے مشوقات ہیں مستقصات نہیں۔ ان کی دلیلیں اور حجتیں غیر واضح ہیں گویا ان کا مقصد صرف تنبیہ اور غرض اصلی کی طرف اشارہ ہے۔ جب ان کے لکھنے والوں نے اپنے نام چھپائے تو ان کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا یہ امام کا کلام ہے جو حضرت علیؓ کی نسل سے ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ معتزلیوں کی تصنیف ہے۔ تحقیق کے دوران میں مجھے ابوحیان توحیدی کا وہ جواب ملا جو تقریباً ۳۷۳ھ میں وزیر صمصام الدولہ بن عضدالدولہ کے سوال پر دیا گیا۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ رفاعہ چوتھی صدی کے نصف آخر میں ایک فاضل گزرا ہے جسے اکثر علوم و فنون میں بڑی دست گاہ حاصل تھی۔ یہ اکثر حروف صحار کی شکلوں اور نقطوں پر بحث کرتا تھا۔ ایک عرصے تک یہ بصرہ میں رہا جہاں اسے مختلف علوم و فنون کے فضلاء سے ملنے کا اتفاق ہوا جن میں ابو سلیمان محمد بن معشر البیوستی معروف بہ مقدسی۔ ابوالحسن علی بن ہارون الزنجانی۔ ابواحمد المہرجانی۔ العوفی وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں نے ایک انجمن بنائی تھی اور آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ صداقت اور نصیحت کی زندگی بسر کریں گے۔ انھوں نے ایک مذہب ایجاد کیا جو ان کے زعم کے مطابق خدا کی قربت اور خوشنودی کا ذریعہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت کو جاہلوں نے ناپاک کر دیا ہے۔ اسے فلسفہ ہی پاک کر سکتا ہے۔ جب یونانی اجتہادی فلسفہ اور عربی شریعت یہ دونوں آپس میں مل جائیں گے تو کمال

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ رسائل کے شمار سے یہ ظاہر ہے اور رسائل کی فہرست بھی یہی بتاتی ہے۔ (فہرست رسائل $\frac{1}{19}$) وشرح ما وصفناه فی الاثنتین والخمسین رسالة وهذه الرسالة الجامعة لیکون ذکری لك (الرسالة الجامعة صفحہ ۲۶۵) لیکن بعض رسالوں میں یہ عبارت پائی جاتی ہے:۔ وقد لخصنا ما اوردناه فی رسائلنا الاحدی والخمسین فی رسالة مفردة عن الرسائل وسمیناها الجامعة وهی خارجة من جملة الرسائل (الرسالة التاسعة من الجزء الرابع)

حاصل ہوگا۔ انھوں نے اپنے رسائل کو دینی کلموں اور شرعی مثالوں سے بھر دیا ہے۔ یہ رسالے کتب فروشوں اور دوسرے لوگوں میں نشر کیے گئے۔ میں (۔۔ یعنی ابو حیان) نے یہ رسالے دیکھے۔ ان میں ہر فن کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن اس قدر اختصار سے کہ پڑھنے والے کو تشفی نہیں ہوتی۔ ان میں خرافات۔ کنایات اور ملفوظات ہیں۔ میں نے متعدد رسالے اپنے شیخ ابو سلیمان محمد بن بہرام المنطقی السجستانی کو دکھائے۔ شیخ نے بڑی مدت تک ان کا مطالعہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے بہت مشقت کی مگر کوئی بات نہ پیدا کر سکے۔ بڑی تکلیف اٹھائی مگر کچھ نتیجہ نہ نکال سکے۔ پانی کی تلاش میں بہت گھومے مگر چشمے پر پہنچ نہ سکے۔ بہت کچھ راگ الاپے مگر طرب پیدا نہ کر سکے۔ ناممکنات کو وجود میں لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے[1]

نعمان خیر الدین مشہور بہ ابن الالوسی البغدادی اپنی کتاب "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" (مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۹۸ھ) میں کشف الظنون سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اخوان الصفا کے رسائل اصل میں قرامطہ کے مذہب پر مبنی ہیں یہ تیسری صدی کے بعد بنی بویہ کی دولت میں تصنیف کیے گئے بعض لوگ انھیں حضرت جعفر الصادق کی طرف منسوب کرتے ہیں جو درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا مولف مسلمہ بن قاسم الاندلسی المجریطی (متوفی ۳۵۳ھ) ہے۔ ان رسالوں میں تصوف اور فلسفہ دونوں ملے ہوئے ہیں اور ایسی بحثیں ہیں جنھیں شرع کے پابند سننا نہیں چاہتے۔ کبھی ان سے شیعیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آلوسی کے اس قول پر احمد زکی پاشا نے کافی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ رسالے مجریطی کی تالیف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجریطی کہتا ہے کہ میں نے تمام مسائل شرح و بسط سے بیان کیے ہیں اور اخوان الصفا

---

[1] مقدمہ احمد زکی پاشا۔

کہتے ہیں کہ ہم نے مسائل بیان کرنے میں "شبہ المدخل والمقدمات" یعنی اختصار کو مدنظر رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجریطی وہ پہلا شخص ہے جس نے اخوان الصفاء کو بلاد اندلس میں رائج کیا۔ کشف الظنون کی روایت سے صاف واضح ہے کہ مجریطی کے رسائل اور ہیں اور اخوان الصفاء کے رسائل اور۔ مجریطی نے صرف اخوان الصفا کا رنگ اختیار کیا ہے[1]

داعی ادریس کی روایت

داعی ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) مصنف عیون الاخبار لکھتے ہیں۔ کہ یہ رسائل ائمۂ مستورین کے دوسرے امام احمد بن عبداللہ کی تصنیف ہیں۔ یہ امام خلیفہ مامون (متوفی ۲۱۸) کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ فلسفے کے شایع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے عقیدوں میں لغزش پیدا ہوگئی ہے تو انھوں نے ایسے رسائل شایع کئے جن میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شریعت اور فلسفہ آپس میں متفق ہیں۔ انبیاء اور فلاسفہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ ہر فریق اپنے حالات زمانے کے مدنظر انسان کو ایسے راستے کی ہدایت کرتا ہے جو اسے آخرت کی منزل تک پہنچاتا ہے غرض کہ امام احمد بن عبداللہ نے ایسے رسائل تیار کر کے مختلف مسجدوں میں اور کتب فروشوں کی دکانوں پر رکھوادیئے۔ ان کے مطالعے سے کئی مسلمانوں کے عقیدے پختہ ہوگئے۔ اور مامون یہ محسوس کر کے کہ زمانے کا امام برحق ابھی زندہ ہے اپنے ارادے سے باز آیا۔ فلسفے کی اشاعت سے اس کا یہ مقصد تھا کہ شریعت کسی طرح کمزور ہو جائے۔ بعض اسمٰعیلی بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ چوتھے جز کے ساتویں رسالے میں "وقد انفذ نا الیک اخاً من اخواننا"[2] جو عبارت ہے اس میں مخاطب سے مراد مامون ہے۔ اسی روایت کے مطابق بمبئی

---

[1] مقدمہ احمد زکی پاشا

[2] رسائل ۴/۲۴۲ مطبوعہ مصر

کے طبع شدہ نسخوں میں مصنف کا نام "الامام احمد بن عبداللہ" بتایا گیا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ علامہ زکی پاشا کتاب عیون الاخبار سے واقف نہ تھے اس لیے انھوں نے اس اسمٰعیلی روایت کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے۔

داعی ادریس کی روایت کا ماخذ بہت ممکن ہے کہ "کتاب کنزالولد" ہو جو داعی مطلق ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ[1]) کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں بعض مقامات پر "قال الشخص الفاضل صاحب الرسائل" کے بعد کچھ عبارتیں اخوان الصفا کی نقل کی گئی ہیں۔ اس سے پہلے کسی داعی نے رسائل کا حوالہ نہیں دیا۔

روایت مذکورہ چند اسباب سے غور کے قابل ہے

روایات مذکورہ چند اسباب سے غور کے قابل ہے۔ پہلا یہ کہ ایک رسالے میں عربی کے مشہور شاعر متنبی کے تین شعر بطور استشہاد پیش کیے گئے ہیں[2] جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسائل عام مورخین کے قول کے مطابق چوتھی صدی کے نصف آخر میں شائع کیے گئے۔ کیونکہ ۳۵۰ھ میں تو متنبی نے وفات پائی نہ کہ ۲۱۸ھ سے پہلے جس طرح داعی ادریس نے روایت کی ہے[3] اس کا جواب داعی مذکور نے یہ دیا ہے کہ یہ اشعار کسی کاتب نے نقل کرتے وقت داخل کر دیئے ہوں گے۔ یہ جواب کافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اشعار اخوان الصفا کی عبارت سے بہت پیوستہ ہیں۔ اور اشعار کا نقل کرنا

---

[1] دور ستر کے دوسرے داعی مطلق۔

[2] رسائل ۲/۱۱۱ مطبوعہ مصر۔

[3] مامون نے ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ داعی ادریس کی روایت کے مطابق یہ رسایل ۲۱۸ھ سے پہلے کے ہونے چاہئیں۔ فانبتھت الاخوۃ بعد ما قد تمم ثلاث مائۃ سنۃ واربعۃ وخمسین یوما من ایام الشمس بحساب القمر (رسائل ۴/۱۴۳) اس عبارت سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اخوان الصفا اتنی مدت تک مستور رہے اور پھر ظاہر ہوئے حالانکہ مہدی کے ظہور کی تاریخ ۲۹۷ھ ہے۔

اخوان الصفا کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے ۔متعدد رسالوں میں عربی اور فارسی اشعار نقل کئے گئے ہیں مزید برآں متنبی کے تین شعر ہر نسخے میں پائے جاتے ہیں اگر دراصل کتاب میں نہ ہوتے تو بعض ایسے بھی نسخے ملتے جن میں یہ شعر نہ ہوتے ۔

دوسرا یہ کہ اخوان الصفا نے یہ دعوٰی کیا ہے کہ افلاک کی گردش قریب قریب بدل گئی ہے ۔ اہل شر کی مدت قریب الختم ہے ۔ اہل خیر کا دور ابھی شروع ہونے والا ہے[1] ایک نہیں بلکہ متعدد مقامات پر یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے ۔ ایک رسالے میں تو اپنی پیشین گوئی کی تائید میں یہ کہا ہے کہ ہم اپنے ظہور کا سال بلکہ مہینہ بھی بتا سکتے ہیں[2] اگر ۲۱۸ھ سے پہلے رسایل کی تاریخ مقرر کی جائے تو اس کے اور مہدی کے ظہور کی تاریخ کے درمیان جو ۲۹۷ھ ہے کم سے کم اسی سال کا فرق پڑ جاتا ہے ۔ پھر اخوان الصفا کے اس دعوے کے کیا معنی کہ تم ہمارے بھائیوں کو خوش خبری دو کہ اہل خیر کا ظہور قریب ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مقام پر یہ کہا گیا ہے کہ دور الکشف قریب میں شروع ہونے والا ہے ہم اس کی خوش خبری دیتے ہیں ۔ حالانکہ فاطمیین مصر کے عقیدے کے مطابق مہدی سے جو دور شروع ہوا وہ ظہور کا دور ہے نہ کہ کشف کا ۔ دور کشف تو آخری زمانے میں قایم القیامہ شروع کریں گے جیسا کہ ہم فصل (۳۲) میں بیان کر چکے ہیں ۔ تیسرا یہ کہ اگر یہ رسالے مہدی کے جد امجد امام احمد بن عبداللہ کے ہوتے تو فاطمیین یا ان کے عہد کے داعی اپنی تصنیفوں میں ضرور ان کا حوالہ دیتے ۔ کیونکہ متاخرین اسمٰعیلی ان رسالوں کو بہت بڑی اہمیت دیتے ہیں ۔ اور ان کا نام قرآن الائمہ رکھا ہے[3] اس لحاظ سے فاطمی خلافت کے متقدمین داعی بھی ضرور اس بات کی طرف توجہ دلاتے کہ ہمارے امام احمد نے

---

[1] رسائل $\frac{۴}{۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۳۸}$ [2] رسائل $\frac{۴}{۲۳۹}$

[3] قرآن مجید کا نام تو آ[illegible]نامہ رکھا گیا ہے (المسائل السیفیہ)

جو ظہور کی خوش خبری دی تھی وہ سچی ثابت ہوئی اور ہمارے ائمہ خلق کی ہدایت کے لئے کہف تقیہ (یعنی پوشیدگی کے غار) سے باہر نکلے۔ لیکن کسی امام یا داعی نے ان رسائل کا کچھ بھی حوالہ نہیں دیا۔ منصور اور معز کے قاضی نعمان بن محمد متوفی ۳۶۲ھ نے اپنی تاریخ شرح الاخبار میں اور معز کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن نے اپنی تصنیف سرائر النطقاء میں مامون کے زمانے کا وہ واقعہ لکھا ہے جو اس زمانے کے امام کے ایک داعی سے متعلق ہے۔ لیکن کتب مذکورہ میں نہ امام الزمان کا نام ہے اور نہ رسائل کا کوئی ذکر ہے۔ حالانکہ ان کتابوں کی تصنیف رسائل کے تقریباً سوا سو سال بعد ہوئی۔ فاطمی خلافت کے زوال کے بعد یعنی رسائل شایع ہونے کے ساڑھے تین سو سال بعد متاخرین یمنی داعیوں میں سب سے پہلے جس نے رسائل کا حوالہ دیا ہے وہ داعی ابراہیم بن حسین الحامدی ہے، جس کا سن وفات ۵۵۷ھ ہے۔ اس کے بعد متعدد داعیوں نے اپنی اپنی تصنیفوں میں رسائل کے حوالے دیئے۔ چوتھا اہم سبب یہ ہے کہ اخوان الصفا کے چوتھے جز کے گیارھویں رسالے میں ایک روایت اس طرح درج ہے۔ ابو معشر جعفر بن محمد المنجم نے محمد بن موسیٰ الخوارزمی سے محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے یحیٰی بن منصور سے روایت کی ہے کہ میں (یحیٰی بن منصور) اور چند منجم مامون کے پاس پہنچے اور مامون کے پاس ایک جماعت حاضر تھی[1] ان راویوں میں ابو معشر نے ۲۷۲ھ میں اور محمد بن موسیٰ نے ۲۵۹ھ میں وفات پائی[2] داعی ادریس کی روایت کے مطابق رسائل اخوان الصفار مامون کے زمانے میں شائع ہوئے یعنی ۲۱۸ھ سے پہلے ان کی اشاعت ہوتی کیونکہ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ میں مامون کا انتقال ہوا۔ خود اخوان الصفا نے روایت مذکورۂ بالا ابو معشر سے

---

[1] رسائل $\frac{۴}{۳۲۵}$ (مطبوعۂ مصر)

[2] ابن خلکان $\frac{۱}{۱۱۲}$ $\frac{۲}{۷۹}$ ۔

سے کی ہے جو بہت مشہور منجم ہے اور جس کا انتقال ۲۷۲ھ میں ہوا۔ اس حساب سے اگر ہم داعی ادریس کی روایت کو برقرار رکھیں تو تسلسل تواریخ حوادث میں غلطی واقع ہوتی ہے۔ جس طرح اخوان الصفا نے ابو معشر کی حکایت سے پہلے "وقد ذکر افلاطون" کہا ہے۔ اسی طرح "وقد حکی لنا" ابو معشر کہتا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو معشر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس مقام پر اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ تمام تریہ رسالے جن میں رسالہ جامعہ بھی شامل ہے ایک ہی زمانے میں تالیف کئے گئے ہیں۔ کیونکہ اگلے رسالوں میں پچھلے رسالوں کا اور پچھلے رسالوں میں اگلے رسالوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

چوتھی صدی کے نصف آخر کے اسمٰعیلی قرامطہ نے شاید یہ رسالے تصنیف کئے ہوں

ان اعتراضوں پر غور کرنے کے بعد یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان رسالوں کا شائع کرنے والا اسمٰعیلیوں کا وہ فرقہ ہوگا جو قرامطہ کے نام سے مشہور تھا اس فرقے کے افراد چوتھی صدی کے نصف آخر میں عراق اور شام میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ بصرے کے اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے اور فاطمیین مصر کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1] ان کے ساتویں امام محمد بن اسمٰعیل عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ ان کے چند افراد ممکن ہے کہ پوشیدہ امام کی نسل سے کسی امام کے ظہور کے منتظر ہوں جس کا نام انھوں نے قائم رکھا ہے۔ اس کی تائید اخوان الصفا کے اس بیان سے ہوتی ہے جس کا حوالہ ہم ابھی دیں گے۔

یہ رسالے خواہ بقول داعی ادریس ۲۱۸ھ سے پہلے شائع ہوئے ہوں یا عام مورخوں کے خیال کے موافق چوتھی صدی کے نصف آخر میں جب کہ بنی بویہ کی شیعی حکومت تھی تالیف کئے گئے ہوں اس امر میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ اسمٰعیلیوں کا کام ہے۔ پروفیسر کاسانوا

---

[1] فصل ۱۴ (بنو فاطمہ اور قرامطہ کے درمیان لڑائی) Casanova

رسالہ جامعہ کا انکشاف نہ بھی کرتا تو دوسرے مطبوعہ رسائل اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ وہ اسمٰعیلیوں کے افکار کے نتیجے ہیں۔ ہر زمانے ہیں ایک امام کا موجود ہونا خواہ وہ ظاہر ہو یا مستور۔ ایک ایسا عقیدہ ہے جو تمام شیعی فرقوں سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن ایک خاص انجمن کا قیام جو" دعوت" کہی جاتی ہے۔ اس کے حدود (ارکان) کی تنظیم۔ اس کے مختلف درجے جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1] دور الکشف اور دور الستر۔ عالم کے موجودات کا یونانی فلسفہ کے اصول کے مطابق وجود میں آنا اور ان کا مقابلہ حدود دعوت سے۔ یہ ایسے مسائل ہیں۔ جو صرف اسمٰعیلی فرقے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیعہ کے دوسرے فرقوں کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

علاوہ اس کے چوتھے جزء کے نویں رسالے میں یونانی حکماء کی چار عیدوں عید ربیع، عید صیف، عید خریف اور عید شتا کا مقابلہ اسلامی شریعت کی چار عیدوں عید الفطر، عید الاضحیٰ، عید غدیر خم اور عید وفات نبی صلعم سے کیا گیا ہے۔ حضرت کے انتقال کے سبب وحی منقطع ہوگئی۔ اہل بیت پر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ دشمنوں نے ان کا حق چھین لیا۔ ان مصیبتوں کا خاتمہ واقعہ کربلا پر ہوا۔ ان مظالم کے باعث اخوان الصفا چھپ گئے۔ اور خلان الوفا کی دولت منقطع ہوگئی۔ پھر انشاء اللہ ہماری دولت فاطمیہ کا ظہور ہوگا۔ ہمارا پہلا قائم باطل کی حکومت کو مغلوب کرکے حق کی دولت کی بنیاد ڈالے گا۔ اس دن ہماری پہلی عید ہوگی۔ اس کے بعد ہمارا دوسرا قائم ظاہر ہوگا جس کے عہد میں حق کو پورا عروج ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔ یہ ہماری دوسری عید کہلائے گی۔ ہمارے تیسرے قائم کے دور میں پھر حق و باطل برابر کی قوت حاصل کریں گے۔ اور ایک دوسرے کا مقابلہ کرے گا۔ یہ عید تیسری ہوگی۔ چوتھے قائم کے زمانے میں حق بالکل مغلوب ہو جائے گا۔ اور باطل اس پر غلبہ پائے گا

---

[1] فصل ۳۳۔

یہ عید چوتھی ہوگی جس کا نام " عید حزن وکآبہ " ہوگا۔ اس روز پھر ہم اپنے تقیے اور پوشیدگی کے غار کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اور عوام کی نظروں سے چھپ جائیں گے۔ پھر ہم ایک مدت کے بعد ظاہر ہوں گے اور ہمارا پہلا قائم نکل کر حق کا جھنڈا بلند کرے گا۔ اسی طرح دور کشف اور دور ستر کا سلسلہ برابر جاری رہے گا یہی خدا کی سنت ہے جس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوگا۔[۱] اسمٰعیلی علماء قائم اول سے مہدی قائم دوم سے معز قائم سوم سے مستنصر، قائم چہارم سے آمر مراد لیتے ہیں کیونکہ مہدی نے خلافت عباسیہ کا مقابلہ کرکے دولت فاطمیہ کی بنیاد ڈالی۔ معز کے زمانے میں اس خلافت کو عروج ہوا۔ مستنصر کے عہد سے زوال شروع ہوکر آمر پر خلافت ختم ہوئی۔[۲] اور اس کے ڈھائی سالہ لڑکے امام طیب کو مستور ہونا پڑا۔ بہرحال مذکورہ بالا امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رسائل اسمٰعیلیوں کی تصنیف ہیں۔

الرسالۃ الجامعۃ

رسالہ جامعہ کے نسخے اسمٰعیلیوں کے ہاں بکثرت موجود ہیں۔ عوام میں پہلا وہ شخص جس نے اس کا پتہ لگایا پروفیسر کاسانوا ( ) ہے اس رسالے کو اسمعیلی بہت اہم سمجھتے ہیں۔ یہ اس سے پہلے کے باون رسایل کا خلاصہ ہے اور اس میں ان کے مسائل کی کچھ تاویل بیان کی گئی ہے۔ پھر بھی اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ ہم اپنے اسرار تصریح سے بیان نہیں کرسکتے اسی وجہ سے پڑھنے والے کو پوری تشفی نہیں ہوتی۔ اس رسالے کی ابتدا میں پڑھنے والے سے سخت معاہدہ لیا گیا ہے۔[۳]

اخوان الصفاء کی حقیقت خود ان کی زبان سے

اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ " ہم اہل عدل و ابناء احمد ہیں[۴] ہم اہل بیت رسول ہیں

---

[۱] رسائل $\frac{۴}{۳۰۱-۳۱۰}$ Casanova

[۲] الرسالۃ الوحیدۃ للداعی الحسین بن علی بن محمد بن الولید (متوفی ۶۶۷ھ) فصل ۳۲ (عہد الاولیا)

[۴] رسایل $\frac{۱}{۲}$

ہم علم خدا کے خازن اور علم نبوت کے وارث ہیں[۱] ہمارا جو ہر سماوی اور ہمارا عالم علوی ہے۔ ہمارے نفوس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ ہم میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے[۲] ہم دنیا میں ائمہ برحق ہیں، ہماری پیروی سے دنیا نجات پائے گی۔ ہمارا ہر فرد خدا کی وہ حجت ہے جو دنیا سے کبھی مرتفع نہیں ہوتی۔ ہمارا نسب کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ہمارے مذہب میں دوسرے تمام مذاہب مستغرق ہیں[۳]

ہم ایک زمانے میں ظاہر تھے۔ ہماری حکومت کا سکہ جاری تھا۔ دشمنوں کے جور و ظلم کی وجہ سے ہم مخفی ہو گئے اور اپنے باپ آدم کے کہف تقیہ میں جا کر سو رہے[۴] اب چونکہ اہل شر کا دور ختم ہونے والا ہے۔ ہم جلد ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے آباد کریں گے۔ جیسے وہ اب ظلم و جور سے آباد ہے۔ اسی ظہور کی تمہید میں ہم نے یہ رسالے شائع کئے ہیں تاکہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور ہماری پیروی کریں۔ لوگوں نے شریعت کو ناپاک کر دیا۔ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اسے پاک کریں اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ شریعت حقیقت میں حکمت اور فلسفے پر مبنی ہے۔ اس لئے ہم نے علوم متداولہ کے ذریعے وجود نفس اور آخرت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر فن کے چند ابتدائی مسائل بطور "شبہ المدخل والمقدمات" بیان کئے ہیں۔ تاکہ تمام فنون کے لوگ ان کے ذریعے شریعت سے واقف ہوں ہمارے رسائل چار اجزا پر مشتمل ہیں۔ ہر جز میں متعدد رسالے ہیں جن کی تعداد باون ہے ان تمام رسالوں کا خلاصہ ایک الگ رسالے

---

[۱] رسائل ۴/۲۳۴-۳۰۷ (مطبوعۃ مصر)

[۲] رسائل ۴/۲۱۵-۸-۴۰

[۳] ۴/۲۹۲-۴۰۶-۱۰۵

[۴] فانتبهت الاخوة بعد رقد نهم ثلاث مائة سنة واربعة وخمسين يوما من ايام الشمس بحساب القمر (رسائل ۳/۳۰۴) رسائل ۴/۸۵

میں لکھا گیا ہے جو نمبر ۵۲ رسالہ ہے اور جس کا نام ہم نے جامعہ رکھا ہے۔ اس میں ہم نے اپنے مقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے علوم چار قسم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ پہلی قسم کتب حکماء اور فلاسفہ ہیں۔ دوسری قسم کتب انبیاء تیسری قسم کتب طبیعتہ۔ اور چوتھی قسم کتب الالٰہیۃ ہیں۔

اخوان الصفا کی انجمن اور اس کے درجے

ہماری انجمن میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں جو متفرق شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ امراء علماء، فقہا۔ کاریگر اور عمال اس کے ارکان ہیں۔ ہر طبقے کی طرف ہم نے اپنا ایک منتخب بھائی اس کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ کل ارکان ان کے نفوس کی قوتوں کے لحاظ سے چار درجوں پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ پہلے درجے میں جس میں قوت عاملہ ترقی پاتی ہے سولہ سال سے تیس سال تک کے نوجوان ہیں۔ جن کا نام ہم نے "ابرار رحماء" رکھا ہے۔ ان کا فریضہ ہے کہ مختلف صنعتیں سیکھیں، دوسرے درجے میں جس میں قوت حکمت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اکتیس سال سے چالیس سال تک کے لوگ ہیں جنھیں ہم "اخیار فضلاء" کہتے ہیں ان سرداروں کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں پر حکومت کریں۔ تیسرے درجے میں جس میں قوت ناموسیہ انتہا کو پہنچتی ہے اکتالیس سال سے پچاس سال تک تجربہ کار لوگ ہیں جن کا نام "فضلاء کرام" رکھا گیا ہے۔ یہ ملوک اور سلاطین کا درجہ ہے۔ چوتھے درجے میں جس میں قوت ملکیہ کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ اکیاون سال سے زندگی کی آخری مدت تک کے لوگ ہیں۔ یہ فرشتوں کا درجہ ہے۔ اس میں آدمی اشیاء کی حقیقت کا مشاہدہ آنکھ سے کرنے لگتا ہے۔ کلام مجید کی آیہ کریمہ "یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" سے اشارہ اسی درجے کی طرف ہے[1]۔

اخوان الصفا کے مذہبی، سیاسی، اجتماعی، اخلاقی نظامات

اسمٰعیلی مذہبی نظام کے جدید

---

[1] رسائل ۴/۲۲۲-۲۲۴ مطبوعہ مصر۔

اہم اصول اس کتاب کی فصل (۲۳) میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ ہم یہاں ان کی کچھ مزید تفصیل درج کرتے ہیں۔

مذہبی اور سیاسی نظام

روحانی اور جسمانی کل موجودات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایک ہے اور تمام صفات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ اس کی ذات سے سب سے پہلے وہ موجود صادر ہوا جسے عقل اول کہتے ہیں جس طرح اعداد میں ایک سے دو صادر ہوتا ہے۔ عقل اول خدا کا پہلا کلمہ ہے۔ جس کے ذریعے تمام دوسرے موجودات قائم ہیں۔ عقل اول سے نفس کلیہ کا فیضان ہوا جس طرح دو سے تین کا عدد نکلتا ہے۔ اسی طرح تمام موجودات ایک دوسرے سے حسب ذیل پیدا ہوئے۔

ترتیب اعداد	ترتیب موجودات	اسباب ترتیب موجودات
۱	اللہ تعالیٰ	ایک سے پیشتر کوئی عدد نہیں۔ ایک تمام اعداد کا مبدء ہے۔
۲	عقل اول	عقل کی دو قسمیں ہیں۔ غریزی اور مکتسب۔
۳	نفس کلیہ	نفوس تین ہیں۔ نباتیہ۔ حیوانیہ۔ ناطقہ۔
۴	ہیولیٰ	ہیولیٰ چار ہیں۔ ہیولیٰ اولیٰ۔ ہیولیٰ کل۔ ہیولیٰ طبیعیہ۔ ہیولیٰ صناعیہ۔
۵	طبیعت	طبیعتیں پانچ ہیں۔ حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست۔ طبیعت خامسہ (فلک)
۶	جسم کلی	جسم کی جہتیں چھ ہیں۔
۷	فلک	افلاک سات ہیں۔
۸	ارکان	ارکان کے مزاج آٹھ ہیں۔
۹	مولدات	مولدات کی نوعین نو ہیں۔
۱۰	(الف) معادن	
۱۱	(ب) نباتات	
۱۲	(ج) حیوانات	

اس مقام پر اخوان الصفا کہتے ہیں کہ یہ ترتیب حکما فیثا غورثین کی ہے جن کا فلسفہ یہ ہے کہ موجودات کی ترتیب اعداد کی طبیعت کے مطابق ہے۔ ہماری ترتیب اس سے اعلیٰ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تمثیل عدد ایک سے بھی نہیں دیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک اور اس کے بعد جتنے اعداد ہیں سب ایک غیر کے محتاج ہیں جو عادّ (یعنی شمار کرنے والا ہے)، یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ عاد ہے اور تمام مخلوقات معدودات ہیں جن میں عقل اول پہلا معدود ہے۔ جو عدد ایک کے مماثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک شمار کرنا بھی توحید میں خلل ڈالتا ہے۔ اس طرح بعض موقعوں پر اخوان الصفا نے اپنی جدت بھی دکھائی ہے[۱] ورنہ اکثر مسایل میں حکما یونان کی تقلید کی ہے۔ جیسا کہ انھوں نے خود اعتراف کیا ہے۔

عقل۔ نفس۔ ہیولی۔ طبیعت۔ یہ سب بسیط ہیں۔ طبیعت ایک قوت ہے نفس کلیہ کی قوتوں میں سے۔ جو تمام عالم میں فلک محیط سے لے کر زمین کے مرکز تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ قوتیں آپس میں ایک دوسرے سے متصل اور مربوط ہیں۔ معدنیات کا آخری درجہ نباتات کے پہلے درجے سے متصل ہے۔ اسی طرح نباتات کا آخری درجہ حیوانات کے پہلے درجے سے ملا ہوا ہے اور حیوانات کا آخری درجہ انسان کے پہلے درجے سے مربوط ہے۔ انسان کا آخری درجہ ملائکہ کے پہلے درجے سے متعلق ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اخوان الصفاء کا نظریہ ڈارون کے نظریئے کے موافق ہے[۲] اخوان الصفاء کے ارتقا کے اصول نفس کی قوتوں

---

[۱] رسائل ۳/۱۸۲-۲۱۰ قال فیثاغورث ان الباری تعالیٰ واحد لا کالاحاد ولا یدخل فی العدد ولا یدرک من جهة العقل ولا من جهة النفس فهو فوق الصفات الروحانیة (ذکر الفلاسفة من کتاب الملل والنحل للشهرستانی)

[۲] یہ لوگ دسویں صدی کے ڈارون کے مذہب کے اشخاص بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن اس تشبیہ سے زیادہ کوئی تشبیہ غیر مناسب نہ ہوگی۔ ارتقا کا بیان زمانہ جدید کے اعتبار سے اخوان الصفا کی عقل سے بہت دور تھا۔ (فلسفہ اسلام ۷۲)

اور کمالات پر مبنی ہیں۔ نباتات میں نخل کو حیوان سے زیادہ قریب بتایا گیا ہے۔ حیوانات میں گھوڑا انسان سے زیادہ قریب شمار کیا گیا ہے۔ بخلاف ڈارون کے نظریے کے جس میں جسم کی ساخت اور شکل و شباہت اصل قرار دی گئی ہے۔ اُس نے بندر کو انسان سے بہت قریب بتایا ہے۔ علاوہ اس کے اخوان الصفا نے کامل خلقت کے حیوانات کا ابتدا میں مٹی سے پیدا ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آدم خطِ استوا کے تحت مٹی سے پیدا ہوئے[1] یہ نظریہ ڈارون کے نظریے کے خلاف ہے۔

بہرحال نفس کلیہ سے لے کر جس کا تیسرا درجہ ہے موالید ثلثہ تک جو آخری مخلوقات ہیں ایک سلسلہ قایم ہے جس کا ہر تحتانی فرد فوقانی فرد سے متصل ہے۔ یہ سلسلہ اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ مقصد اس سلسلے سے یہ ہے کہ اس کے افراد بتدریج ترقی پائیں۔ یعنی تمام قوتیں نفس کلیہ کے دائرے تک پہنچ جائیں اور نفس عقل کا درجہ حاصل کرلے ہر قوت میں جو نقصان پیدا ہو گیا ہے وہ دور ہو جائے اور اسے کمال حاصل ہو۔ ہر فوقانی فرد کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے تحتانی فرد کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرے۔ اور ہر تحتانی فرد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اس فیض کو قبول کرے۔ یہ سلسلہ نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ دنیا میں انبیا بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کو کمال حاصل ہو۔ اب اگر یہ نفس انسان خدا کی معرفت حاصل کرے گا اور اس کے احکام کے موافق عمل کرے گا تو قید جسمانیت اور امر طبیعت سے نجات پا کر اعلیٰ علیین یعنی عالم الافلاک کی طرف بلند ہو گا۔ جو اس کے لئے جنت ہے۔ ورنہ اسفل

---

[1] رسایل $\frac{۲}{۱۵۵}$ من الحیوانات ما قارب رتبۃ الانسانیۃ بصورۃ جسدہ مثل القرد ومنہا بالاخلاق النفسانیۃ کالفرس فی کثیر من اخلاقہ وکالطائر الانسی ایضاً ومثل الفیل فی ذکائہ وکالببغاء فی الاصوات وکالنحل اللطیف الصانع رکیفیۃ مرتبۃ الحیوانیۃ مما یلی الانسانیۃ من الرسالۃ الثالثۃ من الجزء الثالث)

سافلین یعنی معدنیات کے آخری درجہ میں گرے گا جو اس کے لئے جہنم ہے۔ بارہا اور بے حد تکرار کے ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ جنت اور جہنم تمثیلی چیزیں ہیں جہنم حقیقت میں " دارالکون والفساد " ہے اور جنت " عالم الافلاک والکواکب " ہے[1]

عالم کے نمونے پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ گویا انسان ایک عالم صغیر ہے۔ جس طرح خود عالم ایک انسان کبیر ہے۔ جتنی قوتیں اس عالم میں پھیلی ہوئی ہیں وہ نفس کلیہ کی قوتیں ہیں جن سے مختلف اعمال صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے اچھی قوتوں کا نام ملائکہ ہے۔ اور بُری قوتیں شیطان کہی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے نفس غضبیہ شہوانیہ کو شیطان اور نفس ناطقہ کو آدم کہا گیا ہے۔ یہی اصول آدم اور ابلیس کے قصے کی تاویل میں اختیار کیا گیا ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے[2] نفس کے ساتھ جسم اس لئے مربوط کیا گیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے کمال حاصل کرے۔ اس کی مثال جسم کے ساتھ ایسی ہے جیسی راکب کی مثال سفینے کے ساتھ یا ساکن کی مثال مسکن کے ساتھ۔ جب مسافر اپنی منزل کو پہنچ جائے گا تو اسے سفینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ لہٰذا بقدر ضرورت جسم کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ہمہ تن اہتمام نفس کی تہذیب ہونی چاہیے۔ موت جسم سے نفس کے جدا ہونے اور عالم ارواح میں داخل ہونے کا نام ہے۔ جس طرح حیات رحم سے جنین کے جدا ہونے اور عالم دنیا میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ جسم کی موت نفس کی پیدائش ہے۔ انسان کو چاہیے کہ کمال حاصل کرے اور بشری طاقت کے موافق اپنے خالق سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہی فلسفے کی تعریف ہے۔

تہذیب نفس کے دو ذریعے ہیں۔ ایک شریعت اور دوسرا

---

[1] رسایل $\frac{1}{91-92}$ ناصر خسرو (روشنائی نامہ۔ زاد المسافرین) فصل ۳۲ دالخطاط نفوس کا حیہ ملاحظہ کیجیے۔

[2] فصل ۳۲ (حضرت آدم اور ان کی حقیقت) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ جامعہ ص ۴۸-۵۵

فلسفہ۔ پہلا ذریعہ دوسرے ذریعے سے کہیں اچھا ہے[1]۔ ہم بندگان خدا کو آخرت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہمارا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی قابلیت کے مطابق تعلیم دی جائے۔ ابتدائی درجے والے عام لوگوں کو مذہب کے صرف ظاہری مسائل سکھائے جائیں۔ متوسط درجے والوں کو تمثیلی علم کی تلقین کی جائے۔ خاص بالغین کو حقائق اشیا سے آگاہ کیا جائے[2]۔ جو شخص طوفان طبیعت سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ اس سفینے میں سوار ہو جائے، جسے ہمارے باپ نوح نے بنایا تھا تاکہ وہ ہیولیٰ کے دریا کے بھنور سے نجات پائے۔ جو شخص بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ دیکھے تاکہ اسے وہ ملکوت سماوات نظر آئے جو ہمارے باپ ابراہیم کو نظر آتی تھی[3]۔

عالم کی ابتدا اور انتہا۔ نبوت۔ وصایت۔ امامت۔ دور ستر۔ دور کشف۔ نفوس مومنین کی ترقی۔ نفوس کفار کا تنزل۔ ان سب مسائل کے متعلق جو اخوان الصفاء کے عقاید ہیں وہ اس سے پہلے بیان کئے جا چکے ہیں[4]۔ شر کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ ایک عارضی چیز ہے جو بغیر قصد کے پیدا ہوگئی ہے۔ عالم کے ابداع میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ مبدع حقیقی نے شر کو ہرگز نہیں پیدا کیا۔ وہ کسی سے برائی نہیں چاہتا۔ نہ وہ کسی پر ظلم کرتا ہے۔ اس کا منشا خیر کلی اور جود محض ہے۔ اس نے عقل کو کامل پیدا کیا۔

---

[1] رسائل $\frac{۴}{۱۲۶}$

[2] $\frac{۴}{۴۷-۴۶}$ یہ لوگ فطرت اور مذہب اور شریعت سے بالاتر ہیں" (جے۔ ٹی۔ ڈی بوائر صفحہ ۶۵ ترجمہ اردو) وفی استعمال احکام التنزیلات الظاہرۃ صلاح للمستعملین فی دنیاہم وفی معرفتہم اسرارہا الخفیۃ صلاح لھم فی امر معادھم وآخرتہم ($\frac{۳}{۱۹۰}$) اخوان الصفا کی حقیقت" جو اس فصل میں ابھی گزر چکی ہے۔

[3] رسائل $\frac{۴}{۸۵}$

[4] فصل ۳۲ (علم حقیقت)

عقل سے نفس اور نفس سے طبیعت نکلی اور طبیعت سے مولدات پیدا ہوئے۔ یعنی موجود اول موجود ثانی کا علت بنا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علت سے معلول ہمیشہ ناقص اور گھٹا ہوا رہے گا۔ اب عقل چونکہ ہر طرح کامل ہے اور تمام بُری صفتوں یعنی حسد تکبر وغیرہ سے پاک اور بری ہے۔ اس لئے وہ یہ کوشش کرتی ہے کہ نفس کے نقصان کو دور کرے اور اسے اپنا سا کامل بنائے۔ نفس اپنی جگہ اس کوشش میں مصروف ہے کہ طبیعت کو ترقی کے زینے پر پہنچائے۔ اس لئے طبیعت کو چاہیئے کہ نفس کا اور نفس کو چاہیئے کہ عقل کا فیض قبول کرے۔ یعنی ہر مفضول کو چاہیئے کہ وہ فاضل کے فیض کو قبول کرے اور اس کے درجے تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ مفضول کے اس کوشش میں قاصر رہنے کا نام شر ہے۔ پس شر مترادف ہے قصور۔ تخلف اور نقص کا۔ جب مفضول فاضل کے فیض کو پوری طرح سے قبول کرے گا۔ اس وقت شر عالم سے بالکل اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد عالم جسمانی کے پیدا کرنے اور افلاک کی گردش سے یہی ہے[1]۔

خلاصہ یہ ہے کہ اخوان الصفا ایک عقلی انتخابی الہٰی شریعت پیش کرتے ہیں۔ جو ایک جبلت روحانیہ ہے۔ جو منجانب نفس کلیہ کسی دور میں نفس جزئیہ سے۔ جو جسد بشری میں ہو قوت عقلیہ کے ذریعے خدا کے حکم سے ظاہر ہوتی ہے تاکہ اس کی ہدایت سے دوسرے نفوس جزئیہ جو اجساد بشریہ میں ہیں نجات پائیں اور وہ ان کو خدا کی طرف جذب کرے[2]۔

اجتماعی نظام اجتماعی نظام اخوان الصفاء کا اس اصول پر ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی خدا کے

---

[1] الجامعہ - ۳۲ - ۳۶۔

[2] رسائل $\frac{۴}{۱۸۲}$

بندے ہیں۔ گویا سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ایک کو دوسرے سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیے۔ جیسا بھائی بھائی سے کرتا ہے۔ دولت مندوں کو چاہیے کہ وہ اپنی دولت سے فقیروں اور محتاجوں کی مدد کریں۔ اور عالموں کو چاہیے کہ وہ اپنے علوم و معارف سے جاہلوں کو بہرہ ور کریں۔ غرض کہ تمام لوگ آپس میں ایسا اتحاد پیدا کریں جس سے یہ ظاہر ہو کہ سب ایک ہی جسم کے اعضا ہیں۔ جن میں ہر عضو بغیر کسی احسان جتانے کے دوسرے عضو کی خدمت کرتا ہے[1] عالم ایک انسان کبیر ہے جس میں نفس کلیہ کی قوتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان قوتوں کو آپس میں متحد ہو کر ایسی مجموعی طاقت حاصل کرنی چاہیے جس کے ذریعے وہ عقل کے دربار میں باریابی حاصل کریں۔ جو باری تعالیٰ کا اصل مقصد ہے۔

اخلاقی نظام

اخلاقی نظام زہد۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری۔ اور ریاضت پر ہے۔ ہر شخص کو کمال حاصل کرنے میں اجتہاد کرنا چاہیے۔ اس نکتے پر بہت زور دے کر یہ کہا گیا ہے کہ اجتہاد کا ترک کرنا گناہ ہے۔ ہر شخص اپنے عمل میں آزاد ہے۔ عقل کی روشنی میں اسے عمل کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح کا عمل مدح کے لایق ہے۔ جس نے اجتہاد کیا اور اس سے ایسا فعل صادر ہوا جس کا اُسے حکم دیا گیا تھا وہ تعریف کا سزا وار ہے۔ اور جس نے اجتہاد کیا۔ لیکن اس سے ایسا فعل صادر ہوا جس سے وہ روکا گیا تھا، وہ معافی اور بخشش کا مستحق ہے، کیونکہ اُس نے اپنے اجتہاد سے کام لیا۔ بندہ اسی فعل پر سزا کا مستحق ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کام کرتا ہے[2] خلوص۔ ایمان داری اور اجتہاد کی بہت نصیحت کی گئی ہے۔ اکمل با اخلاق انسان وہ ہے جو مشرقی ایرانی کی نسل سے ہو۔ عربی دین رکھتا ہو۔ عربوں کا سا زود فہم ہو۔ چال چلن میں مسیح کے پیرووں کا سا ہو خلق، زہد اور ورع میں

---

[1] رسائل ۱/۱۳۱

[2] رسائل ۴/۵۲ - ۱۸۱

مثل شامی درویشوں (ابدالوں) کے ہو۔ اہل یونان کی طرح علوم سے باخبر ہو۔ اہل ہنود کی طرح کشف اسرار پر قدرت رکھتا ہو اور بالآخر خصوصیت کے ساتھ اس کی کل روحانی زندگی صوفی کی سی ہو۔ رسائل میں جا بجا سیاست کی جھلک نظر آتی ہے۔[1] اس میں کچھ شک نہیں کہ اخوان الصفا کا مقصد اصل میں سیاسی تھا۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مذہبی تحریک جب ابتدائی درجے سے گزر کر ترقی کے زینے پر پہنچتی ہے تو سیاسی بن جاتی ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

رسائل پر تنقید اور ان کا اثر

اخوان الصفا نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مذہب کی عمارت کو فلسفے کی بنیاد پر قایم کریں اس مقصد کے لیے انھوں نے ان علوم و فنون کے مسائل پر بحث کی جو اس زمانے میں رائج تھے۔ اور ان کے ذریعے شریعت کو باحکمت ثابت کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بعض مسائل زمانۂ حال کے جدید انکشافات کی روشنی میں غلط ثابت ہوئے۔ مثلاً جہاں انھوں نے موجودات کی ترتیب بیان کی ہے وہاں افلاک اور کواکب سیارہ کو ساتواں موجود بتایا ہے۔ اور اس پر یہ دلیل قایم کی ہے، کہ چونکہ کواکب سیارہ سات ہیں اس لئے ان کا اور ان کے افلاک کا درجہ موجودات میں ساتواں ہے۔ حالانکہ چند نئے سیاروں کا انکشاف ہو چکا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اور سیارے بھی آہستہ آہستہ منکشف ہوں۔ لہذا اب افلاک کا وہ درجہ نہیں رہتا جو انھوں نے بتایا ہے۔ زمین کو بطلیموس کے نظام کے موافق ساکن مانا ہے۔[2] حالانکہ علاوہ

---

[1] الرسالۃ الجامعہ (متعدد مقامات پر)

[2] (الخامسۃ من الریاضیات رسالۃ فی جغرافیا وھذہ کلمۃ معربۃ وانما ھی جھرا بمعنی البلاد والفصد منها صورۃ الارض وما علیها من الجبال والمدن وقد ذکرنا ما قالت الحکما واھل العلم من حال وقوفها فی وسط الھواء بجمیع ما علیها وکیفیۃ مکانها ومستقرھا فکانت اقاویل مختلفۃ والذی اتفق علیہ اھل العلم والفق۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری دلیلوں کے فوکالٹ پنڈیولم کے ذریعے ہم زمین کی حرکت کے اثر کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کواکب میں صرف چاند کے جرم کو تاریک بتایا گیا ہے[۱] لیکن دور بین کی مدد سے دوسرے سیاروں عطارد۔ زہرہ وغیرہ کے اجرام بھی چاند کی طرح تاریک نظر آتے ہیں۔

بعض موقعوں پر اخوان الصفا کی تعلیم میں تضاد و تناقص پایا جاتا ہے۔ عام طور پر تعلیم دی جاتی ہے کہ انسان کو اجتہاد کرنا چاہیئے اور دین و دنیا میں اپنی کامیابی کے اسباب پیدا کرنے چاہئیں۔ اور ایک مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ تمام حوادث جو فلک قمر کے نیچے واقع ہوتے ہیں وہ سب کواکب کے اثرات سے ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی اور بد قسمتی انھی اثرات کے نتیجے ہیں[۲]۔ بعض باتیں جو محض اتفاقی ہیں۔ ان کو اخوان الصفا نے حقیقت کے پیرائے میں ظاہر کر کے ان سے عجیب عجیب استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حروف تہجی کی تعداد اٹھائیس ہے اس تعداد کا مقابلہ چاند کی منزلوں۔ انسان کی انگلیوں کے جوڑوں، پیٹھ کے مہروں وغیرہ میں بھی ملایا گیا ہے[۳]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ سرای اخوانا اید هم الله لهو قول الذی قال انها واقفة فی الهواء فی الموضع الاوسط بها۔ هذا القول اصح ما یعتمد علیه الانسان من هذه الاباب فانها اعنی الارض حیة متحرکة بما علیها تشبه بجملتها صورة حیوان واحد تام الخلقة (الرسالة الجامعة صفحہ ۸۰) جغرافیہ اصل میں یونانی لفظ ہے "جیو" بمعنی زمین اور "گرافوس" بمعنی لکھا ہوا یا لکھنا یا لکھنے والا ہے۔ اخوان الصفا کا قول کہ جغرافیہ اصل میں جعرانی بمعنی دولاب ہے غور طلب ہے۔

۱؎ رسائل $\frac{۲}{۳۷}$

۲؎ رسائل $\frac{۱}{۳۶}$

۳؎ منها اربعة عشر خرزة فی اسفل الصلب واربعة عشر فی اعلاه (رسائل $\frac{۳}{۲۵۶}$) پیٹھ کے مہروں کا ۲۸ ہونا بھی تحقیق طلب ہے۔

مسائل کے مطالعہ کرنے والے کو ایک وقت یہ ہوتی ہے کہ مصنفوں کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ بارہا اخوان الصفا یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے راز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تصریح کرنا ہم ناجائز سمجھتے ہیں۔ رسالہ جامعہ میں بھی انھوں نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ صرف چند مسائل کی تاویل کی ہے[1] قطع نظر ان چند جزئی امور کے ثبوت نفس۔ اس کی مختلف قوتیں اور اس کے گوناگوں افعال کے بیان میں یہ رسائل ایک بہترین کتاب ہیں۔ جس کی نظیر شاید ہی مل سکے۔ آخرت کی طرف شوق دلانے والی نصیحتیں جس موثر پیرائے میں کی گئی ہیں وہ حقیقت میں تعریف کے قابل ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ایسے مشکل فلسفیانہ مسائل نہایت فصیح، سلیس عام فہم عبارت میں بیان کئے گئے ہیں[2]

چونکہ اخوان الصفا نے اکثر مسائل اسمعیلی عقاید کی روشنی میں پیش کئے ہیں اس لئے ان کے رسائل کو عام مسلمانوں میں زیادہ مقبولیت نہ ہوسکی۔ جرمن مستشرق ٹی۔ جے۔ ڈی۔ بوائر کہتا ہے کہ "اس طرح فلسفے اور مذہب میں مصالحت پیدا کرنے سے کوئی بھی رضامند نہ ہوا۔ متکلمین اس لئے ان کی تحقیر کرتے تھے کہ اخوان الصفا کی قرآن کی تفسیر ان کو پسند نہ تھی۔ جیسے ہمارے زمانے کے علمائے مسیحی کونٹ ٹولسٹی[3] کی شرح کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور خالص ارسطا طالیسی فلسفے کے ماہرین ان کے دائرۃ العلوم کی فیثا غورثی افلاطونی میلان کو اسی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ زمانہ موجودہ میں کوئی فلسفے کا معلم روحانیت یا اسرار مخفی یا اس قسم کے آثار کو بری نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن بصرے کے اخوان الصفا کی تحریرات اور خیالات نے تعلیم یافتہ

---

[1] مثلاً آدم کے قصے اور جن وغیرہ کی تاویل (الرسالۃ الجامعہ ۴۸-۵۵)

[2] مقدمہ ڈاکٹر طہٰ حسین صفحہ ۱۵ (المطبعۃ العربیہ بمصر)

[3] Count Tolstoi

اشخاص پر بہت اثر کیا۔ اس اثر کا ایک یہی ثبوت کیا کم ہے کہ رسائل کے متعدد نسخے ملتے ہیں حالانکہ یہ کتاب طولانی ہے۔ اکثر فرق اسلام میں مثل فرقہ باطنیہ واسمعیلیہ وحشیشین ودروزیین اور ایسے ہی نام کے فرقے تقریباً ایسے ہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

"یونانی حکمت نے اس صورت سے مشرق میں عام قبولیت پیدا کی۔ سب سے بڑا مذہبی عالم غزالی اخوان الصفا کی دانش سے بے توجہی کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ لیکن اخوان الصفا کے عام پسند فلسفے سے اقتباس کرنے میں اُس نے بھی کوتاہی نہ کی۔ شاید غزالی نے اس سے زیادہ اس فلسفے سے اخذ کیا ہے جس کے اقرار کرنے کی اسے پرواہ نہیں۔ رسائل سے اور لوگوں نے بھی کام لیا ہے۔ اب تک اس کا اثر اسلامی مشرق میں جاری ہے۔ بغداد میں ۱۱۵۰ء میں اخوان الصفا کے رسائل ابن سینا کی تصانیف کے ساتھ جلا دیئے گئے تو اس سے کیا ہوتا تھا"[1]

---

[1] ماخوذ از ترجمہ فلسفہ اسلام (جامعہ عثمانیہ)

فصل (۳۵)

اگلے یا قدیم اسماعیلیوں کے عقائد اور ان کی اصلیت اور ماخذ

(۱) اسماعیلی عقاید

جو شخص اسمٰعیلیوں کے عقیدے جاننا چاہتا ہے اسے پہلے فصول (۳۲، ۳۳ اور ۳۴) کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس سے کئی عقیدے معلوم ہو جائیں گے۔ علاوہ اس کے ایک اسمٰعیلی داعی مطلق علی بن محمد بن الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے اس موضوع پر ایک خاص کتاب "تاج العقاید" لکھی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں مستشرق ایوانو (Ivanow) نے شائع کیا ہے[1] اس میں سو عقیدے درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ہم یہاں چند اہم مسائل کے متعلق اسمٰعیلیوں کے عقیدے بیان کریں گے۔

---

[1] فہرست ماخذ "تاریخ فاطمیین مصر"۔

توحید اور رسالت

مبدع سبحانہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ کسی صفت یا نعت سے موصوف و منعوت نہیں کیا جاسکتا۔ اسے کسی صفت سے موصوف کرنا گویا اس کی ذات میں کثرت ثابت کرنا ہے۔ جو شرک کا مترادف ہے۔ اس مسئلے میں اسمٰعیلیوں کی یہ دلیل ہے کہ اگر ہم مبدع پر صانع کا لفظ اطلاق کریں تو صانع اس بات کا مقتضی ہوگا کہ اس کے ساتھ صنعت اور مصنوع دونوں ہوں۔ اسی طرح اگر ہم اسے قادر کہیں تو لفظ قادر یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ قدرت اور مقدور علیہ کا بھی تصور ہو۔ یہی حالت تمام صفات اور نعوت کی ہے۔ ایک چیز کے ثابت کرنے سے دوسری اور دو چیزیں بھی اس کے ساتھ شریک ہوجاتی ہیں۔ سب مل کر تین ہو جاتے ہیں جس سے بجائے توحید کے تثلیث لازم آتی ہے۔ اس سے مبدع سبحانہ و تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے۔ اس مسئلے کے متعلق حضرت امام باقرؑ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ عالم ہے۔ لیکن اس معنے سے کہ وہ جسے چاہتا ہے اسے علم کی دولت بخش کر عالم بناتا ہے۔ نہ اس معنی سے کہ خود علم اس کی ذات میں قائم ہے۔ بے شک وہ قادر ہے لیکن اس معنی سے کہ وہ اپنے بندوں کو قدرت عطا فرما کر قادر بناتا ہے نہ اس معنے سے کہ قدرت اس کی ذات میں قائم ہے۔ یہی مذہب معتزلہ اور حکما، کا بھی ہے[1]

---

[1] ان الباطنیۃ القدیمۃ قد خلطوا کلامھم ببعض کلام الفلاسفۃ وصنفوا کتبھم علی ذلک المنہاج فقالوا فی الباری تعالیٰ انا لا نقول ھو موجود ولا لا موجود ولا عالم فان الاثبات الحقیقی یقتضی شرکۃً بینہ و بین سائر الموجودات
(شہرستانی ۹۰)

اسمٰعیلی توحید کے مسئلے میں باری تعالیٰ کی ذات پر لفظ "واحد" کا اطلاق کرنا بھی اس کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اخوان الصفا کے ایک رسالے میں یہ لکھا ہے کہ "حکمار فیثا غورییّن باری تعالیٰ کا مقابلہ عدد واحد سے کرتے ہیں"۔ لیکن ہم اس کی ذات کو اس سے بھی منزہ سمجھتے ہیں۔ہم باری تعالیٰ کو عاد (یعنی شمار کرنے والا) کہتے ہیں۔ واحد تو معدودات میں شامل ہے۔جو اس کی مخلوقات ہیں[1]۔

تمام صفات حقیقت میں اس مبدع اول پر واقع ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ اور جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ[2] ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں کیونکہ وہ عقل کے مقابلے میں قائم ہے۔

عقل اول سے نو عقول کا صادر ہونا، دس افلاک کا بننا، صاحب جثہ ابداعیہ کی پیدائش اور سات ناطقوں یعنی انبیاء مرسلین کے قیام وغیرہ کی کیفیت فصل (۳۲) میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے۔ اسمٰعیلی ساتویں عدد کو "کامل" ہونے کی وجہ سے ایک پر اسرار عدد سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں اس عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی لئے ان کے اور ناموں میں "فرقہ سبعیہ" بھی شامل ہے۔

---

[1] رسالۃ المبادی العقلیۃ علی رای اخوان الصفا من الجزء الثالث و قول فیثاغورث فی الالٰھیات ان الباری تعالیٰ واحدٌ لا کالآحاد ولا یدخل فی العدد ولا یدرک من جھۃ العقل ولا من جھۃ النفس (الشھرستانی فی ذکر الحکماء الیونانیین)

[2] The Logos of Alexandrian Philosophers. The "External word" called Sphota which is the true cause of the World is in fact Brahman (Max Muller, the Six Systems of Indian Philosophy, p. 399).

یہ لوگ کہتے ہیں کہ عالم کے مختلف نظاموں میں سات کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ آسمان، زمینیں، کواکب سیارہ، دریا، جہنم کے طبقے، قرآن مجید کی قرآتیں، سورہ فاتحہ کی آیتیں، انسان کے چہرے کے منافذ، گردن کے مہرے، ہفتے کے دن، بیت اللہ کے طواف وغیرہ یہ سب سات سات ہیں۔ اسی طرح انبیاء مرسلین، جنھیں اسمٰعیلی نطقا کہتے ہیں ان کے ادوار بھی سات ہیں[1]۔ ہر ناطق کا ایک قائم مقام ہوتا ہے جو صامت کہا جاتا ہے۔ یہ علم باطن کا وارث ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے نام وصی، اساس، اور سوس بھی ہیں[2]۔ نبی مرسل کو ناطق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ آیہ کریمہ "ہذا کتابنا ینطق علیکم بالحق" کے موافق ایک نئی کتاب اور شریعت خدا کی طرف سے لاتا ہے۔ وصی کو صامت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ تاویل بیان کرتا ہے۔ ظاہر کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا ہے یعنی ظاہر نہیں بیان کرتا[3]۔

مذکورۂ بالا اصول کے مطابق اسمٰعیلیوں کے نزدیک سات ناطق گزرے۔ پہلے ناطق حضرت آدم تھے۔ جنھوں نے خدا کے حکم سے ایک نئی شریعت وضع کی۔ ان کے بعد حضرت نوح مبعوث ہوئے۔ جنھوں نے حضرت آدم کی شریعت کو منسوخ کرکے ایک دوسری نئی شریعت پیش کی۔ اسی طرح برابر نطقا آتے رہے۔ ہر ناطق اپنے پیش رو کی شریعت کو منسوخ کرکے خاص اپنی شریعت کی تعلیم دیتا رہا۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلعم نے گزشتہ انبیا کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرکے ایک جدید شریعت وضع کی۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے

---

[1] اکثر اسمٰعیلی کتابوں میں شہرستانی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے۔ (الملل والنحل ۹۱)

[2] سوس کے معنی جڑ ہیں۔ تاویل تنزیل کی جڑ ہے۔

[3] الناطق فی عصر الرسالۃ ھو الرسول والصامت اساس شریعتہ وصاحب تاویلہ فالرسول ینطق بالظاہر والاساس صامت عنہ موول للباطن (اساس التاویل فی ذکر آدم)

حضرت علیؓ پر نص کی۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنا جانشین بنایا۔

امام معز کی دعاؤں میں ظاہری شریعتوں کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت ؎

یہ سلسلہ لگاتار امام محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق تک پہنچا جو ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں اور جنھوں نے رسول اللہ صلعم کی شریعت کے ظاہر کو معطل کرکے باطن کو کشف کیا اور عالم الطبائع کو ختم کیا۔ یہی مہدی ہیں جن کے ذریعے زمین عدل و انصاف سے آباد ہوگی جس طرح ان سے پہلے ظلم و جور سے معمور تھی۔ یہی یوم آخر ہیں۔ یہی قائم القیامہ ہیں۔ انھی کی طاعت میں نجات اور مخالفت میں ہلاکی ہے۔

ناطقوں کے مبعوث ہونے اور ان کی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے متعلق جو کچھ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اس کا حوالہ عام تاریخوں میں پایا جاتا ہے؎۔ اس کی تصدیق فاطمیین مصر کے سب سے مشہور امام معز

؎ یہ دعائیں بہت اہم ہیں۔ کیونکہ امام موصوف نے جو کچھ ان میں کہا ہے وہ ان کا عقیدہ ہے جس طرح وہ خود کہتے ہیں :۔ " و انا اعتقد انك ولی مابی و ماھو فی العالم من نعمۃ" (دعاء یوم الخمیس) دعا میں بندہ خلوص کے ساتھ معبود کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو کچھ اپنے دل میں ہے کہہ دیتا ہے۔ اسمٰعیلیت کی حقیقت سمجھنے کے لئے ان دعاؤں سے بڑھ کر کوئی معتبر اور مستند حوالے کی ضرورت نہیں۔ اس کی تائید بعد میں آنے والے داعیوں سے ہوتی ہے۔

؎ حتی یقوم النبی السابع من النطقاء فینسخ جمیع المشرائع التی کانت قبلہ و یکون صاحب الزمان الاخیر فکان اول ھولاء النطقاء ادم والسابع من النطقاء ھو صاحب الزمان وعند ھولاء الاسمٰعیلیۃ انہ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق وانہ الذی انتھی الیہ علم الاولین وقام بعلم بواطن الامور و کشفھا (مقریزی $\frac{2}{232-231}$) وجب ان یکون فی ھذا العالم عقل

(باقی اگلے صفحہ پر)

(متوفی ۳۶۵ھ) کی دعاؤں سے ہوتی ہے۔ ان دعاؤں کو اسمٰعیلی بہت معتبر اور متبرک سمجھتے ہیں یہ دعائیں تعداد میں سات ہیں۔ ہر دن کے لئے ایک دعا خاص ہے جس میں ایک ناطق اور اس کے وصی اور ائمہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ پہلی دعا یکشنبہ کی ہے جس میں حضرت آدم کا ذکر ہے۔ اسی طرح سلسلے سے سات دعاؤں میں سات ناطقوں اور ان کے حدود کے نام ہیں۔ آخری دعا شنبہ کی ہے جس میں امام محمد بن اسمٰعیل کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ساتویں امام ہونے کے علاوہ ساتویں وصی ساتویں ناطق اور ساتویں رسول بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیام سے "عالم الطبائع" کو ختم اور (حضرت) محمد (صلعم) کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ امام معز کی دعاؤں کی اصل عبارت یہ ہے۔

اللهم صل على ابينا آدم .... وعلى بابه ووصيه شيث بن آدم وعلى ائمة دوره وهم ستة لحد ود كل ذى حد وذلك ان لكل ناطق فى دوره ستة حدود السابع يعود كهو وهم[1] .... وصل على رسولك نوح الذى شرفته .... وعطلت به ظاهر شريعة آدم وجعلته ثانى النطقاء كما قلت فقضاهن سبع سموات .... وصل على سيدنا محمد نبى الرحمة .... الذى شرفته وكرمته وعطلت به ظاهر شريعة عيسىٰ .... وصل على بابه ووصيه على بن ابى طالب وعلى ائمة دوره الستة الحسن والحسين

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- مشخص يسمونه الناطق وهو النبى ونفس مشخصة وهو الوصى .... فى كل زمان دائراً على سبعة سبعة حتى ينتهى الى الدور الاخير ويدخل زمان القيامة وترتفع التكاليف وتضمحل السنن والشرائع (شهرستانی ۸۰-۹۱)

[1] انوش بن شيث وقينان بن انوش ومهلائيل بن قينان واخنوخ بن مهلائل وهو ادريس النبى ومتوشلخ بن اخنوخ ولامخ بن متوشلخ (دعاء يوم الاحد من ادعية الامام المعز)

وعلی ومحمد وجعفر (الصادق) واسمٰعیل .... وصل علی القائم بالحق الناطق بالصدق التاسع من جدہ الرسول الثامن من ابیہ الکوثر السابع من ابائہ الائمۃ سابع الرسل من آدم وسابع الاوصیاً من شیث وسابع الائمۃ من آلہ البررۃ کما فلت خلقنا السموات والارض فی ستۃ ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء وھو استواء امر النطقاء بالسابع القائم کما ذکرناہ آنفًا الذی شرفتہ وعظمتہ وکرمتہ وختمت بہ عالم الطبائع وعطلت بفنیامہ ظاہر شریعۃ محمد صلعم وتملاءُ بہ الارض عدلاً وقسطًا کما ملئت جورًا وظلمًا کما اخبر عنہ نبیک حین قال المھدی منا .... وھو یوم القیامۃ والبعث .... المھدی باللہ .... وصل علی خلفائہ الراشدین الذین یقضون بالحق وبہ یعدلون ۔ اللھم انہم ائمۃ صلاحًا وفلاحًا واعنہم علی اعزاز ما اسرہ من الحق المبین ۔

سات رسولوں، سات وصیوں اور سات اماموں کی تفصیل اس طرح بتائی گئی ہے:۔

رسول (ناطق)	وصی (صامت)	سات ائمہ (حدود) جن میں ساتواں امام ناطق ہوتا ہے
۱) حضرت آدم	حضرت شیث	چھ ائمہ + حضرت نوح (ناطق دوم)
۲) حضرت نوح	حضرت سام	چھ ائمہ + حضرت ابراہیم (ناطق سوم)
۳) حضرت ابراہیم	حضرت اسمٰعیل	چھ ائمہ + حضرت موسیٰ (ناطق چہارم)
۴) حضرت موسیٰ	حضرت ہارون	چھ ائمہ + حضرت عیسیٰ (ناطق پنجم)
۵) حضرت عیسیٰ	حضرت شمعون	چھ ائمہ + حضرت محمد صلعم (ناطق ششم)
۶) حضرت محمد صلعم	حضرت علی	چھ ائمہ + حضرت محمد بن اسمٰعیل (ناطق ہفتم)
۷) حضرت محمد بن اسمٰعیل[۱]		

---

[۱] ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز ۔ ان دعاؤں کے متعدد نسخے ملتے ہیں ۔

باب الابواب جعفر بن منصور الیمن نے جو امام معز کے ہم عصر اور داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) کے مولی ہیں اپنی متعدد تصنیفوں میں سات اماموں کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً:

(۱) واما ما نصّة التوراۃ ان طول السفینۃ ثلث مائۃ ذراع وعرضها ستون ذراعًا فاشارات دعوۃ الائمۃ لا تنقطع الابعد ثلاثین امامًا منهم خمسة عشر قائمین بظاهرها وخمسۃ عشر داعین الی باطنها ویبشرون الخلق بمن یاتی ینسخها واظهار شریعۃٍ غیرها وانما اقتصرنا علی ستۃ ائمۃ وان السابع هو القائم بنسخ بل الشریعۃ لمن عرف ذلک وعقلہ[1]۔

(۲) الناطق السابع هو المهدی والتسعۃ عشر ملکاً هم حدوده الذین ملکوا زمۃ دعوته الباطنۃ وانکروا الظاهر والعمل به وجعلوه هباً منثوراً[2]۔

(۳) انا نقول ان الادوار ستۃ اولها دور آدم .... والدور السادس دور محمد والاساس امیر المومنین وستۃ ائمۃ اولهم الحسن والحسین وعلی ومحمد وجعفر واسمٰعیل والدور السابع دور القائم محمد بن اسمٰعیل وخلفاؤہ سلالتهم المهدی یختم به الدنیا وتنفتح الآخرۃ[3]۔

(۴) وسابع النطقاء هو متمم دور المصطفی[4]۔

(۵) نسخ نوح - الی ابراهیم بباطن شریعۃ - ولرسول اللہ ستۃ ائمۃ من المتمین تمام العدد بالسابع محمد بن اسمٰعیل - تزعمون سبع سنین - اخذت الحبۃ ورمی ظاهرها وهو التبن طعامًا للبهائم ظاهر مصرتهم یأول لشیعتهم وباطن علم التحقیق للمحق العارف[5]۔

(۶) فازرعوها ست سنین وذروها فی السنۃ السابعۃ .... عنی به موسیٰ

---

[1] سرائر النطقاء صفحہ ۹۵۔ [2] تاویل الزکوۃ ۱۰۷۔ [3] کتاب الدولۃ والشواهد فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین۔ [4] الفترات والقرانات صفحہ ۳۔ [5] الفترات۔

ان الستۃ القائمین بعدی هم للامۃ کالموالی والامۃ لهم کالعبید فاذا ظهر السابع وجب علیهم طاعۃ وترک الامر الاول الذی قامت الشریعۃ به ...... واذا تم لمحمد بن اسمٰعیل سبعۃ ائمۃ وثمان خلفاء فعلیکم ستر سرِّ باستکم وهم الذین نطق بهم الکتاب فی قصۃ هود بانه سخرها علیهم سبع لیال وثمانیه ایام ...... وکذلک بعد تمام هؤلاء الائمۃ السبعۃ و الخلفاء الثمانیه یتم امر محمد الجسمانی و ینفتح الدور الروحانی[1]

اسمٰعیلیوں کی کتابوں میں ظاہری شریعت کی تعطیل کے متعدد حوالے ملتے ہیں ہم نے طوالت کے خوف سے صرف چند حوالے دیئے ہیں۔ امام معز کی دعائم جو تعطیل کا لفظ ہے اس کے معنی تبدیل و نسخ ہیں جیسا کہ جعفر بن منصور الیمن کے کلام سے واضح ہے جسے ہم نے ابھی نقل کیا ہے اور جیسا کہ آیندہ حوالوں سے معلوم ہوگا علاوہ اس کے شریعت محمدی کا مقابلہ انبیا سالفین کی شریعتوں سے کیا گیا ہے جن کا ظاہر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ غرضکہ ساتویں رسول محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق کے عہد سے جو قائم سابع اور یوم القیامۃ والبعث ہیں ظاہری شریعت معطل ہو گئی اور باطنی شریعت شروع ہوئی۔ گویا چھٹا جسمانی دور ختم ہوکر ساتویں روحانی دور کی ابتدا ہوئی اب ظاہری اعمال یعنی نماز روزے وغیرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ ان کی تاویلیں جن کی تفصیل فصل (۳۲) میں گزر چکی ہے ظاہر کر دی گئی ہیں۔ ممثولات کی معرفت اور ولایت (محبت) کافی ہے[2] سب سے اہم راز جسے امام معز کے باب الابواب

---

[1] سرائر النطقاء، ۹۵ - ۱۱۵ - یہ سب کتابیں باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی ہیں۔

[2] صاحب القیامۃ یکون التکلیف فی حدّه مرفوعًا ویتجرد حینئذٍ الباطن ویسقط الظاهر ویکون الباطن ظاهراً علی خلاف ما هو فی حدود الرسل قبل ذلک (اساس التاویل۔ قصہ آدم) القائم بالتاویل المجرد یرفض

(بقیہ اگلا صفحہ)

جعفر بن منصور الیمن نے سرائر النطقا (حوالہ مذکورۂ بالا نمبرا) میں صاف صاف ظاہر کر دیا ہے یہ ہے کہ "ہم نے صرف چھ اماموں پر اختصار کیا ہے۔ اور بے شک ساتویں امام (یعنی محمد بن اسمٰعیل) ہی اہل معرفت وعقل کے لئے مبدل شریعت ہیں" دوسرے حوالے جو اس کے بعد دیئے گئے ہیں وہ سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہی قدیم اسمٰعیلیوں کا اہم عقیدہ ہے۔

امام معز کی دعا کا حوالہ قدیم جلیل القدر داعیوں نے دیا ہے اور اس کی شرح بھی کی ہے۔ چنانچہ داعی ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) نے جو ظہور کے آخری زمانے یعنی امام آمر کے عہد میں موجود تھے اپنی مہتمم بالشان کتاب "کنز الولد" میں کہتے ہیں کہ "محمد بن اسمٰعیل شریعت محمدی کو تمام کرنے والے ہیں اور وہ ساتویں رسول ہیں جن کا ذکر مولانا معز کی دعاؤں میں ہے[1]۔ سیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم (متوفی ۵۸۴ھ) اپنی حقیقت کی مشہور تصنیف "الانوار اللطیفہ" میں لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسمٰعیل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ظاهر العمل ولا يرفض العقليات (تاويل الشريعة للامام المعز صفحہ ۱۴۸) يجب على الحد وان يفاتحوا اهل الدعوة بالبيان و يدعوا الى التاويل لا الى التنزيل والى الباطن لا الى الظاهر الذى هو حد الناطق (تاويل الزكوة لجعفر بن منصور اليمن صفحہ ۱۷۴)

[1] واما محمد بن اسمٰعيل فهو متم شريعة (اى شريعة محمد صلعم) وموفيها حقوقها وحدودها وهو السابع من الرسل بيان ذلك فى ادعية مولانا المعز لسبعة و هو الذى يشهد له و للقائم محمد بن عبد الله المهدى لانه قائم القيامة الوسطى وقائم القيامة الاولى هو امير المومنين وقائم القيامة الكبرى هو صاحب الكشف فى اذا نه يقول اشهد ان محمداً رسول الله۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کے قیام سے دور ستر پورا ہوا۔ اب ہمیں دور کشف کی ابتدا اور چھٹے رسول کی شریعت کے منسوخ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے[1]۔ مولانا معز نے اپنی یوم السبت کی دعا میں اسی طرح ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن داعی ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) اپنی معتبر و مستند تالیف "زہر المعانی" میں ساتویں دعا کی شرح اس طرح کرتے ہیں کہ محمد بن اسمٰعیل نہ متم ہیں نہ رسول۔ بلکہ ان کا درجہ قایم سابع کا ہے۔ ان کے ظاہر شریعت کے معطل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انھوں نے شریعت کے معانی بیان کئے اور اس کے اسرار کشف کئے[2]۔ امام محمد بن اسمٰعیل کے بعد جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- واشهد ان محمد رسول الله (کنز الولد صفحہ ۵۰)

[1] فكان محمد بن اسمٰعيل متم الدور وخاتم الرسل المتهية اليه غاية الشرائع المختومة به .... اذ بقيامه تمام دور الستر واعتقاد دور الكشف ونسخ شريعة الرسول السادس وبذلك نطق مولانا المعز صلعم فى دعاء يوم السبت حيث قال وعلى القائم بالحق .... سابع الرسل من آدم ...... وختمت به عالم الطبائع ..... وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد صلعم كل ذلك بالقوة لا بالفعل لكونه قائماً بالقوة وهو ممثول شهر رمضان لكونه التاسع من حدله الرسول ورمضان هو التاسع من شهور السنة (الانوار اللطيفه - الفصل الخامس من الباب الثانى من السرادق الثالث)

[2] محمد بن اسمٰعيل ليس بمتم ولا رسول وانما وقع عليه اسم الناطق السابع لنطقه بالامر الالٰهى فلذلك صار ناطقاً وخاتماً للاسبوع وقائماً وهو ناسخ شريعة صاحب الدور السادس ببيان معانيها واظهار باطنها المبطن فيها ومحمد بن اسمٰعيل لم يبطل شيئاً من ظاهر شريعة محمد بل اكدها وانما عنى الامام المعز بقوله " وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد" لما كان لمعانيها

(باقی اگلے صفحہ پر)

چودہ امام اُن کی نسل سے ہوئے اور روز قیامت تک ہوں گے ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ مبینا ولا سرا رھا کاشفا ومجلیا فازال عن اتباعہ اعتقاد الظاھر علی ما فیہ من تعطیل وتشبیہ للمبدع الحق للمخلوقاتہ فعطل ذلک الاعتقاد (زھر المعانی صفحہ ۵۶۵ ۔ ۵۷۰) مستشرق "ایوانو" نے زھر المعانی کا یہ اقتباس نقل کرکے اس پر اس طرح تنقید کی ہے:۔

Sayyidna Idris obviously tries here, as on many other occasion, to avoid falling between two stolls, without any convincing Result. This is one of the examples of that mystic vision, in which two contradictory statements are both admitted as true at one and the same time. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the Author to treat his statements seriously, and not to take it for ordinary Foolishness. (The Rise of the Fatimids. p. 244).

بہرحال امام معز کی دعا اور داعی ادریس کی شرح میں بین فرق ہے۔ تعطیل شریعت کا مترادف ترک یا رفض شریعت ہے جیسا کہ قاضی نعمان بن محمد نے کہا ہے:۔

واستحل المغیرۃ واصحابہ المحارم کلھا واباحوھا وعطلوا الشرائع وترکوھا وانسلخوا من الاسلام جملۃ ...... ورفضوا الظاھر دمنازل الائمہ فی دعائم الاسلام) والقائم ھو مبطل الشرائع کلھا ومسقط ظاھر النطقاء والعمل بہ (تاویل الزکوٰۃ للداعی جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۶۱) داعی ادریس نے اپنی ایک دوسری تصنیف" عاصمۃ نفوس المھتدین" میں جو بعث اللہ محمد بن اسمٰعیل وھو نبیؑ ناطق نسخ شریعۃ محمد و معنی الناطق ھوالناسخ للشریعۃ" کا جواب دیا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے ۔ معترض ایک زیدی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس

ان کو امام معز نے اپنی دعا میں محمد بن اسمٰعیل کے خلفائے راشدین کہا ہے۔ داعی جعفر بن منصور الیمن نے بھی ان کے لیے یہی لفظ استعمال کیا ہے[1]۔ اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ امام مذکور سے قایم کا روحانی دور شروع ہوا۔ اس دور کے اماموں میں سے جس امام کو موقع ملے وہ قایم کی حیثیت سے ظاہر ہو کر عدل و انصاف سے حکومت کرے گا جیسا کہ "تیرہ رسایل" میں امام حاکم کے متعلق اور "مجالس مستنصریہ" میں امام مستنصر کی نسبت پیشین گوئی کی گئی تھی[2]۔

قیامت کے روز تک جتنے امام ہوں گے ان کی گنتی میں اختلاف ہے[3]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ چند کتابیں ہیں جو صلیبی مصنف کی ہیں جن میں محمد بن اسمٰعیل کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ تعطیل شرایع کا حوالہ غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی تصنیف "المستظہری" میں بھی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷ – ۵۱۲ھ) کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کا جواب "دامغ الباطل" میں داعی علی بن محمد الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے یہ دیا ہے کہ ہم تعطیل شریعت کے قائل نہیں ہیں۔

[1] رسالۃ مباسم البشارات (تیرہ رسایل) المجالس المستنصریہ ۱۸ – ۳۶۔

[2] داعی حمید الدین کرمانی نے راحۃ العقل میں لکھا ہے کہ قائم القیامہ پچاسویں امام ہوں گے: یوم الروح والملائکۃ صفاً وھو صاحب القیامۃ خمسین حداً ھم اصحاب الاسابیع فی الادوار السبعۃ سبعۃ فی سبعۃ والجامع لشملھم (راحۃ العقل المشرع الرابع عشر من السور الرابع) لیکن اسی داعی نے اپنے ایک دوسرے رسالے میں کہا ہے کہ قایم القیامہ سویں امام ہوں گے:۔ بل این انت عن الامام التاسع والخمسین باستعلاء کلمۃ علی کل کلمۃ تخالف ماجاء بہ النبی صلعم بل این انت عن الامام المائۃ الذی یملک فیعز من یشاء ویذل من یشاء (الرسالۃ الواعظۃ من ثلاث [3] نسخہ جماعت سلیمانی میں "وعطلت بقیامۃ ظاھر الشرائع" ہے۔ کنز الولد اور زہر المعانی کے مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس نسخہ میں تحریف ہوگئی ہے۔

بہر حال امام معز کی دعاؤں اور ان کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسمٰعیلیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد بن اسمٰعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور علم باطن کا دور شروع ہوا چنانچہ بعض قدیم اسمٰعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور نزاری (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ انھوں نے کھلم کھلا اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا۔[1] امام مہدی اور اس کے جانشینوں نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کئے۔ اس کی وجہ مستشرق "اولیری" نے یہ بتائی ہے کہ ان حکمرانوں کو بلاد مغرب۔ مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہلِ سنت کی تھی۔ اس لئے انھوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کئے جو ان کی رعایا کے عقیدوں سے ملتے جلتے تھے۔[2] بخلاف قرامطہ کے جن میں اکثر فلاحین یعنی کاشت کار تھے۔ ان لوگوں کو مستقل حکومت کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے انھوں نے ایک "کیثف شکل" اختیار کی۔ اور اپنے اصلی عقیدے ظاہر کر دیے۔ مہدی اور اس کے خلفا نے باطن کی تعلیم تو دی لیکن اس کے ساتھ اس امر پر بھی زور دیا کہ باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی ضرورت ہے۔ ظاہری اعمال دور کشف میں قایم القیامہ ہی اٹھائیں گے۔ جو قیامت کے روز ظاہر ہوں گے۔[3] یہی تعلیم داعی نعمان بن محمد اور

---

[1] فصل ۳۱ (قرامطہ کی ترقی۔ اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)

[2] فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں) O'Leary, p. 33.

[3] المسائلۃ الخامسۃ عن اھل دور الکشف ...... وما یحط من الشرائع۔ الجواب ...... واما الشرائع نحط عنھم التکلیفات کالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصوم والحج والجہاد وتبقی معھم الشرائع العقلیات التی ھی عقد النکاح والطلاق والمواریث والاملاک ودفن الموتی وغسلھم الاجسام بالماء وما شاکل ذلک من الشرائع العقلیہ (اربعۃ کتب اسمٰعیلیہ Edited by R. Strothmann, Gootingen, Germany 1943

دوسرے داعیوں مثلاً حمید الدین کرمانی، موید شیرازی اور ناصر خسرو وغیرہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے[1] اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ باطن کی تعلیم ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاتی تھی بلکہ اس میں سننے والے کے استعداد اور وقت کے مقتضا کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا جیسا کہ "دعوتوں کی مجلسوں اور ان کے طریقوں" میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ مجلسیں صرف قصر ہی میں پوشیدہ مقام پر ہوا کرتی تھیں۔ مبتدی صرف ظاہر کی تعلیم سے مستفید ہو سکتے تھے۔

غرض کہ اسمٰعیلی دعوت کی ابتدا کو تقریباً بارہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس بڑی مدت میں کئی مذہبی اور سیاسی دور ہوئے جس کی وجہ سے اس میں مختلف فرقے پیدا ہوئے۔ اصل عقیدوں میں تبدیلیاں ہوگئیں۔ ہر فرقے نے ایک علیحدہ اعتقاد اختیار کیا۔ اس وقت جو اسمعیلی موجود ہیں ان میں بعض تو امام حاکم کو خدا مانتے ہیں جیسے دروزی۔ بعض باطن ہی کے قائل ہیں جیسے نزاری جو عام طور پر خوجے کہے جاتے ہیں[2] اور بعض باطن کے ساتھ ظاہر کے بھی پابند ہیں جیسے داودی اور سلیمانی[3]۔

---

[1] تاویل دعائم الاسلام۔ المجالس المویدیہ۔ زاد المسافرین وجہ دین وغیرہ بلکہ داعی کرمانی نے یہ لکھا ہے کہ دور کشف میں بھی ظاہری اعمال برقرار رہیں گے کیونکہ اعمال ہی کے ذریعے نفس کی ترقی ہو سکتی ہے (کتاب الریاض صفحہ ۲۵۲۔ الرسالۃ الواعظۃ۔ تیرہ رسائل) صرف اسی داعی کا یہ تصور ہے ورنہ امام معز اور جعفر بن منصور الیمن اور دوسرے سب داعیوں کی یہ تعلیم ہے کہ دور کشف میں ظاہری اعمال مرتفع ہو جائیں گے:۔ "والقائم هو مبطل الشرائع كلها و مسقط ظاهر النطقاء والعمل به (تاويل الزكوة لجعفر بن منصور اليمن)۔"

[2] فصل ۲۱ (اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)

[3] سلیمانی جماعت کے ہاں سیدنا داود بن عجب (متوفی ۹۹۷ھ) کے بعد سے قائم کا دور شروع ہو گیا ہے جیسا کہ راتب کی دعا سے واضح ہے:۔ دعاۃ الله درہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

امام، اس کے اوصاف اور اس کی معرفت و ولایت

امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔ اس کا جوہر سماوی اور اس کا عالم علوی ہے۔ اس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے اس میں اور دوسرے بندگان خدا میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ الطیبی من سیدنا ذویب بن موسٰی الی سیدنا داود بن عجب ودعاۃ الدور الجدید وقرن القائم السعید من سیدنا سلیمان بن حسن الی حد سیدنا فلان بن فلان وکافۃ الدعاۃ الموہلین غیر المنفردین من سیدنا خطاب بن حسن الی سیدنا فلان بن فلان وجمیع المنصوبین المطلقین فی الجزیرتین الهندیۃ والسندیۃ من سیدی محمد علی الی حد سیدی فلان بن فلان۔ ان کے ہاں ائمہ محتجبین کے نام دعاء التقرب اور دعاء التوسل میں اس طرح بتائے گئے ہیں:۔ وبالائمۃ الطاہرین الثلاثۃ المستورین امراء المومنین عبداللہ بن محمد واحمد بن عبداللہ والحسین بن احمد وبالمحتجبین بھولاء الثلاثۃ والممدین لهم مولانا یعلی و مولانا ابی طالب و مولانا علی وبالقائمین من نسلهم عبداللہ الامام المهدی (صحیفہ سلیمانیہ۔ صفحہ ۵۲-۵۹-۱۵۳)
زمانہ حال میں بھی ناگپور (سی۔پی) میں فرقہ داودیہ سے چند چھوٹے فرقے نکلے جن کے رہبروں نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ قائم القیامہ کے حجت ظاہر ہو چکے ہیں اس لئے اب ظاہری عبادات کی ضرورت نہیں۔ ان میں "مہدی باغ والے" مشہور ہیں جن کے صدر ملک کہلاتے ہیں اور جو صرف فرض کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ راقم الحروف کو ایک دفعہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملا۔

[1] فصل ۴۳۔ ائمہ نے اپنی دعاؤں میں جو نقائص اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے وہ حقیقت میں ان حدود کے گناہ ہیں جو ان کی ضمن میں ہیں (الشموس)

ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی ورنہ وہ متزلزل ہوجائے۔ اماموں کا سلسلہ روز قیامت تک حضرت فاطمہؓ ہی کی نسل میں جاری رہے گا۔ باپ کے بعد بیٹا خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا، بالغ ہو یا نابالغ امام ہوتا رہے گا سوائے حضرت حسنؓ اور اور حضرت حسینؓ کے جو ایک خاص صورت ہے۔ امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرے سب حکام غاصب اور متغلب ہیں۔ کبھی امام ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اپنے دشمنوں کے خوف سے چھپ جاتا ہے[1] اس صورت میں اس کے نائب جنھیں داعی کہتے ہیں اس کے قائم مقام ہوتے ہیں[2]

امام معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ ہر حالت میں اس کے حکم کی تعمیل لازمی ہے خواہ اس میں کوئی حکمت نظر آئے یا نہ آئے[3]

---

[1] وبالائمة الطاهرين الثلاثة المستورين من خوف اهل الملك الظالمين (صحیفة الصلوٰة) [2] فصل ۲۵ (دعاة مطلقين)

[3] وسواء عرفت الحكمة فى افعالهم ام لم تعرف فاما متهم ثابتة (تيره رسائل۔ مباسم البشارات فصل ۱۴) والائمة لم تقم امورهم الا بمعاملة اهل الدنيا بالدنيا واخشى عليك انك ان صرت الى دار الامام ان ترى بعض ذلك فتنكره بلسانك او بقلبك فتهلك قال ماكنت بالذى انكر شيئًا من ذالك ماكان فالح عليه فى الاذن فقال ان لم يكن من ذالك بد آخذ عليك العهد كما اخذنه اولًا انك ان رأيت الامام بعينك .... لا تنكر ذلك بقلبك ولا بلسانك ...... قال الرجل فوالله لولا ماكان منه الىّ لهلكت كما قال ولكن اذا رأيت امرًا انكره ذكرت ماكان منه (الهمة فى آداب اتباع الائمة صفحہ ۱۵) الرسل والائمه معصومون فيما يتعلق بالرسالة والامامة

امام غیب اور آنے والے حوادث سے واقف ہے اور شریعت کے تمام علوم جانتا ہے[1] خصوصاً کلام مجید کے حروف مقطعات کے اسرار سے سوائے امام کے دوسرا واقف نہیں[2]

ہر مومن پر اپنے زمانے کے زندہ امام کی معرفت واجب ہے اگر وہ دنیا سے چل بسے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے تو اس کی موت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ من السهو والتحريف والغلط فاما ما يتعلق بافعال البشر فانهم غير معصومين بل هم العاصمون انفسهم دينًا واختيارًا كما حكى الله عن يوسف بقوله "فاستعصم" ولم يقل فعصمناه وعلى هذا التمثيل يجب على من رأى من افعال احد من ائمة الدين ما يظن بتقصيره انه خطيئة اومعصية ان لا يغير ذلك صحة يقينه ولا يشك فى دينه بل ينتظر انابته ويرقب توبته (المجالس المستنصرية صفحہ ۲۴) الملائكة المقربون هم الائمة المعصومون وهم افضل من الرسل المؤيدين والملائكة بالفعل هم المقربون فوق الرسل بأربع درجات (تاويل الزكوٰة للداعى جعفر بن منصور اليمن صفحہ ۱۴۹-۱۵۶) افتق ليس بواقع على الامام بل هو اقتصاص ممن فى ضمنه (الشموش)

[1] وللامام الحاكم معجزة بل معجزات واخبارہ بالكائنات قبل كونها واظهاره للعلوم المكنونة (المصابيح للداعى الكرمانى) الائمة يعلمون اسماء الملوك والدعاة الى يوم القيامة يعلمون اسماء الملوك والدعاة الى يوم القيامة (كتاب الوصايا من دعائم الاسلام للقاضى نعمان بن محمد) لیکن یہی قاضی اپنی کتاب "الهمة" (صفحہ ۴۳) میں کہتے ہیں کہ ائمہ جو علم غیب جانتے ہیں اس سے مراد علوم مکنونہ ہے۔

[2] حروف مقطعات کی تاویلیں تاویل الشریعۃ۔ کتاب الکشف۔ المجالس المویدیہ۔ تیرہ رسائل۔ المجالس المستنصر وغیرہ میں بیان کی گئی ہیں۔ المجالس المستنصریہ کا ایک مخطوطہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں موجود ہے اور کتاب الکشف کا ایک صحیح نسخہ جرمن مستشرق شتروطمان نے تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے۔

جاہلیت کی موت ہے[1] امام کی معرفت کے بغیر اس کی نجات ناممکن ہے۔

معرفت کی طرح ہر مومن پر اپنے زمانے کے امام کی ولایت بھی فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسمٰعیلی اسلام کے سات دعائم شمار کرتے ہیں یعنی ولایت، طہارت، صلوٰۃ زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد۔ ان سب میں ولایت کا درجہ پہلے رکھا گیا ہے۔ یعنی ولایت کے بغیر کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔ کوئی کیسے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کرے لیکن اگر وہ امام کی ولایت کا قائل نہ ہو تو اس کے سارے اعمال محض بیکار ہیں۔ کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

مہدی اور قائم القیامہ مہدی اسمٰعیلیوں کے اعتقاد کے لحاظ سے عبداللہ بن حسین ہیں جو گیارھویں امام اور فاطمیین کے ظہور کے پہلے خلیفہ ہیں۔ ان کا ظہور ۲۹۷ھ میں بموضع رقادہ ہوا۔ ان کے بعد لو امام ہوئے جو ظہور کے امام کہلاتے ہیں ۵۲۵ھ میں اکیسویں امام نامی طیب ڈھائی سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے مستور کردیے گئے[3] اس امام کی نسل سے روز قیامت تک۔

"میں ائمہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہیں گے جن کا آخری امام قایم القیامہ ہوگا جس سے دور کشف کی ابتدا ہوگی جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ سب ائمہ "اولوالامر" کہلاتے ہیں جن کی طاعت بندگان خدا پر فرض ہے[2]

---

[1] من مات ولم یعرف امام زمانہ حیاً مات میتۃً جاھلیۃ (دعایم الاسلام)

[2] قال اللہ تعالیٰ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" قال بعضھم المراد باولی الامر امراء السرایا وھذا القول فاسد لانہ من زعم انھم امراء السرایا فقد جعل لھم بذلک الفضل علی ائمتھم الذین امروھم علی تلک السرایا واوجب طاعتھم لھم واوجب لھم طاعۃ جمیع المومنین لان قول اللہ یا ایھا الذین آمنوا یدخل فیہ کل مومن ولا یجب ان یستثنی من ذلک مومن دون مومن الا بحجۃ من الکتاب او بیان من الرسول (ولایۃ الائمۃ من دعائم الاسلام)

[3] من الآراء الفاسدۃ والاعتقادات الطویلۃ ان الامام مختف لا یظھر من خوف المخالفین (رسائل ۴/۵۸)

مہدی کے مسئلے میں اسمٰعیلیوں اور دوسرے شیعوں میں بڑا اختلاف ہے اثنا عشری کہتے ہیں کہ وہ مہدی جن کی خوش خبری آنحضرت صلعم نے دی ہے وہ بارھویں امام ہیں جو تقریباً پانچ یا سات سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے سامرا[1] کے ایک سرداب میں چھپ گئے۔ ان کی یہ غیبت عارضی ہے۔ یہی امام قیامت کے روز تک زندہ رہیں گے اور قایم القیامہ کی حیثیت سے قیامت کے روز ظاہر ہو کر عدل وانصاف سے روئے زمین پر حکومت کریں گے۔ لیکن اسمٰعیلیوں کے ہاں "مہدی" کا ظہور ہو چکا اور ان کی نسل سے قیامت کے روز جو امام ظاہر ہوں گے وہ قایم القیامۃ ہوں گے[2]

اسمٰعیلی دعوت کے نظام کی صداقت پر آفاق وانفس کی شہادت

اسمٰعیلی دعوت کے نظام کی مفصل کیفیت گزر چکی ہے[3] اسمٰعیلی کہتے ہیں کہ بمصداق آیہ کریمہ "سنریھم آیا تنا فی الآفاق و فی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق" ہماری دعوت کے نظام کی صداقت پر آفاق وانفس دونوں گواہی دیتے ہیں۔ جس طرح جرمانی عالم میں سات سیارے ہیں، جن کی تاثیروں سے جمادات، نباتات اور حیوانات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح دعوت میں سات ناطق اور سات امام ہیں جن کی تعلیم کے اثر سے

---

[1] دجلہ کے مشرقی کنارے پر بغداد سے ۵۰ میل دور ایک شہر ہے۔ اس کا اصلی نام "سُر من رائی ہے"۔ (معجم البلدان ۵/۲۴) [2] مہدی سے متعلق حدیثوں پر ابن خلدون نے بہت تفصیل سے بحث کی ہے (مقدمہ ۳۱۱ – ۳۲۰) اور مرجلیوث (پروفیسر عربی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی) نے "مہدویت اور مہدیوں" پر ایک مفید رسالہ لکھا ہے، یہ کہتا ہے کہ یہ اعتقاد اصل میں یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے۔ اسم المھدی عبید اللہ کقول جمہور المورخین فتسمّی بعبد اللہ بعد الظہور برقادۃ (دستور المورخین ۱۵۷)

[3] فصل ۳۳۔

مومنین پیدا ہوتے ہیں۔ جس طرح دن میں سورج اور رات میں چاند نکلتا ہے۔ اسی طرح ظاہری دعوت میں نبی اور باطنی دعوت میں وصی ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح آٹھویں آسمان پر بارہ برج ہیں اسی طرح زمین میں بارہ جزیرے ہیں جن میں سے ہر جزیرے پر ایک حجت (امام کا مددگار) مقرر کیا جاتا ہے[1]۔ ساتویں عدد پر اسمٰعیلیوں کا بڑا دارومدار ہے۔ کیونکہ وہ اعداد میں پہلا عدد کامل ہے۔ اسی وجہ سے اسمٰعیلی "سبعیہ" کہلاتے ہیں۔

ہدایت اور نجات کے لئے جسمانی اور روحانی حدود کی وساطت

جسمانی حدود سے مراد ناطق، اساس، امام، باب، حجت، داعی بلاغ، داعی مطلق۔ داعی محصور، ماذون مطلق اور ماذون محصور ہیں[2]۔ ان دس وسائط کے بغیر بندے کا خدا تک پہنچنا ناممکن

---

[1] ثم قالوا امامن فریضۃٍ وسنۃٍ وحکمٍ من احکام الشرع الا ولہ وزانٌ من العالم عددًا فی مقابلۃ عدد وحکمًا فی مقابلۃ حکم فان الشرائع عوالم روحانیۃ امریۃ والعوالم شرائع جسمانیۃ خلقیۃ فعلی ھذا الوزان صاروا الی ذکر اعداد الکلمات والآیات وان التسمیۃ مرکبۃ من سبعۃ واثنی عشر حرفًا وان التحلیل مرکب من اربع کلمات ...... مما لا یعمل العاقل فکرتہ فیہ الا ویعجز عن ذلک خوفًا من مقابلۃ بضدہ وھذہ المقابلات کانت طریقۃ اسلافھم (الشہرستانی ۹۲)

[2] ۔ راحۃ العقل (مشرع ۲۔ سور ۴) ان حدود کی تعداد اور ناموں میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام معز کی سات دعاؤں میں "ہتم، لاحق اور جناح ہیں جو اسرافیل، میکائیل اور جبرئیل کے مقابلے میں ہیں۔ (دعا، یوم الاحد) بعض کتابوں میں "ذو مصۃ اور داعی مکلب" ہیں۔

ہے۔ان کا مقابلہ روحانی عالم کے دس حدود یعنی عقول عشرہ سے کیا جاتا ہے۔جس طرح آنکھ کی بصارت بغیر سورج یا چاند یا چراغ کے نور کے کچھ نہیں کر سکتی اسی طرح عقل کی بصیرت بغیر ناطق یا وصی یا امام کی ہدایت کے راہ راست نہیں بتا[۱] سکتی۔ گو ناطق، اساس اور امام اپنے زمانوں میں بندوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔لیکن ان کا تعلق خدا سے براہ راست نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اور خدا کے درمیان عقول عشرہ کی وساطت ہے۔جو کچھ "مواد" یعنی برکات الاہیہ انھیں پہنچتے ہیں وہ ان کی وساطت سے پہنچتے ہیں[۲]

ائمہ کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا

باری تعالیٰ کے جو اوصاف قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں ان سے حقیقت میں ائمہ موصوف ہیں۔کیونکہ ذات باری تمام اوصاف سے منزہ اور مبرا ہے جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔"انا الاول وانا الآخر وانا الظاهر وانا الباطن وانا بكل شئ محيط وانا الحفيظ العليم ۔ وانا بنيتُ السماء ودحوت الارض۔ نحن آل الله ونحن ارسلنا نبياً صادقا۔ ما قيل فی الله فهو فينا و ما قيل فينا فهو فی شيعتنا" یہ سب اقوال ائمہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں[۳]۔معز

---

[۱] دیوان المؤید الشیرازی (پہلا ارجوزہ)

[۲] فصل ۳۲ (علم حقیقت) تاویل الدعایم کی مجلسیں۔آنحضرت نے اس طرح فرمایا ہے:۔ تسلمت من خمسة وسلمت الی خمسة دبيني و بين ربی خمسة"

[۳] زهر المعانی ۲۶۴-۲۶۹ اور المجالس المؤیدیہ۔ان اقوال کی تاویلیں کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ نے "عقل عاشر" کی زبان سے یہ کہا ہے جو مدبر عالم طبیعت ہے۔اس کے علاوہ اور دوسری تاویلیں بھی ہیں۔ مقابلے کے لئے یہ قول ملاحظہ کیجئے:۔ کل ما فی التوراة وسائر الکتب من وصف الله فهو خبر عن ذلك الملك والافلا يجوز ان يوصف البارى تعالیٰ بوصف قالوا فان الذی کلم موسی تکلیما

(باقی اگلا صفحہ)

کے شاعر ابن ہانی اور حافظ کے شاعر انس الدولہ کا کلام گزر چکا ہے[1]۔ کلام مجید کی اکثر آیتوں میں "ربک" سے مراد دور متعلقہ کا ناطق (مستقر امام) ہے[2]۔ عالم الغیب والشہادہ قایم القیامہ ہیں[3]۔ لا الہ الا اللہ کی تفسیر "لا امام الا امام الزمان" ہے[4]۔ شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو" میں اللہ سے مراد عقل اول ہے جس کے مقابلے میں جسمانی عالم میں امام ہے[5]۔

(ب) اسمٰعیلی عقاید کی اصلیت اور مآخذ

امام کا آسمانی حق اور اس کے متعلق غلو آمیز عقاید

سوائے کیسانیہ اور زیدیہ کے کل شیعی فرقوں کے اعتقاد کے لحاظ سے سچے امام کی دو بڑی اہم شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فاطمی ہو۔ اور دوسری یہ کہ اس کے پیش رو نے اس پر نص بھی کی ہو۔ ائمہ کی جامع اور مانع تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ زمین پر خدا کے خاص منتخب نمائندے ہیں، جنھیں اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رہنما بنایا ہے۔ اور مافوق الطبیعت قوتوں سے سرفراز کیا ہے۔ اور جنھیں مومنین سے بیعت لینے کا حق کسی انتخاب اور امت کے اجتماع سے نہیں بلکہ براہ راست خدا سے حاصل ہے۔ غرضکہ شیعہ آسمانی حق کے اصول کے قائل ہیں جو جمہوری انتخاب کے اصول سے مخالف ہے[6]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ھو ذٰلک الملک والشجرۃ المذکورۃ فی التورٰۃ ھو ذلک الملک و یتعالی الرب عن ان یکلم بشراً تکلیما (الشہرستانی فی ذکر الیھود)

[1] فصل ۳۰ (فاطمیین کے شاندار مظاہرے۔ [2] فصل ۳۲ (حضرت آدم اور ان کی حقیقت) [3] راحۃ العقل ۲۶۴-۲۶۶-۲۶۸-۲۶۹۔ اساس التاویل میں اکثر مقامات پر۔ شہرستانی نے بھی ایسی تفسیریں اسمٰعیلی کتابوں سے نقل کی ہیں (صفحہ ۸۱) [4] تاویل الشریعۃ بس کلام المعز صفحہ [5] المبدء والمعاد صفحہ ۳۱ [6] ان کا استدلال یہ ہے۔ وکیف للناس جمیعاً ان یجتمعوا

(باقی اگلے صفحہ پر)

کہا جاتا ہے کہ آسمانی حق اور خاندانی حکومت ایسے تصورات ہیں جن کی طرف عرب کی ذہنیت مائل نہیں ہوتی ۔ کیونکہ عرب ایک حریت پسند قوم ہے ۔ جب کسی قبیلے کے شیخ کا انتقال ہوجاتا تو قبیلے والے اس کی جگہ کسی اور شیخ کا انتخاب کر لیتے بخلاف ایرانیوں کے جو آسمانی حق کو بڑا اہم سمجھتے تھے، اور جن کے ہاں حکومت ایک ہی خاندان میں محدود رہتی تھی ۔ ساسانی بادشاہ اپنے آپ کو دیوتا یا ربانی وجود کہتے اور قدیم کیانی خاندان کی اولاد ہونے کے علاوہ اپنے آپ کو حکومت اور فر کیانی کا جائز وارث سمجھتے تھے ۔ ساسانیوں کے عہد میں حق آسمانی کا عقیدہ جس عمومیت اور جوش کے ساتھ ایران میں پھیلا غالباً اس کی مثال کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی ۔ شاہی خاندان کے علاوہ کسی متنفس کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ شاہی لقب اختیار کر لیتا ۔ اس کی جرأت زعم و شرارت کا ایک فعل سمجھا جاتا تھا جو بالائے فہم بلکہ بالائے وہم ہوتا تھا ۔ مورخ دینوری نے بہرام چوبین کا قصہ نقل کیا ہے جو بادشاہی کا دعوٰی کرتا تھا حالانکہ اسے شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا[1]

ائمہ کے متعلق جو غلو آمیز عقیدے پھیلے ان کا بانی ایک یمن کا باشندہ نامی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :۔ علی اختیار رجل واحد علی اختلاف آرائھم ومن اھبھم وما کان فی اکثر الناس من الحسد من بعضھم لبعض واذا کان الناس ھم الذین یقدمون الامام فالامام ماموس عن امرھم و عامل من عمالھم ولھم اذا عزلہ کما قالت المرجئۃ ولا مامۃ من دین اللہ لردعائم الاسلام) قالوا (ای العامۃ) خلاف الواحد والجماعۃ القلیلۃ (دبیل خلافنا ...... ولو کان کما زعم القائلون بالکثرۃ انھا علامۃ اھل الحق دکان قیام النبیین بالرسالۃ والقلیل ممن اتبعھم علی غیر الحق (اختلاف اصول المذاھب ۱۲۲ - ۱۲۸) بخلاف اس کے ابن خلدون یہ کہتا ہے :۔ الامامۃ لیست من ارکان الدین وانما ھی من المصالح العاملۃ المفوضۃ الی نظر الحق (مقدمہ صفحہ ۲۱۲)۔

[1] Browne, A Loiterary History of Persia, 1/128

عبداللہ بن سبا تھا جس نے حضرت علیؓ کو "انت انت" کہا تھا۔ یعنی تم خدا ہو۔[1] آپ نے اسے مدینہ منورہ سے شہر بدر کر کے مدائن بھجوا دیا۔ چونکہ یہ یہودی تھا اس لئے حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا۔[2] آسمانی حق اور حلول وتناسخ وغیرہ جیسے ایرانی خیالات کے یمن میں شائع ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایرانیوں نے عام الفیل یعنی حضرت رسول خدا صلعم کی ولادت مبارک کے سال میں یمن فتح کیا تھا۔

سب سے پہلا مہدی اور اس کی غیبت

عبداللہ بن سبا کے پیرو سبائیہ کہلاتے تھے ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ امام عارضی طور پر غیبت اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایک روز ظاہر ہو گا اور روئے زمین پر عدل وانصاف سے حکومت کرے گا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ "عصر الفی" قریب ہے۔ اسی لئے ابتدا میں اماموں کی تعداد چار تک محدود کی گئی جیسا کہ ان کا شاعر کثیر کہتا ہے:۔

الا ان الائمة من قریش	ولاة الحق اربعة سواء
علی والثلاثة من بنیه	هم الاسباط لیس بهم خفاء
فسبط لا یذوق الموت حتی	یقود الجیش یقدمه اللواء
تغیب لا یری فیهم زمانا	برضوی عنده عسل وماء

"سبط لا یذوق الموت" سے مراد محمد بن الحنفیہ ہیں۔ یہی پہلے امام ہیں جو مہدی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ رضویٰ میں مدفون ہیں۔ لیکن

---

[1] واتاه (علیا) قوم فقالوا انت الهنا وخالقنا فامر بضرب اعناقهم واضرم لهم نارا (دعائم الاسلام) نصاریٰ نے بھی اسی طرح غلو کیا۔ قالت النصاری "ان المسیح هو الذی به غفر الله آدم وهو الذی یحاسب الخلق ویجیئ تارة اخری للقضاء بین الاحیاء والاموات (الشهرستانی)

[2] طبری $\frac{1}{29}$ $\frac{42}{}$ شہرستانی ۸۱

ان کے اتباع کیسانیہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عارضی غیبت اختیار کی ہے۔
قیامت کے روز یہ ظاہر ہوں گے۔

عالم روحانی اور عالم جسمانی کا مبدء و معاد

عالم روحانی اور عالم جسمانی کے مبدء و معاد کے متعلق اسمٰعیلی جو عقاید رکھتے ہیں وہ فصل (۳۲ اور ۳۳) میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں۔ ذات باری تعٰ سے عقل اول کا ابداع۔ اس کے بعد دیگر عقول کا انبعاث۔ نو افلاک اور زمین کی خلقت۔ عناصر اربعہ سے معاون، نباتات اور حیوانات کی پیدائش وغیرہ کے متعلق جو تصورات ہیں وہ رسائل اخوان الصفار سے ماخوذ ہیں جیسا کہ خود اسمٰعیلی داعیوں نے "الشخص الفاضل" کے حوالے سے بیان کیا ہے[1]۔ ان رسائل کے علوم و فنون کا ماخذ اخوان الصفار کے قول کے مطابق یونانی فلسفہ ہے[2] خصوصًا اس کا وہ حصہ جو ارسطوی

---

[1] اسمٰعیلی داعیوں کی کتابوں میں "الشخص الفاضل" سے اشارہ امام احمد بن عبداللہ (مستور) کی طرف ہے جنھیں وہ رسائل اخوان الصفار کا مصنف مانتے ہیں (فصل ۳۴۔ داعی ادریس کی روایت)

[2] علومنا ماخوذة من الکتب المصنفة علی السنة الحکماء والفلاسفة ومن الکتب المنزلة ومن الکتب الطبیعیة ومن الکتب الالٰھیة (رسایل ۴/۱۰۴) مذھب اخواننا الکرام النظر فی جمیع علوم الموجودات التی فی العالم مثل ما کان یفعلہ الحکماء الفیثاغورثیون (الرسالة الاولی فی العدد) نری ان العقل الاسلامی کان قد وعی ما نقل الیہ من فلسفة الیونان وحکمة الھند و آداب الفرس والآداب العربیة و الاسلام وغیرہ من الدیانات السماویة وغیر السماویة (مقدمہ رسائل اخوان الصفار ڈاکٹر طہ حسین) ان الباطنیة القدیمة قد خلطوا کلامھم ببعض کلام الفلاسفة وصنفوا کتبھم علی ذلک المنھاج (شہرستانی ۹۰)

اور جدید افلاطونی جماعت کی تعلیم سے تعلق رکھتا ہے[۱] یہ فلسفہ تقریباً تیسری صدی ہجری سے مسلمانوں میں رائج ہوا۔ یونانی علوم و فنون کا ترجمہ خلیفہ عباسی منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) ہی کے عہد یعنی دوسری صدی ہجری کے آخر سے شروع ہو چکا تھا۔ مامون (۱۹۸-۲۱۸ھ) نے ۲۱۷ھ میں بیت الحکمت قائم کرکے سینکڑوں کتابوں کا ترجمہ عربی میں کروایا۔ علاوہ یونانی کے اور دوسری زبانوں مثلاً سریانی۔ پہلوی۔ فارسی اور سنسکرت سے بھی عربی میں ترجمے شائع ہوئے۔ مسعودی کہتا ہے کہ جب مانی۔ ابن دیصان اور مرقیون کی کتابوں کا ترجمہ عبداللہ بن المقفع (متوفی ۱۴۳ھ) نے پہلوی اور فارسی زبانوں سے شائع کیا اور ابن ابی العرجار۔ حماد عجرد۔ یحییٰ بن زیاد اور مطیع بن ایاس نے مذاہب مانیہ۔ دیصانیہ مرقونیہ کی تائید میں کتابیں تصنیف کیں تو زنادقہ کی تعداد بڑھ گئی اور اُن کے خیالات لوگوں میں شائع ہوئے[۲]۔ بہرحال اس عہد کے علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ عربوں کے ہاتھ لگا جسے انھوں نے تیسری صدی ہجری کے اوائل ہی میں اپنی زبان میں منتقل کر لیا۔ اسمٰعیلیوں کے ذاتی کتب خانوں میں جو مذہبی کتابیں فی زماننا پائی جاتی ہیں ان میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چوتھی صدی سے

---

[۱] جدید افلاطونی اسکول کا موجد Ammonius Saccas ہے۔ لیکن حقیقت میں اس مکتب خیال نے حکیم Plotinus (متوفی ۲۶۹ء) کے تحت معین شکل اختیار کی۔ یہ کہتا ہے کہ باری تعالیٰ پر موجود اور واحد کا اطلاق کرنا بھی درست نہیں۔ وہ ان اوصاف سے اعلیٰ اور افضل ہے جیسا کہ ہم اسمٰعیلی توحید میں بتا چکے ہیں۔ (فصل ۲۵) مکتب مذکور سے واقف ہونے کے لئے ملاحظہ کیجئے "ارسطو کا مذہب" Arabic Thoughts and its place in History, p. 19 by O'Leary.

[۲] مسعودی ۲۹۳/۸

پہلے تصنیف کی گئی ہو۔ خود ان کے مہدی کا ظہور تیسری صدی ہجری کے
اواخر یعنی ۲۹۶ھ میں ہوا۔ سب سے قدیم کتابیں جو دستیاب ہو سکتی ہیں
وہ داعی ابو حاتم الرازی (متوفی ۳۲۲ھ) داعی ابو یعقوب السجستانی (متوفی
۳۳۱ھ) اور داعی الدعاۃ وقاضی القضاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) کی ہیں[1]

دور کشف، دور فترت، دور ستر، جنت اور جہنم اور نفوس کی جزا اور سزا
کے مسائل کم و بیش ہندی فلسفے سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں جیسا کہ ہم فصل (۳۲)
کے اواخر میں بتا چکے ہیں۔ دعوت کے حدود و مدارج اُس کی رازداری اور
خفیہ کارروائی کے قواعد فری میسنری کے قواعد سے مشابہت رکھتے ہیں[2]

اسمٰعیلی فلسفے اور یونانی فلسفے میں فرق

بعض مسائل میں اسمٰعیلیوں نے جدت پیدا
کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات
آن واحد میں پیدا کیے گئے۔ ان میں سرمو
فرق نہ تھا۔ حیات۔ علم اور قدرت میں سب یکساں تھے۔ گویا کمال اول میں
سب بالکل مساوی تھے۔ ان کا آپس میں تباین کمال ثانی میں ہوا۔ اس
تباین کا سبب باری تعالیٰ کی توحید ہے۔ یعنی جس موجود نے اپنی ذاتی کوشش
سے جب اور جیسی توحید کی اس کے مطابق اسے کمال ثانی حاصل ہوا۔ تمام
موجودات میں سب سے پہلے ایک موجود نے اپنی ذات کو پہچانا جس
کی وجہ سے اُسے خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ اس لئے اُسے کمال ثانی
پہلے حاصل ہوا اور وہ موجود اول کہلایا۔ اس کے دوسرے نام عقل اول

---

[1] الکلام علی مذہب الاسمٰعیلیہ واسماء المصنفین (ابن الندیم ۲۶۴۔)

[2] A kind of free masonry in seven (afterwards nine) Grades

Arabic Thouts p. 157 and Sypringett, p. 182 فصل ۳۱ فرقہ

دروزیہ کی دو جماعتیں)

قلم، روح وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد دیگر عقول وجود میں آئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1]۔ رسالۃ جامعہ میں جو اخوان الصفاء کے تمام رسالوں کا خلاصہ ہے لکھا ہے کہ ابداع میں شر کی کوئی اصلیت نہیں۔ جو توحید کے میدان میں سابق ہو گیا وہی بازی لے گیا۔ اس کا آگے بڑھ جانا خیر محض ہے۔ جو پیچھے رہ گیا وہ ناکام رہا۔ اس کا پیچھے رہ جانا شر محض ہے۔ شر تخلف کا نام ہے[2]۔ یونانی فلاسفہ کہتے ہیں کہ چونکہ ایک سے ایک ہی کا صادر ہونا ضروری ہے۔ اس لئے باری تعالیٰ سے صرف عقل اول کا وجود ہوا۔ عقل اول سے عقل ثانی اور فلک اول کا اسی طرح عقل عاشر سے عالم طبیعت وجود میں آیا[3]۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ فلاسفہ باری تعالیٰ کو تمام موجودات کی علت قرار دیتے ہیں لیکن اسمٰعیلیوں کے اعتقاد کے لحاظ سے تمام موجودات کی علت عقل اول ہے اور وہی تمام اوصاف سے موصوف ہے۔ باری تعالیٰ علت ہونے سے مبرا اور منزہ ہے[4]۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ اسمٰعیلی کہتے ہیں کہ عقل اول کا وجود بطریق ابداع ہوا نہ کہ بطریق فیض جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں[5]۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ فلاسفہ عالم کو قدیم مانتے ہیں اور اسمٰعیلی اس کو حادث قرار دیتے ہیں۔

صوفیوں کو اسمٰعیلیوں سے کوئی تعلق نہیں

بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ صوفی اصل میں اسمٰعیلی ہیں۔ اور تصوف کے اصول اسمٰعیلی اصول پر منطبق کئے گئے ہیں۔ لیکن بقول پروفیسر براؤن "یہ سارے

---

[1] فصل ۳۲ (عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا)

[2] الرسالۃ الجامعہ۔ صفحہ ۳۲۔ [3] "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" (ملّا صدرا)

[4] العقل الاول مانہ تنتھی الیھا الموجودات [5] وجود العقل الاول لا علی طریق الفیض کما یقول الفلاسفۃ۔ بل علی طریق الابداع (راحۃ العقل بشرع ۲ سورہ ۲۵)

درست نہیں ہے۔ کیونکہ صوفی اپنے مسلک میں خاص طور پر ایک انتخاب کرنے والا شخص ہوتا ہے اور عام طور پر آزاد خیالات رکھتا ہے۔ صوفیوں کا ایک پسندیدہ قول یہ ہے کہ "خدا کے راستے انسانوں کے نفوس کے مانند مختلف اور بے شمار ہوتے ہیں علم طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ہو" تو تصوف کی تعریف زیادہ صحیح طور پر بخلاف ایک مخصوص تحریک کے ایک غیر مخصوص سکون سے کی جا سکتی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے اور علما بھی خاص کر وہ جنھوں نے کبھی مشرق نہیں دیکھا اسمٰعیلیوں اور زمان حال کے بابیوں کو صوفیوں کے رشتہ دار سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے درمیان وہی طبعی اختلاف اور تضاد ہے جو اعتقادی مسلک اور اختیاری مسلک کے درمیان ہوتا ہے۔ خصوصًا بابی صوفیوں سے نفرت کرنے میں شیعوں کے برابر ہیں کیونکہ صوفیوں کا نقطۂ نظر ایک معین اور اعتقادی مذہب کے حقوق سے بالکل علیحدہ ہے۔ اور یہی صوفی "آزاد" مذہب سے متنفر، مسیحی مبلغ ہنری مارٹن[1] کی تصنیفوں میں بہت واضح نظر آتا ہے۔ شیعہ ملّاؤں کا جو سلوک صوفیوں کے ساتھ ہوتا ہے موریر[2] نے نہایت عمدگی سے اپنی نادر کتاب حاجی بابا کی بارھویں فصل میں اس کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے۔ پھر بھی تصوف مختلف زمانوں میں خاص طور پر سنی ملکوں میں زیادہ مقبول رہا ہے۔ اور جس شخص نے سب سے بڑے صوفی جلال الدین رومی کی مثنوی پڑھی ہے اسے معلوم ہوگا کہ کئی مقامات پر معتزلیوں، فلسفیوں اور دوسرے آزاد خیال فرقوں پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو مذہبی خیالات کی وجہ سے قتل کئے گئے، ہر چند کہ وہ بعد کے زمانے میں ولی قرار دیئے گئے لیکن حقیقت میں وہ مختلف ملحدانہ عقیدوں کے مبلغ تھے۔ مثلاً حسین بن منصور الحلاج پکا سازشی اور خوفناک ذہنیت رکھنے والا

---

[1] Henry Martyn

[2] Morier

قرامطہ سے ملا ہوا تھا[1] حکمت الاشراق کا مصنف شیخ شہاب الدین مقتول (۵۸۷ھ) جامی کے قول کے مطابق زندیق، کافر اور فلاسفہ کا معتقد تھا[2] اور فضل اللہ حروفی عقیدے کا موجد تھا جسے تیمور نے ۸۰۳-۴ھ میں قتل کر دیا۔ اسی کے پیرو نسیمی (ترکی شاعر) کی ۸۲۰-۲۱ھ میں شہر حلب میں کھال کھینچی گئی۔ ملحد مبلغ کے لئے صوفی، درویش، یا مذہبی فقیر کا بھیس اختیار کرنا ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے موقعوں پر حشیشین[3] کے فدائیوں نے بھی ایسا ہی بھیس بدلا۔ لیکن اصلی صوفی بھی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا انفرادی مسلک اشاعت کی طرف کم مائل ہے[4]

---

[1] وکان المنصور مقدا ما جسورا، على السلاطين مرتكباً للعظائم ويدعى عند اصحابه الالهية ويظهر مذهب الشيعة للملوك ومذهب الصوفية للعامة (ابن النديم ۲۷۹)۔

[2] نفحات ۶۸۳۔

[3] حشا شون (الفاطميون فى مصر صفحہ ۱۱۸)

[4] Browne 1/421.

فصل (۳۶)

دولتِ فاطمیہ کے متعلق مؤرخوں کی رائیں

سید امیر علی کی رائے

ابتدائی زمانے کے فاطمیین بطلیموسوں کی طرح علم و حکمت کے بڑے حامی تھے۔ انھوں نے کالج۔ پبلک کتب خانے اور سائنس کے ادارے (دارالحکمۃ) جن میں بکثرت کتابیں ریاضی کے آلات اور ایک فنی اسٹاف موجود تھا قایم کئے یہ ادبی خزانے تمام لوگوں کے لئے بغیر کسی فیس کے وقف تھے۔ لکھنے کی چیزیں مفت فراہم کی جاتی تھیں۔ خلفاء ہمیشہ مباحثے کی مجلسیں منعقد کرتے، جن میں مذکورۂ بالا مدرسوں کے اساتذہ حصے لیتے تھے۔ یہ مجلسیں ان کے مختلف شعبوں کے لحاظ سے منطقیوں۔ ریاضی دانوں، قاضیوں اور طبیبوں پر مشتمل تھیں جن میں ہر طبقے کے علماء اپنے خاص خاص لباس (خلعت)[1] پہن کر شریک ہوتے تھے۔ دو لاکھ ستاون ہزار کی رقم جو محاصل کے باقاعدہ ذریعوں سے وصول ہوتی تھی ان مدرسوں پر ہر سال خرچ

---

[1] انگریزی یونیورسٹیوں کے گون میں عربی خلعت کی اصلی وضع اب بھی باقی ہے۔ (سید امیر علی۔ تاریخ عرب۔ صفحہ ۶۱۴)

کی جاتی تھی ۔ اس رقم سے استادوں کی تنخواہیں اور عام سائنٹفک تعلیم کی چیزیں مہیا کی جاتی تھیں ۔ ان مدرسوں میں ہر علم و فن کی تعلیم جس کی انسان کو ضرورت پڑتی ہے دی جاتی تھی ۔ علم ہئیت و نجوم کو ترقی دینے کے لئے اکثر مقاموں پر رصد گاہیں بنائی گئی تھیں ۔ علماء اور حکما ء ان مسلمان فراعنہ کی حکومت کو پر رونق بنانے کے لئے ایشیا اور اندلس سے بلائے جاتے تھے ۔

بنو فاطمہ اور بنو عباس کی حکومتوں کے اصول عام طور پر چند عہدوں کے سوا جن کے نام مختلف تھے ایک دوسرے سے مشابہ تھے ۔ لیکن ایک خاص اور اہم فرق یہ تھا کہ دولت فاطمیہ کے آخری زمانے میں امیر الجیوش کا اثر بہت بڑھ گیا ۔ یہ امیر اپنے عہدے کے علاوہ وزارت کے عہدے کا بھی حامل تھا ۔ اس کے اقتدار نے کمزور خلفاء کی شخصیت کو مٹا دیا ۔ ان کا زوال مستنصر کے زمانے سے شروع ہوا ۔ اس خلیفہ کے عہدے سازش نے سیاست کی جگہ لینا شروع کی ۔ آداب و اخلاق کی کوئی اہمیت نہ رہی ۔ سیاسی خدمتوں نے عزت اور ترجیح کے دروازے کھول دیئے ۔ عالم کی جگہ جاسوس کو مل گئی ۔ شریفوں ، خودداروں اور وفاداروں کو خوشامدیوں اور طفیلیوں نے پیچھے ہٹا دیا ۔ حکام یہ کوشش کرنے لگے کہ رعیت میں پھوٹ ڈال کر حکومت کریں لیکن ان کی اس کوشش کا مہلک اثر انھی کی ذات پر پڑا ۔[۱]

پروفیسر حسن ابراہیم حسن کی رائے

بنو فاطمہ ایک وسیع حکومت اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہوئے ۔ جن کی نظیر مشرق میں ان سے پہلے کم ملتی ہے ۔ یہ تمدن اپنے مختلف شعبوں کی مستحکم تنظیم ، فوجوں اور جنگی جہازوں کی آراستگی ، محکموں کی عدالت اور مذہبی رواداری میں مشہور ہے ۔ ان سب سے اہم اس کی علم اور

۱؎ Syed Ameer Ali, History of Saracens, p. 614-615.

ثقافت کی وہ تائید اور امداد ہے جسے سب جانتے ہیں ۔ اس تمدن کے بعض آثار اب بھی باقی ہیں ۔ ان لوگوں نے مصر کے لئے ایک اہم میراث چھوڑی ہے جو جامعہ ازہریہ ہے ۔ ہم اس سے فاطمیین کی ان کوششوں کا اندازہ کر سکتے ہیں جو تعلیم کی نشر و اشاعت میں ان کی جانب سے کی گئیں جن کا اثر ازہر میں اب تک باقی ہے ۔ یہ سچ ہے کہ اس جامعہ نے بنو فاطمہ کے زوال کے باعث کچھ دنوں تک اپنی اہمیت کھو دی ۔ کچھ تعجب نہیں کہ بنو ایوب نے جو سخت متعصب سُنی تھے فاطمیوں کے ان تعلیمی آثار کو برباد کرنے کا اہتمام کیا جو شیعی عقائد کی اشاعت کے لئے بنائے گئے تھے ۔ ازہر پر تقریبًا ایک زمانہ گزرا قبل اس کے کہ حکومت اور دولت کے ارکان نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی ۔ جب ظاہر بیبرس متوفی ۶۷۶ھ کا زمانہ آیا جسے علم کا بہت شوق تھا تو اس نے جامع ازہر میں پھر خطبہ جاری کیا ۔ اس زمانے سے ازہر کی ترقی کا دور جدید شروع ہوا ۔ اب تک عالم اسلامی کے ہر گوشے سے طلبہ اس میں تکمیل تعلیم کے لئے آتے ہیں[۱]۔

دی غویہ اور دوزی کی رائیں[۲]

پروفیسر براؤن نے اسمٰعیلیوں کے ذکر میں یہ لکھا ہے کہ " وہ ذہانت اور چالاکی جس نے اس فرقے کو جو دوسرے فرقوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ایسی پُر اثر اور زور آور حرکت دی جس سے وہ تقریبًا چار سو سال لطف اٹھاتا رہا حسب معمول ایران سے آئی تھی ۔ میں اس کے بیان کرنے میں دو بڑے ڈچ عالموں کے اقوال نقل کرنے سے بہتر کچھ اور نہیں کر سکتا ۔"

دی غویہ کہتا ہے کہ " عرب اور اسلام سے بڑی نفرت ہی وہ سبب تھا جس نے تیسری صدی کے نصف میں ایک شخص نامی عبداللہ بن میمون کو جو پیشے کی حیثیت سے

---

[۱] الفاطمیون فی مصر ۳۱۵ ۔

[۲] de Goeje and Dozy.

قداح اور نسل کے اعتبار سے ایرانی تھا ایسی تجویز سمجھائی جو بڑی دلیری اور چالاکی سے سوچی گئی اور غیر معمولی یقین اور قوت سے عمل میں لائی گئی[1]۔

فاتح[2] اور مفتوح کو ایک ہی جماعت میں مربوط کرنا، اور آزاد خیال آدمیوں کو جو مذہب کو عام لوگوں کے لئے ایک لگام سمجھتے ہیں ایک ہی انجمن میں جس کی تعلیم کے مختلف مدارج ہوں شامل کرنا، مومنوں کو کافروں کی حکومت قائم کرنے کے لئے ہتیار بنانا، غرضکہ ایک بڑی متحد اور اطاعت کیش پارٹی اپنے لئے بنانا جو وقت آجائے تو تخت اگر خود اس کو نہیں تو کم سے کم اس کی اولاد کو دے سکے۔ یہ تھا عبداللہ بن میمون کا زبردست خیال جو اگرچہ عجیب اور بے باک تھا لیکن عبداللہ نے اسے اپنی حیرت انگیز فراست، بے مثل ہوشیاری، اور ایک انسانی دل کی گہری معرفت سے اسے واقعہ بنا کے ثابت کر دکھایا[3]۔

اس کے بعد پھر دغویہ کہتا ہے کہ " اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایسے ذریعے فراہم کئے گئے جو بجا طور پر شیطانی کہے جا سکتے ہیں۔ انسانی کمزوری کے ہر پہلو پر حملہ کیا گیا، ایمان لانے والوں کو جان نثاری سکھائی گئی، بے پروا اشخاص کو صرف رخصت ہی نہیں بلکہ آزادی کی تعلیم دی گئی، عقلمندوں کو فلسفہ بتایا گیا، متعصبوں کو آخرت کی امیدیں دلائی گئیں اور عام لوگوں کو معجزے دکھائے گئے! اسی طرح یہود کے سامنے ایک مسیح[4]

---

[1] Memoire Surles Caramathes.

[2] یہاں سے دوزی کا قول شروع ہوتا ہے جسے دی غویہ اس جگہ پر نقل کرتا ہے۔

Hostoire des Muselmans de l'Espegne

[3] یہاں دوزی کا قول ختم ہوتا ہے۔

[4] من اقاویل الانبیاء قول اشعیاء النبی فی التوراۃ " قد جاءك صادق راكب علی حمار .... حال الامام الحاکم بامر اللہ) فاتی دلالۃ اصدق ... قد افنی المفسدین ویفنیھم ابداً بمحاکۃ شفتیہ بقولہ خذ واس اس فلان واقتلوہ بعصیانھم (رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم۔ تیرہ رسائل)

نصاری کے روبرو ایک فارقلیط ۔ مسلمانوں کے لئے ایک مہدی اور ایرانی اور شامی مشرکوں کے لئے ایک فلسفیانہ مذہبی نظام پیش کیا گیا ۔ یہ نظام ایک ایسے خاموش استقلال کے ساتھ جاری کیا گیا جو ہمارے لئے حیرت انگیز ہے اور اگر ہم اس کے مقصد کو بھول سکیں تو ہماری تحسین کا مستحق ہے[۱]۔

پروفیسر براؤن کی رائے

اقوال مذکورۂ بالا کے نقل کرنے کے بعد پروفیسر براؤن نے ان پر یہ تنقید کی ہے :" اسمٰعیلی تحریک کے اس واضح بیان پر میں صرف یہ تنقید کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بیان کسی طرح سے نہ ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے اپنی کوشش سے ہزاروں خطروں اور مشکلوں کے مقابلے میں اسمٰعیلیت کی اشاعت کی اور نہ ان داعیوں کی جماعت کے حق میں جن کی کم سے کم وفاداری اور جان نثاری قابل تحسین ہے عدل وانصاف پر مبنی ہے ۔اور یہاں میں رینے ڈوساانڈ کی کتاب سے جو حال میں شائع ہوئی ہے ایک اقتباس نقل کئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ یہ مستشرق ان معدودے چند یوروپین علماء میں سے ہے جنھوں نے اس عجیب و غریب فرقے کی خوبیوں کو قابل قدر سمجھا ۔ فاطمی حکومت عام طور پر اتفاقی مظالم اور سختیوں کے سوا جو وقت اور جگہ کے لحاظ سے ناگزیر تھیں روادار، مفید، علمی اشاعت کی طرف دار اور مؤید تھی[۲]۔

رینی ڈیبو کی رائے

یہ کہتا ہے کہ " چند خاص غلو آمیز باتوں کی وجہ سے متعصب مسلمان ان (اسمٰعیلی) عقیدوں سے متنفر ہوگئے اور انھیں بالکل ناقابل قبول قرار دیا ۔ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ بہت سے اسمٰعیلی اصول فرقہ معتزلہ سے اخذ کئے گئے جو منجملہ اور مسائل کے خدا کے اوصاف کو تسلیم نہیں کرتا اور عقیدہ اختیار کا قائل ہے ۔ باوجود اس حدت کی کمی کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان

---

[۱] De Goeje Memoire Surles Caramathes

[۲] Browne, A Literary History of Persia, 1/394—399

کے متعلق مغربی علماء کے فیصلوں میں بڑی سختی کی گئی۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط ملط کر کے سب پر ناپسندیدگی، لعنت اور پھٹکار کا ایک ہی حکم لگانا جیسا کہ مسلمان عالموں کا طرز عمل رہا ہے یقیناً کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ بنو فاطمہ جنھوں نے اسمٰعیلی مذہب کو مصر میں ترقی اور فروغ دیا۔ ان کے مٹنے سے خوش حالی رونق اور رواداری کا ایسا دور ختم ہوگیا جس سے پھر کبھی مشرق لطف اندوز نہ ہو سکے گا۔ وہ اسمٰعیلیوں کی شاخ بھی جس سے Assassin [1] کا لفظ مشتق ہے اور جس پر وہ لفظ ابتدا میں اطلاق کیا گیا کسی طرح سے پہلا فرقہ نہ تھا جس نے ایک مظلوم چھوٹی جماعت کا یہ ہتھیار اپنے مخالفین کے مقابلے میں استعمال کیا ہو۔ اور خود شیخ الجبل (حسن بن صباح) بھی اتنا بدصورت نہ تھا۔ جتنی اس کی بھیانک تصویر رولج نے کھینچی [2]۔

اسٹانلی لین پول کی رائے

اسٹانلی لین پول کہتا ہے کہ "فاطمی حکومت جسے معز نے مصر میں قائم کیا اس کے دو صدیوں تک برقرار رہنے کا سبب نہ تو حکمرانوں کی قابلیت تھی اور نہ محکوموں کا اخلاص۔ اکثر خلفاء بڑے عیش پسند تھے اور حکومت وزیروں کے ہاتھوں میں منتقل ہوگئی تھی جو بار بار اپنے بادشاہوں یا فوج کے متواتر مالی مطالبوں کی وجہ سے جن کے پورا کرنے میں وہ کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوتے تھے بدل دیئے جاتے تھے۔ اکثر وزراء صرف روپیہ سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی پالیسی میں نہ بلند خیالات تھے نہ حوصلہ مند تجویزیں۔ وہ سلطنت جو معز کے زمانے میں شمالی افریقہ۔ صقلیہ۔ شام اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی جلد گھٹ گھٹا کر صرف مصر تک محدود رہ گئی۔ افریقی اضلاع جو صرف خراج گزاری کے تعلق کے باعث

---

[1] یہ لفظ حشیشین سے جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے۔

[2] Histoire et Religion des Nosairis.

ملحق تھے ۴۴۰ھ میں کھلم کھلا خود مختار ہو گئے ۔ اور خلفائے عباسیہ کی پھر اطاعت (برائے نام ہی کیوں نہ ہو) کرنے لگے ۔ شام پوری طرح کبھی ان کے قبضے میں نہ آیا ۔ اور برابر بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا مرکز بنا رہا ۔ فقط بلاد عرب میں ان کا زیادہ اثر رہا ۔ لیکن وہ بھی ان کی ذاتی کوششوں سے نہیں بلکہ اس عام شیعی تحریک کی وجہ سے جو بغیر ان کی رہنمائی کے وہاں جاری رہی ۔ خود مصر میں ان کی قوت نہ کوئی درست اور معقول بنیاد پر قائم تھی، نہ کوئی عام شیعی عقیدوں کی پابندی یا ان کے نسبتی جھگڑے پر جس کی کئی بار سنی اور شیعی علماء نے تردید کی ۔ ان کا تخت خوف پر مبنی تھا اور اُن کی غیر ملکی فوجی کثرت کی ہیبت سے باقی رہا ۔ مغرب کی نوجوں میں ہمیشہ ان کے ہم وطن بربر بھرتی کئے جاتے تھے ۔ زرآشنا ترکی جو مشرق سے خریدے جاتے یا خود فوجی ملازمت اختیار کرتے تھے اور عیاش سوڈانی جو جنوب سے فراہم کئے جاتے تھے ۔ یہ سب کے سب مصری خلافت کے حصن حصین تھے اور اس کی دیر پائی کے اصل سبب تھے ۔ تاہم اس ظلم کے سامنے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا مصریوں کے سوا یہ ناقابل برداشت بھاری بوجھ کوئی اور قوم اٹھا سکتی ۔ یہ سچ ہے کہ خلافت فاطمیہ کی ابتدا سے اس طویل تشدد کی کوئی توقع نہ تھی ۔ عزیز بن معز جو ۱۱ ربیع الاول ۳۶۵ھ میں اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن اس کی جانشینی کا اعلان عیدالاضحیٰ تک نہیں کیا گیا نہایت اچھا حاکم، بڑا بہادر، خوبصورت، (اگرچہ اس کے بال سرخی مائل اور آنکھیں نیلی تھیں جن سے عرب ہمیشہ ڈرا کرتے تھے) دلیر، شکار پسند اور بڑا امن چاہ جرنل تھا ۔ اس کی طبیعت میں مروت اور ملنساری ایسی تھی کہ کبھی ناراض نہ ہوتا اور خوں ریزی سے نفرت کرتا[1]

---

[1] Stanley Lane-Poole, pp. 117—119.

فصل (۳۷)

تبصرہ

اسلام کے جن فرقوں نے مذہب کو فلسفے سے متحد کرنے کی کوشش کی اُن میں معتزلہ اور اسمٰعیلیہ کو قدامت کا شرف حاصل ہے[1]۔ اب رہ گئی ان دونوں میں سے سابق فرقے کی تعین اور تخصیص تو اس میں مورخوں کا اختلاف رہا۔ اکثر کی رائے میں اسمٰعیلیوں نے اپنے اصول معتزلیوں سے اخذ کئے ہیں جن کا رئیس واصل بن عطا (متوفی ۱۳۱ھ) ہے۔ لیکن اسمٰعیلی فرقے کا دوسرے شیعہ فرقوں کی طرح یہ عقیدہ ہے کہ شریعت کے روحانی علوم کا منبع اور سرچشمہ حضرت علیؓ ہیں۔ آپ کے بعد ان علوم کی وراثت آپ کی اولاد کو ملی۔ یہ علوم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ) تک پہنچے۔ آپ نے ان کی اشاعت میں

---

[1] اسی طرح نصاریٰ نے بھی کیا۔ پہلا وہ نصرانی جس نے دین نصاریٰ کو فلسفے سے ملانے کی کوشش کی اسکندریہ کا باشندہ Clement تھا جو افلاطونی خیالات رکھتا تھا۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ افلاطون نے پہلے ہی سے انجیل کی تعلیمات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

O'Leary, Arabic Thought and its place in History.

بڑا حصہ لیا۔ آپ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان نے ایک ہزار ورق کی ایک کتاب لکھی جس میں آپ کے پانچ سو رسالے شامل ہیں[1]

دولت فاطمیہ کی بنیاد

بہر حال اسمٰعیلیوں کی روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق نے "علوم باطنیہ[2]" کی اشاعت میں بڑا اہتمام کیا۔ آپ ہی نے ظہور کے پہلے مہدی کے ظہور کی تمہید کی جس کی مفصل کیفیت گزر چکی ہے۔ بلاد مغرب (افریقہ کے شمالی حصے) میں اسمعیلی داعیوں نے مسلسل اور جان توڑ کوششیں کر کے اسمٰعیلیت پھیلائی اور خلافت عباسیہ کے سیاسی اثر کو ان شہروں سے زائل کر دیا۔ ان میں سب سے زیادہ جس داعی کی دلیری محنت اور جاں فشانی قابل تعریف و تحسین ہے وہ ابو عبد اللہ شیعی ہے اور فاطمیین کے ظہور کا سہرا اسی کے سر ہے ۲۹۶ھ میں اُس نے مہدی کو سجلماسہ کے قید خانے سے چھڑا کر پبلک میں ظاہر کیا اور حکومت کی باگ اُسے سونپ دی۔ مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا جو ابو مسلم خراسانی کا خلافت عباسیہ میں ہوا۔ دونوں نے بے انتہا کوششیں کیں۔ اپنی جانوں کو بڑے خطروں میں ڈالا اور ملک فتح کر کے اپنے آقاؤں کو نذر کر دیا۔ لیکن جب آقاؤں کو تخت ملا اور استقلال حاصل ہو گیا تو انھوں نے پہلے اپنے ہی غلاموں کو موت کے گھاٹ اُتارا[3]۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسمٰعیلی پہلے ایک فرقے کی شکل میں تھے۔ بڑھتے بڑھتے سیاست کے میدان میں اُتر آئے۔ ان کے مہدی کے ظہور کا اصلی مقصد ان کے عقائد کی تعلیم تھی۔ لیکن بلاد مغرب فتح کرنے کے بعد مہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا تاکہ لوگ اس

---

[1] یہ رسالے زیادہ تر زجر۔ فال کیمیا وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ جابر بن حیان کا نام کیمیائی دنیا میں بہت مشہور ہے (ابن خلکان ۱۰۵)

[2] علم تاویل اور علم حقیقت (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فصل ۳۲)

[3] چوں کار مہدی بالا گرفت می خواست تا ایوان شریعت را پست گرداند در احکام آں تہاون می نمود۔ ابو عبد اللہ را در و شک افتاد و در آں کار عزیمت او واھی گشت (جہاں کشائے جوینی ۳/۱۵۸)

کی امامت تسلیم کریں۔ باطنی اسمٰعیلی عقائد کی تعلیم صرف "دعوت" کے حلقے تک محدود رہی۔ اس زمانے سے فرقہ اسمٰعیلیہ کا مذہبی دور سیاسی دور میں بدل گیا۔ جس کے اسباب تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں[1]۔

فتوحات اور اُن کے اسباب

بلاد مغرب کی بغداد سے دوری، حکومت عباسیہ کی کمزوری، بربر کا عربوں سے تعصب اور اثنا عشریوں کے بارھویں امام کی غیبت یہ سب ایسے اسباب تھے جن کی تائید سے اسمٰعیلی داعیوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ملک اُن کے ہاتھ آیا۔

مہدی اور اس کے دو جانشینوں قائم اور منصور نے بلاد مغرب کی فتوحات کی تکمیل کی۔ سبتہ کے سوا جو اندلس کے بنی امیہ کے تحت باقی رہا۔ مغرب کے تمام شہر ان کے قبضے میں آگئے۔ ساحل کے اکثر جزیروں پر بھی دولت فاطمیہ کا جھنڈا لہرایا۔ یہاں تک کہ جنیوا بھی ان کی مفتوحات میں شامل ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً انھوں نے مصر فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ظہور کے چوتھے امام معز نے اپنے غلام جوہر کے ذریعے مصر بھی فتح کر لیا۔ اس کے تقریباً چار سال بعد خود معز قاہرہ پہنچا اور اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ مصر کے بعد شام کے اکثر شہر فاطمیین کے قبضے میں آئے لیکن یہ قبضہ دیرپا ثابت نہ ہو سکا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شامی باغی ہو کر خلافت عباسیہ کے ساتھ ہو گئے۔ فلسطین بھی کچھ عرصے تک خلافت فاطمیہ میں شامل رہا۔ مستنصر کے زمانے میں ایک سال تک بغداد میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حجاز اور یمن بھی کچھ مدت کے لئے فاطمی قلمرو میں داخل ہو گئے۔ گو فاطمیین کی حکومت کا دائرہ صرف بلاد مغرب مصر اور کچھ عرصے کے لئے شام اور فلسطین تک محدود رہا۔ لیکن ان کا مذہبی اثر عراق۔ یمن اور ایران میں کئی صدیوں تک باقی رہا۔ اکثر بڑے بڑے

---

[1] فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں)، فصل ۳۵ (اسمٰعیلی عقائد)

داعی ایران میں پیدا ہوئے۔ بصرہ اخوان الصفا۔ کی انجمن کا مرکز تھا۔ شام، یمن، ہندوستان، اور ایران کے بعض شہروں میں اب بھی اسمٰعیلی پائے جاتے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد تقریبًا پانچ لاکھ ہوگی[1]

فاطمیین کی سیاسی کامیابی اور ان کا عروج

معز اور عزیز کے زمانے میں خلافت فاطمیہ کی شان و شوکت کو روز بروز عروج حاصل ہونے لگا۔ قاہرہ معز نے آباد ہوا، مصر اور شام خلافت فاطمیہ میں داخل ہو گئے، جامع ازہر اور دوسری مسجدیں تعمیر کی گئیں، رفاہ عام کے کام شروع ہوئے، مدرسے جاری کیے گئے۔ کتب خانے کھولے گئے، رصد گاہیں بنائی گئیں، قاہرہ علماء اور فضلاء کا مرکز بنا۔ غرض کہ ممالک فاطمیہ ہر طرح سے سرسبز و شاداب ہوئے ان کی سیاسی اور اقتصادی حالت میں گوناگوں ترقی ہوئی اور لوگ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ محصولوں کی فراوانی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جس سال جوہر مصر میں پہنچا اس سال چونتیس لاکھ دینار خراج وصول ہوا[2] دولت فاطمیہ میں فلاحین (کسانوں) کی حالت نہایت اچھی تھی۔ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی تھی اور انھیں بڑی سہولتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ بہرحال معز اور عزیز کی تعریف اور توصیف پر تمام مورخوں کا اتفاق ہے۔ فتوحات بھی زیادہ تر انھی کے زمانے میں ہوئیں۔

فاطمیین کا عام اسلامی تمدن میں حصہ

فاطمیین نے عام اسلامی تمدن میں جو اس زمانے میں رائج تھا کافی حصہ لیا مسجدیں بنوائیں جن میں سے جامع ازہر۔ جامع حاکم

---

[1] اس میں دروزی، نزاری (خوجے)، اور بھرے (یا بوا ہیر داودی۔ سلیمانی وغیرہ) شامل ہیں۔

[2] مقریزی ۱/۱۰۲

جامع اقمر وغیرہ آج تک باقی ہیں ۔ ان میں درس گاہیں قائم کیں جن میں مختلف علوم فقہ، حدیث، تفسیر، تاریخ، نحو وصرف، ہیئت، نجوم، طب اور طبیعیات وغیرہ کی تعلیم تمام رعایا کو بغیر امتیاز مذہب وملت دی جاتی تھی۔ ایک ایسا کتب خانہ کھولا جس کی نظیر دوسری ریاستوں میں نہ تھی۔ اکثر علوم وفنون کی کتابیں اس میں فراہم کیں۔ جملہ کتابوں کی تعداد تقریباً چھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ فاضلوں نے اس کتب خانہ سے فائدہ اٹھایا۔ خاص اسمٰعیلی مذہبی علماء مثلاً جعفر بن منصور الیمن، ابو حاتم الرازی، ابو یعقوب السجستانی، قاضی القضاۃ نعمان بن محمد، احمد حمید الدین الکرمانی، ہبۃ اللہ المؤید الشیرازی، اور حکیم ناصر خسرو کے علاوہ علوم عامہ میں بھی بڑے بڑے قابل اشخاص پیدا ہوئے۔ چنانچہ تاریخ میں ابن زولاق اور مسبحی، نحو میں طاہر بن بابشاد، ہیئت میں منجم علی بن یونس، طبیعیات میں ابو علی حسن بن الھیثم، طب میں موسی بن العنرانی۔ سعید بن بطریق اور عمر بن علی الموصلی جیسے افراد دولت فاطمیہ میں موجود تھے۔ ان کا کتب خانہ صلاح الدین کے لشکر نے بڑی بے دردی سے تباہ کر ڈالا۔ ورنہ ممکن تھا کہ اور عالموں اور ان کی تصنیفوں کا پتہ لگتا۔ خلیفہ حاکم نے ایک عظیم الشان رصدگاہ بنوائی جس کی مدد سے اس کے منجم علی بن یونس نے ایک بہترین زیج تیار کی۔ صنعت و حرفت میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ جب مستنصر کے خزانے لوٹے گئے تو ان میں ایسی ایسی نایاب چیزیں نکلیں، جنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ مصر میں ایک بازار "سوق القنادیل" کے نام سے مشہور تھا جس میں طرح طرح کی مصنوعات خرید وفروخت کے لئے آتی تھیں۔ یہاں کے بلور اور مٹی کے برتن اپنی صفائی اور نزاکت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ نائب حافظ کے عہد میں دردِ قولنج کے رفع کرنے کے لئے جو ڈھول تیار کیا گیا تھا وہ دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا

---

۱ فصل ۲۹۔

ہے۔ حکومت فاطمیہ کے نظم ونسق کی کیفیت اور فاطمیین کے آسمانی اور موروثی حقوق کی تفصیل گزر چکی ہے[1]۔

فاطمیین کا زوال

عزیز کے بیٹے حاکم کے پچھلے زمانے سے فاطمیین کا زوال شروع ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ حاکم کی مذہبی سختیوں نے دولت کے شیرازے کو منتشر کر دیا۔ اہل کتاب بدظن ہو گئے، اسلام کے دوسرے فرقوں کی ہمدردی جاتی رہی، خارجیوں نے سر اٹھایا، اس کثرت سے وزیر، قاضی، عہدہ دار اور دوسرے خدمت گار قتل کیے گئے کہ بعض اسمٰعیلی داعی اور قاضی بھی حاکم کے خوف سے مصر چھوڑ کر بھاگ گئے[2]۔ جس سے خود "اسمٰعیلی دعوت" کا نظام درہم برہم ہو گیا، جیسا کہ باب الابواب داعی حمید الدین الکرمانی نے لکھا ہے[3]۔ اسی حکمراں کے عہد میں فرقہ دروزیہ اٹھا۔ جس کی وجہ سے اسمٰعیلیوں کی قوت جو ایک مرکز پر جمع تھی منتشر ہو گئی۔ نئی جماعت اور پرانی جماعت کے درمیان کئی ہنگامے ہوئے۔ فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ آپس کی تردید میں کئی رسالے شائع ہوئے۔ آخرکار حاکم قتل کر دیا گیا یا اسمٰعیلی روایت[5] کے مطابق اسے غیبت اختیار کرنی پڑی اور خدا نے اسے اپنی طرف رفع کر لیا[4]۔

---

[1] فصل ۲۶ اور اس کے بعد کی فصلیں۔

[2] فصل ۱۶ (حاکم کے وزیروں، قاضیوں، رؤسا دولت اور خدمت گاروں کا قتل)

[3] لما وردت الحضرۃ النبویۃ مهاجراً رأیت السماء قد اظلت بسحاب عمیم والناس تحت ابتلاء عظیم والعهد فی الرسوم السالفۃ قد نقض وعن اولیاء الدین بما کسبت ایدیهم قد رفض والعالی قد اتضع والسافل منهم قد ارتفع ..... الاحوال التی تشیب لها النواصی (رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم) اصلاح دعوت کے لیے داعی خلکین کا تقرر ہوا جس کی طرف سے کرمانی نے مسائل کا جواب دیا۔ [4] ثم کانت غیبۃ الامام الحاکم فانه خرج کما کان یخرج الی البراری فلم یعلم احد بارہ کیف کان ورفعه الله الیه (عیون الاخبار ۶/۲۱۲)

حاکم کے بعد اس کا بیٹا ظاہر امام ہوا جس کی عمر سولہ سال کی تھی اس کی کم سنی کی وجہ سے حکومت ایک کونسل کے ہاتھ میں تھی جو حاکم کی بہن کے مشورے سے سلطنت کے امور انجام دیتی تھی۔ عورت کے اقتدار کی دولت فاطمیہ میں یہ دوسری نظیر ہے۔ پہلی نظیر عزیز کی نصرانی بیوی ہے[1] تیسری نظیر مستنصر کی ماں ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کا نظم ونسق ایک زمانے تک رہا۔ کیونکہ مستنصر کو جب امامت ملی اس وقت وہ سات سالہ لڑکا تھا[2] اس کے عہد میں فاطمی لشکر کی حالت بہت بگڑ گئی بربری فوجوں کے خلوص اور وفاداری میں فرق آجانے کی وجہ سے عزیز نے ترکی عنصر فوج میں شامل کیا تھا۔ اس کے بیٹے حاکم کی کم سنی سے فائدہ اٹھاکر ترکی فوج کے افسر برجوان نے بربر قوم کے سرگروہ حسن بن عمار سے مقابلہ کیا۔ آپس کی ان لڑائیوں سے فوج خود کمزور ہوگئی۔ مستنصر کی ماں نے اپنے زمانے میں اپنے ہم قوم حبشیوں کو بھی فوج میں بھرتی کردیا اور اکثران کی طرف داری بھی کی[3] اس لئے حبشیوں اور ترکوں میں آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ ترکی فوج کے سردار ناصر الدولہ نے اپنے بے جا مطالبوں سے خزانے پر بڑا بار ڈالا یہ فوج آتنی خودسر

---

[1] یقول لنا المکین بن العمید ان العزیز تزوج امرأۃ نصرانیۃ ورزق منھا بنتاً وکان للمرأۃ اخوان احدھما اسمہ ارمیس والآخر ارسانیس وکلاھما بطرک (عبداللہ عنان ۴۲)

[2] فقال ما الذی تشیر الیہ بفعلہ فقلت مخاطبۃ الستر الرفیع اعنی والدۃ امیر المومنین فی ھذا الباب یخرج امرھا الی الوزیر بما یسفر معہ وجہ الحجاب (السیرۃ المؤید یہ۔ ورقہ ۶۸) وکان والدھا العزیز یحبھا ویستمع الی نصحھا فی کثیر من الامور وکان لھا اثر ظاھر فی توجیہ سیاستہ نحو النصاری فکلما ھبت بادرۃ من السخط علیھم تدخلت لتلطیفھا والعود الی سیاسۃ التسامح (عبداللہ عنان ۴۲)

[3] والامۃ (الحبشیۃ) تلد بھا ای تلک صاحب الوقت الموعود (الفترات ۳۳۸)

ہو گئی کہ اس نے امام کے محل ہی کو لوٹ لیا اور مستنصر کے پاس ایک بوریے کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ کتب خانہ فاطمی کی قیمتی کتابیں کوڑیوں کے مول بک گئیں۔ عہدہ داران حکومت ایسے فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے کہ ان کو غسالی اور جاروب کشی اختیار کرنی پڑی[1]۔ وبا نے ان مصیبتوں کو اور بڑھا دیا۔ حکومت کی نیک بختی سے بدرالجمالی طلب کیا گیا جس نے ارمنی قوم کی مدد سے ترکی لشکر کے تمام فتنوں کو دبا کے حکومت کی بنیاد کچھ عرصے کے لئے مستحکم کر دی۔ ملک میں آسودگی اور خوشحالی کے آثار نظر آنے لگے اور تقریباً بیس سال تک رعیت کو امن و امان نصیب ہوا۔

گو مستنصر کے عہد میں الپ ارسلان بساسیری نے بغداد اور داعی علی بن محمد صلیحی نے یمن فتح کیا لیکن یہ فتوحات عارضی تھیں۔ ۴۴۳ھ میں بلاد مغرب نے استقلال حاصل کر لیا اور ملک شام پھر ممالک عباسیہ میں شامل ہو گیا۔ اس طرح دولت فاطمیہ کی وسعت میں روز بروز کمی ہوتی گئی۔ مستنصر اور بدرالجمالی دونوں قریب قریب ایک ہی زمانے میں گزرے۔ مستنصر کے بعد اس کے دو بیٹے نزار اور مستعلی تخت امامت کے لئے جھگڑنے لگے۔ گو مستعلی کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن ملک میں الگ الگ ایسے دو فرقے قائم ہو گئے جن میں خانہ جنگی ہونے لگی۔ زوال کے اسباب میں یہ اور اضافہ ہوا۔ آخر کار نزاریوں نے مستعلویوں کے امام آمر کو قتل کر ڈالا۔ ان کا رعب ایسا چھا گیا تھا کہ آمر کا ڈھائی سالہ بچہ امام طیب چھپا دیا گیا جس کی وجہ سے ائمہ قیامت کے روز تک "مستور" رہیں گے۔ آمر کے بعد نائبوں کا سلسلہ شروع ہوا جو دین کی حفاظت کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ یہ سلسلہ صرف ترتالیس (۴۳) سال قائم رہا۔ ان کے زمانے میں حکومت کی حالت اور ابتر ہو گئی۔

ملک کے اندرونی فسادوں کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ پچھلے حکمران

---

[1] فصل ۱۰ (ناصر الدولہ کا استبداد مستنصر کے محل کی لوٹ)

اپنی کم سنی کی وجہ سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ عزیز کے بعد نو(۹) حاکم گزرے جن میں پانچ ائمہ اور چار ان کے نائب تھے۔ ان نو حاکموں میں سوائے حافظ کے کسی کی عمر اٹھارہ سال سے زائد نہ تھی۔ بعض کی عمر تو پانچ سال اور بعض کی سات سال کی تھی۔ اسی وجہ سے وزیر حکومت کے مالک ہو گئے تھے اور ان کا استبداد بہت بڑھ گیا تھا۔[۱] ایسے نوعمر حکمران عیش و عشرت میں پڑ گئے۔[۲] وزیروں نے ان کو اپنے قابو میں رکھا۔ چنانچہ انھوں

---

[۱] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وزیر افضل نے جو شہنشاہ کے لقب سے مشہور تھا نزار کے انتقام سے بچنے اور اپنے عہدہ پر قائم رہنے کے لئے مستنصر کے سب سے چھوٹے پانچ سالہ بیٹے مستعلی کو تخت امامت پر بٹھا دیا۔ اسی طرح وزیر طلائع بن رزیک نے بھی ایک عمر رسیدہ تجربے کار شخص کو چھوڑ کر حافظ کے پوتے عاضد کو جو ابھی جوان نہیں ہوا تھا حاکم بنا دیا (تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے فصل ۱۹ - ۲۴)

[۲] کان الظاهر جميل السيرة حسن السياسة منصفاً للرعية الا انه مشتغل بلذاته محب للدعة والراحة قد فوض الامور الى وزيره الجرجرائى (ابن الاثیر ۹/۱۸۶) وكان الظاهر مشغوفاً باللهو محباً للغناء فتانق الناس فى ايامه بمصر واتخذوا المغنيات والرقاصات وبلغوا من ذلك مبلغاً عظيماً (مقریزی ۲/۱۶۹) وكان من عادة الخليفة المستنصر فى كل سنة ان يركب على النجب مع النساء والحشم الى جب عميرة بهيئة الله خارج الى الحج على سبيل اللعب والمجانة وربما حمل معه الخمر عوضاً عن الماء وانشد ه مرة الشريف ابو الحسن على بن الحسين بن حيدرة العقيلى فى يوم عرفة: "قم فانحر الراح يوم النحر بالماء - ولا تضح ضحى الا بصهباء" (مقریزی ۲/۲۸۳) شاعر مذکور کا ایک مخطوطہ نسخہ کتب خانہ اسکوریال (اسپین) میں محفوظ ہے خلیفہ مستنصر اور دیگر خلفا کی سیرتیں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہیں۔ كان الفاطميون يناظرون العباسيين فى كل شيء حتى فى اسباب الحضارة ففاقوهم فى كثير من اسباب البذخ والترف ...... فان العباسيين ما صنعوا اعصائب لنسائهم دخفا فمن بالجواهر ولكن الفاطميين ما صنعوا بها

(باقی اگلے صفحہ پر)

نے موید شیرازی جیسے جلیل القدر باب الابواب کو مستنصر سے باریابی حاصل کرنے سے ایک زمانے تک روک رکھا۔ بڑی مشکل سے موید کو اجازت ملی۔ چند سال بعد ان کو باوجود ان کی نارضا مندی کے حلب کی جنگ پر بھیج دیا گیا۔ اسی طرح داعی حسن بن صباح سے بھی سلوک کیا گیا۔ بڑی مشکل سے انھیں مستنصر کی ملاقات نصیب ہوئی۔ یہ پہلے مصر سے جبراً واپس کر دیئے گئے تھے۔ غرضکہ مستنصر کو حکومت سے بالکل بے دخل کر دیا گیا۔ آخر کار داعی ادریس کی روایت کے مطابق اسے زہر دے دیا گیا[1] یہ تو حکمرانوں کی بے بسی کا عالم تھا۔ رہے وزرا۔ وہ تو مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر افضل کی دولت اتنی تھی کہ اس کے خزانوں کی فہرست مرتب کرنے میں دو مہینے لگے۔ وزیروں کے اس طرز عمل نے حکمرانوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آمر نے افضل کو قتل کرا دیا۔ موید مذکور کی کتاب "السیرۃ المویدیہ" کے مطالعے سے وزیروں کے استبداد پر کافی روشنی پڑتی ہے[2]۔ وزیر جب کبھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- اینۃ المطبخ واتخذ واکوز الزیر من البلور مرصعاً بالجوهر .... فاذا جلس الخلیفۃ فی احدی المناظر للراحۃ او تبدیل الثیاب وضعوا بین یدیہ صوانی الذهب علیها اشکال الصور الآدمیۃ والوحشیۃ من الفیلۃ والزرافات ...... (تاریخ مصر الحدیث ۱/۲۶۸) [1] عیون الاخبار ۷/۲۴۴ مقریزی ۱/۹۷

[2] ثم ادخلونی الی الوزیر الیهودی صدقۃ بن یوسف المعروف بالفلاحی وقیل ان ههنا یهودیاً یکنی ابا سعد التستری یحل منہ الوزیر الذی دخلت علیہ محل اللفظ من المعنی وهولا مر هذه المملکۃ کلها الاساس والمبنی فرأیت منہ الهنوزاً لرویتی .... ثم قامت الحسدۃ من الشیاطین فدخلوا فی عقل الیهودی .... بهذا الرجل العجمی .... فرأیت الرجل منقلبا عینه .... نقلت ما المقصود الا صاحب القصر الذی هو

(باقی اگلے صفحہ پر)

خود مختار ہو جاتا تا معزول کردیا جاتا اور اس کی جگہ دوسرے کا تقرر ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ۴۵۵ھ اور ۴۸۷ھ کے درمیان اُنتالیس وزیر مامور ہوئے اور پھر برطرف کردیئے گئے۔

امور مذہبی میں بھی فتور پڑ گیا۔ وزیروں کی طرح کثرت سے قاضی القضاۃ معزول کئے گئے[1] ان کی تعداد بیالیس بتائی جاتی ہے جس میں بعض عہدہ قضا کے قابل نہ تھے[2] غرضکہ مستنصر کے عہد میں دولت فاطمیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- امام الزمان دون الوزراء والوسائط۔۔۔۔۔۔ ثم ان الفلاحی درس من قتل التستری اذ کان مسلطاً علیہ۔۔۔۔۔۔۔ حتی فتح اللہ غلقہ فدخلت الی مجلس الخلافۃ فی آخر یوم من شعبان سنۃ تسع وثلاثین واربع مائۃ ۴۳۹ھ ۔۔۔۔۔۔ ثم الوزیر الیازوری ابتدائنی بالدفع عن ذلک المقام (السیرۃ المؤیدیۃ للداعی المؤید الشیرازی ورقہ ۲۶)۔

۶۸) [1] جرمن مستشرق وسٹن فلڈ نے سیوطی کے حوالے سے انتالیس وزیروں اور بیالیس قاضیوں کی فہرست لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وزیر اور قاضی صرف چند روز اپنے عہدہ پر رہے۔

[2] وتوجہت بعد ذلک الی الموسوم بالقضاء والدعوۃ الذی کان باب حطتنا والواسطۃ بیننا وبین مجلس الامامۃ وھو یومئذ القاسم بن عبد العزیز بن النعمان فرایتہ رجلاً یعول بلسان نسبہ فی الصناعۃ وسر بھا دون لسان سببہ فارغا مثل فواد ام موسی وفیہ جنون یلوح من حرکاتہ وسکناتہ وھو مع ذلک موتورمنی ۔۔۔۔۔۔ ورایتہ استوی علی کرسیہ لقراءۃ ما یقرؤہ علی المومنین وذکرت قول اللہ تعالی انی وجدت امراۃ تملکھم واوتیت من کل شیئ ولھا عرش عظیم وکان لہ خلیفۃ یدعی ابن عبدون اشقر ازرق وکلاھما متقل من مغرمۃ العداوۃ لی ۔۔۔۔۔ والسبب فی تولیتہ ابن النعمان عجائز قدم فی القصر حاکمیات وعزیزیات ۔۔۔۔ سمعت بان ابن النعمان عزل عن القضاء والدعوۃ وان الذی ھو الوزیر الیوم یولی فقلت یجوز ان یولی القضاء الذی کان علیہ فاما الدعوۃ فاللہ
(باقی اگلے صفحہ پر)

کے سیاسی اور مذہبی دونوں پہلو کمزور ہو گئے ۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ مصر میں اثنا عشریوں کے بارھویں امام کے نام کا سکہ جاری ہو گیا جس سے اسمٰعیلی دعوت کو بڑا نقصان پہنچا ۔ اسی زمانے میں صلیبوں کے حملے شروع ہوئے۔ بنو فاطمہ کو دوسری اسلامی ریاستوں سے اتحاد کر کے ان کا مقابلہ کرنا چاہئے تھا۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ صلیبیوں سے مل گئے۔ جنھوں نے ان سے بے وفائی کی اور عین وقت پر ان کی دوستی چھوڑ دی۔ ان اسباب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۵۶۷ھ میں صلاح الدین ایوبی نے خود دولت فاطمیہ کا خاتمہ کر کے مصر میں بنو عباس کا خطبہ پڑھ دیا۔ یہ دولت تقریباً پونے تین سو سال باقی رہی۔

دولت فاطمیہ کے زوال کے بعد اسمٰعیلیوں کی مذہبی تحریک کا حشر

بے شک اسمٰعیلیوں نے اپنی سیاسی عمارت کی نبیاد مذہب پر رکھی تھی جسے وہ دعوت کہتے تھے۔ امام مہدی سے لے کر مستنصر کے اگلے زمانے تک تو مذہبی سرگرمی کم و بیش جاری رہی ۔ امام کے قصر میں بڑے اہتمام سے مذہبی مجلسیں ہوا کرتی تھیں جن میں علوم اہل بیت پر لکچر دیئے جاتے تھے ۔ فقہ میں دعائم الاسلام ۔ علم باطن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ :۔ التی ھو فیھا نکرۃ فلا یجوز ان یقلد منھا قلادۃ فیکون بدعۃ من البدع فلما اصبح صبح الیوم الثانی لاہ وقری سجلد بھا و نوصف الیہ کلا بھا .... فدخلت القاھرۃ وخول المھزوم لا انھا زم والمکسور لا الکاسر والمغلوب لا الغالب (السیرۃ الموید یہ ورق ۶۴-۱۲۶) وفی سنۃ ۴۴۱ فی المحرم صرف قاضی القضاۃ قاسم بن عبد العزیز عن القضاء بعدھا باشرہ ثلاث عشرۃ سنۃ وشھرا دار بعۃ ایام وتقلد وظیفۃ القضأ بعدہ القاضی الاجل خطیر الملک ابو محمد الیازوری (المقریزی ۲/۱۷۰) یازوری ۴۴۲ھ سے ۴۵۰ھ یعنی آٹھ سال تک وزارت کے عہدہ پر رہا (فصل ۱۸)

یا تاویل ہیں اساس التاویل، تاویل دعائم الاسلام، سرائر النطقاء، اسرار النطقاء، تاویل الزکوۃ، تاویل سورۃ النساء وغیرہ ۔ حکمت یا تفسیر قرآن مجید میں مجالس مویدیہ ۔ توحید میں تیرہ رسائل ۔ کتاب الریاض اور راحۃ العقل جیسی کتابیں تصنیف کی گئیں ۔ امام حاکم کے ابتدائی عہد میں ایک دفعہ لوگ اس کثرت سے اسمٰعیلی دعوت میں شریک ہوئے کہ ہجوم اور بھیڑ بھاڑ میں چودہ آدمی دب کر مر گئے ۔ مصر کے علاوہ عراق ۔ شام یمن ۔ اور ہندوستان کے بعض شہروں میں دعوت قائم کی گئی اور تبلیغ کا سلسلہ بڑی کوشش سے جاری رہا ۔ اسی زمانے میں ناصر خسرو، حمید الدین کرمانی، موید شیرازی اور حسن بن صباح ایران سے مصر میں آئے ۔

مستنصر کے پچھلے زمانے سے مذہب کی قوت گھٹنے لگی جس کا ثبوت خود موید شیرازی کی کتاب "السیرۃ المویدیہ" سے ملتا ہے جس کے اقتباسات ابھی ہم نقل کر چکے ہیں اس امام کی وفات کے بعد خود اسمٰعیلیوں میں دو فرقے ہو گئے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ۔ مستعلویوں نے امام آمر کے قتل کے بعد اپنی دعوت یمن میں منتقل کر لی نزاریوں نے "الموت" کو اپنا مستقر بنایا ۔ دروزی جو حاکم کو خدا مانتے ہیں مصر چھوڑ کر جبل لبنان کی طرف چلے گئے ۔ امام آمر کے عہد میں ایک اور فرقہ نکلا جو "بدیعیہ" کہلاتا تھا اس کے بانی دو مصری دھولی برکات اور حمید بن مکی تھے جنھوں نے اصلی اسمٰعیلی عقائد ظاہر کئے اور حلاج کا طریقہ اختیار کیا ۔ وزیر افضل کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے وہ دار العلم جسے امام حاکم نے کھولا تھا بند کرا دیا ۔ آخر کار یہ دونوں وزیر مامون کے زمانے میں قتل کر دیے گئے ۔[1] ایسے فرقوں کے نکلنے سے اسمٰعیلیوں کی قوت جو ایک مرکز پر جمع تھی منتشر ہو گئی ۔ اب مصر میں بہت کم اسمٰعیلی رہ گئے ۔

اسمٰعیلیوں کی دعوت کے اصول کے مطابق امامت باپ کے بعد

---

[1] فصل ۲۰ (فرقہ بدیعیہ)

بیٹے میں منتقل ہونی چاہیے۔ لیکن امام آمر کے بعد اس اصول میں فرق پڑ گیا۔ بجائے اس کے بیٹے کے اس کا چچیرا بھائی حافظ حاکم مقرر کیا گیا۔ گو مستعلوی کہتے ہیں کہ آمر کے قتل کے بعد اس کا ڈھائی سالہ بیٹا طیب حقیقی امام جونزاریوں کے خوف سے چھپا دیا گیا۔ لیکن اس کا علم روایت مذکورہ ہی کے مطابق صرف چند ہی افراد کو تھا۔ عام اسمٰعیلی اس سے بالکل ناواقف تھے۔ اس واقعے سے ممکن ہے کہ بہت سے اسمٰعیلیوں کے خیالات بدل گئے ہوں گے اور اسی وجہ سے وزیر ابو علی کتیفات نے اثنا عشریوں کے بارھویں امام کے نام کے سکے جاری کئے ہوں گے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہدی اور اس کے بعد کے چند اماموں نے اسمٰعیلیت کو فروغ دینے کی کوشش تو بہت کی لیکن اس میں ناکام ہونے کے باعث دوبارہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ صرف سیاسی قوت پر قانع رہے۔ اگرچہ ان کی خاص باطنی تعلیم اور مجلسوں کا سلسلہ امام حاکم کے کچھ دیر بعد تک بھی جاری رہا۔ پچھلے زمانے میں دولت فاطمیہ کی امتیازی علامت کے طور پر صرف ان کا خطبہ اور سکہ باقی رہ گیا۔ بربر اور مصری شیعی حکومت سے راضی تو تھے لیکن خود شیعہ بننا نہیں چاہتے تھے شیعوں سے اُن کی ہمدردی بہت کم تھی۔ حلول۔ تناسخ۔ آسمانی حق۔ موروثی حکومت وغیرہ کے سے عقیدوں کو ایران میں جیسی مقبولیت ہوتی ویسی مغرب۔ مصر اور بلاد عرب میں نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ شیعی فرقوں کے اکثر بانی ایرانی ہوتے۔ اسمٰعیلیوں میں چند داعیوں کے سوا اکثر بڑے بڑے داعی ایرانی تھے۔ مصر میں جب کبھی ایسے عقیدوں پر زور دیا جاتا تھا تو فساد برپا ہو جاتا تھا جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں مصر میں اسمٰعیلیت کے عام طور پر نہ پھیلنے کا سبب قلقشندی نے بیان کیا ہے۔

لہ فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں) فصل ۳۵ (اسمٰعیلی عقائد)

یہ مورخ کہتا ہے کہ "ممالک فاطمیہ میں اکثر اوقات اہلِ سنت کے "قلوب کی تالیف" کی جاتی تھی۔ ان کے مختلف مذاہب مالکی، شافعی اور حنبلی کی مذہبی رسموں کے اظہار کی عام اجازت تھی۔ مسجدوں میں تراویح کی ممانعت نہ تھی۔ حنفی مذہب کے سوا دوسرے مذاہب خاص کر مالکی مذہب عام طور پر مصر میں رائج تھا۔[1]

اس سلسلے میں ایک اور امر قابل غور یہ ہے کہ خود اسمٰعیلی مذہب ایک پوشیدہ راز ہے۔ پوشیدگی اور رازداری اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اسمٰعیلیوں کی انجمن جسے وہ "دعوت" کہتے ہیں ایک قسم کی "فری مسنیری" ہے۔ یہ لوگ ہر کس وناکس کو اپنی انجمن میں شریک نہیں کرتے اور جسے شریک کرتے ہیں اس سے زبردست عہد و پیمان لیتے ہیں۔ مصر میں باطنی علوم پر لکچر قصر خلیفہ کے ایک الگ کمرے میں بہت مخفی طور پر دیئے جاتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بغداد میں خلافت عباسیہ اور اندلس میں خلافتِ امویہ کے خوف سے اسمٰعیلیوں نے اپنے مذہبی اصول کی کبھی کھلم کھلا تبلیغ نہیں کی۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس زمانے میں یہ صلاحیت نہیں کہ علم باطن ظاہر ہو سکے۔ قائم القیامۃ ہی کے عہد میں باطن پورے طور پر ظاہر اور آشکارا ہوگا۔[2] ان واقعات کے لحاظ سے کوئی تعجب نہیں کہ مصر میں اسمٰعیلیت کبھی عام طور پر نہ پھیلی ہو۔ صرف چند ہی افراد اپنے مذہب سے پوری طرح واقف ہوں۔ آخری نائب عاضد کے عہد میں جو کچھ اسمٰعیلی رہ گئے تھے ان میں سے اکثر قتل کردیئے گئے۔ انھی بدنصیبوں میں ایک شاعر فقیہ عمارہ یمنی بھی شامل ہے۔[3]

صلاح الدین نے اپنے سکرٹیری بہاء الدین قراقوش کو قصر کی نگرانی پر مقرر کیا۔ جس نے عاضد کے تمام رشتہ داروں کو قید کر کے مردوں کو عورتوں سے ملنے کی اس لئے ممانعت کر دی کہ

---

[1] صبح الاعشیٰ $\frac{3}{524}$

[2] حرّان کے صابئی بھی اپنا دین چھپاتے تھے اور اسے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اس بارے میں اسمٰعیلیوں نے ان کی تقلید کی ہے (البغدادی فی الفرق بین الفرق ۲۷۸)

[3] قلقشندی ۳

نہ پھر کوئی فاطمی پیدا ہو سکے اور نہ امامت کا دعوی کر سکے۔ قصر ایسا سنسان ہو گیا گویا کبھی اس میں کوئی تھا ہی نہیں[1]۔ انھیں اسباب سے مصر میں اسمٰعیلیوں کا نام ونشان تک نہ رہا۔

البتہ شام، یمن اور ہندوستان کے ان شہروں میں جہاں فاطمیین کے سیاسی زوال سے پہلے ان کی دعوت پھیل چکی تھی اسمٰعیلیوں کی مذہبی تحریک کا اثر باقی رہا اور اب تک ہے۔ شام میں دروزی آباد ہیں۔ لیکن اس زمانے میں یہ برائے نام اسمٰعیلی کہلاتے ہیں۔ بیروت میں چند سربرآوردہ دروزیوں سے راقم الحروف کو ملنے کا اتفاق ہوا۔ انھیں ان کے مذہب سے بالکل ناواقف پایا۔ البتہ دوسرے علوم وفنون میں ان لوگوں نے خوب ترقی کی ہے۔ سیاسی معاملات سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایران کے بعض شہروں اور دیہات میں بھی چند اسمٰعیلی نظر آتے ہیں۔ ان میں بعض نزاری یا مریدانِ آغاخاں، کچھ علی اللاھی اور بعض ملایا ملائی کہلاتے ہیں خراسان اور کرمان میں ان کی زیادہ آبادی ہے۔ یہ لوگ عربی زبان بہت کم جانتے ہیں کیونکہ ان کی مذہبی کتابیں فارسی میں ہیں[2]۔

یمن اور ہندوستان کے بعض شہروں میں اسمٰعیلیوں کی دو بڑی جماعتیں ہیں۔ ایک نزاری یعنی مشرقی اسمٰعیلی جو خوجے کہلاتے ہیں اور دوسری مستعلوی جو بوہروں کے نام سے مشہور ہے[3]۔

دولت فاطمیہ کے آثار

دنیا کے اسٹیج پر دوسری اور دولتوں کی طرح دولت فاطمیہ بھی جلوہ نما ہوئی اور غائب ہو گئی اس کے عظیم الشان محلوں مسجدوں، مدرسوں، کتب خانوں، رصدگاہوں، سیرگاہوں، اور خزانوں کا جن کی مفصل کیفیت

---

[1] ابن الاثیر ۱۱/۱۶۵

[2] A Guide to Ismaili Literature, by W. Ivanow. pp. 8, 9.

[3] خوجہ (فارسی خواجہ) کے معنی صاحب کے اور بوہرہ کے معنی تاجر کے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

گزر چکی ہے۔ اب تو کہیں کوئی نشان تک باقی نہیں۔ ان میں سے کچھ تو لیل و نہار کی گردش سے اور کچھ ایوبیین کے تعصب کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو گئے[1]۔ لیکن اس کا سب سے بڑا شاندار کارنامہ "جامع ازہر" جب تک صفحہ ہستی پر باقی رہے گا تب تک اس کی یاد کا نقش لوح روزگار سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔ ہزار سال گزرنے پر بھی اب تک اس کا باقی رہنا اور عالم اسلامی کے ہر گوشے سے طلبہ کا تکمیل تعلیم کے لئے یہاں آنا فاطمیین کے بصیرت افروز بے بہا سرمائے کی ایسی اہم میراث ہے جس سے ان کی تعلیمی نشر و اشاعت کی کوششوں کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے[2]۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

تلک آثارنا تدل علینا　　　فانظروا بعدنا الی الآثار

اس تالیف کے آخر میں فاطمیین مصر کے زوال پر فقیہ اور شاعر عمارہ یمنی (متوفی ۵۶۹ھ) کا وہ پر درد مرثیہ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا جو فاطمیین کی شان و شکوہ، جاہ و جلال، ان کے مواسم، ان کی بری اور بحری قوت و طاقت، ان کا رعیت سے حسن سلوک، ان کی فیاضی، مہمان نوازی اور مذہبی رواداری کا ایسا مرقع ہے جس میں دولت فاطمیہ کا اقتداری منظر دیکھنے والے کو مبہوت بنا دیتا ہے۔ جادو بیان شاعر کی سلاست بیانی، گزرے ہوئے مناظر کی عکاسی، تخیل کی شگرف کاری اور تاثیر کلام کا اندازہ اس سے ہو سکے گا کہ وہ نظم و نثر کے آسمان پر "نثرہ" سمجھا جاتا تھا، اس مرثیے کے متعلق مقریزی ابن سعد کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ "کسی دولت کے زوال پر اس سے بہتر مرثیہ سننے میں نہیں آیا:۔

---

[1] ولاغرو فقد عنی الایوبیون۔ وهم السنیون الخلاة بتخریب ما ترکه الفاطمیون من آثار للتعلیم عقائد الشیعة (الفاطمیة) (الفاطمیون فی مصر صفحه ۲۱۵)

[2] ولا تزال بعض هذه الحضارة العظیمة باقیة الی الآن فقد خلفوا لمصر تراثا هاما هو "الجامعة الازهریة" ویمکننا ان نقدر المجهودات التی بذلها الفاطمیون فی ایامهم من نظم التعلیم التی ظلت فی الازهر حتی الآن (الفاطمیون فی مصر)

قال الفقیہ ابو محمد عمارۃ بن ابی الحسن علی بن زیدان بن احمد الیمنی الملقب بنجم الدین الشاعر المشہور المتوفی سنۃ ۵۶۹ یرثی اہل القصر

رَمیتَ یا دهرُ کفَّ المجدِ بالشَّلَل ... وَجیدَه بعدَ حُسنِ الحَلْیِ بالعَطَل

سَعَیتَ فی منهجِ الرَّأیِ العثور فانْ ... قدَرتَ من عثراتِ الدَّهرِ فاستَقِلِ

جَدَعتَ مارنکَ الأقنی فأنفکَ لا ... ینفکُّ ما بینَ قرعِ السِّنِّ والخجل

هَدَمتَ قاعِدَةَ المعروفِ عن عجلٍ ... سَعَیتَ مهلاً أما تمشی علیٰ مهل

لَهفی ولهفَ بنی الآمال قاطبةً ... علیٰ فجیعتها فی أکرم الدُّوَلِ

قَدِمتُ مصرَ فأولتنی خلائفها ... مِنَ المکارِم ما أربیٰ علی الأمَلِ

قوم عرفتُ بهم کسبَ الألوفِ ومن ... کمالها أنها جاءت ولم أسلِ

وکنتُ من وزراءِ الدَّستِ حین سما ... رأسَ الحصانِ بهادیهِ علی الکفلِ

وَنلتُ مِن عُظماءِ الجیشِ مکرمةً ... وخُلَّةً حرستْ من عارضِ الخللِ

یا عاذلی فی هوی أبناءِ فاطمةٍ ... لکَ الملامةُ إنْ قصَّرتَ فی عذلی

باللهِ دُرْ ساحةَ القصرینِ وابکِ معی ... علیهما لا علیٰ صفّینَ والجملِ

وَقُل لِأَهلِيهما وَاللهِ ما التحمت ... فيكم جراحي ولا قرحي بمندمل

ماذا عسى كانت الإفرنج فاعلة ... في نسل آل أمير المؤمنين علي

هل كان في الأمر شيء غير قسمة ما ... ملكتم بين حكم السبي والنفل

وقد حصلتم عليها واسم جدكم ... محمد وأبوكم غير منتقل

مررت بالقصر والأركان خالية ... من الوفود وكانت قبلة القبل

فملت عنها بوجهي خوف منتقد ... من الأعادي ووجه الود لم يمل

أسبلت من أسفي دمعي غداة خلت ... رحابكم وغدت مهجورة السبل

أبكي على ما تراءت من مكارمكم ... حال الزمان عليها وهي لم تحل

دار الضيافة كانت أنس وافدكم ... واليوم أوحش من رسم ومن طلل

وفطرة الصوم إذ أضحت مكارمكم ... تشكو من الدهر حيفا غير محتمل

وكسوة الناس في الفصلين قد درست ... ورث منها جديد عندهم وبلي

وموسم كان في يوم الخليج لكم ... يأتي تجملكم فيه على الجمل

وأول العام والعيدين كم لكم ... فيهن من وبل جود ليس بالوشل

والأرض تهتز في يوم الغدير كما ... يهتز ما بين قصريكم من الأسل

والخيل تعرض في وشي وفي شية ... مثل العرائس في حلي وفي حلل

ولا حملتم قرى الأضياف من سعة الـ ... أطباق إلا على الأكتاف والعجل

وما خصصتم ببر أهل ملتكم ... حتى عممتم به الأقصى من الملل

كانت رواتبكم للذمتين ولل ... ضيف المقيم وللطاري من الرسل

ثم الطراز بتنيس الذي عظمت ... منه الصلات لأهل الأرض والدول

وللجوامع من إحسانكم نعم ... لمن تصدر في علم وفي عمل

وربما عادت الدنيا فمعقلها ... منكم وأضحت بكم محلولة العقل

والله لا فاز يوم الحشر مبغضكم ... ولا نجا من عذاب الله غير ولي

ولا سقي الماء من حر ومن ظمأ ... من كف خير البرايا خاتم الرسل

وَلَا رَأَى جَنَّةَ اللهِ الَّتِي خُلِقَتْ　　مَنْ خَانَ عَهْدَ الإمامِ العَاضِدِ بنِ عَلِي
أُئِمَّتِي وَهُدَاتِي وَالذَّخِيرَةُ لِي　　إِذَا ارْتَهَنْتُ بِمَا قَدَّمْتُ مِنْ عَمَلِ
تَاللهِ لَمْ أُوفِهِمْ فِي المَدْحِ حَقَّهُمُ　　لِأَنَّ فَضْلَهُمُ كَالوَابِلِ الهَطِلِ
وَلَوْ تَضَاعَفَتِ الأَقْوَالُ وَاتَّسَعَتْ　　مَا كُنْتُ فِيهِمْ بِحَمْدِ اللهِ بِالخَجِلِ
بَابُ النَّجَاةِ هُمُ دُنْيًا وَآخِرَةً　　وَحُبُّهُمْ فَهُوَ أَصْلُ الدِّينِ وَالعَمَلِ
نُورُ الهُدَى وَمَصَابِيحُ الدُّجَى وَمَحَلُّ الغَيْثِ إِنْ رَبَتِ الأَنْوَاءُ فِي المَحَلِ
أَئِمَّةٌ خُلِقُوا نُورًا فَنُورُهُمُ　　مِنْ مَحْضِ خَالِصِ نُورِ اللهِ لَمْ يُغَلِ
وَاللهِ مَا زِلْتُ عَنْ حُبِّي لَهُمْ أَبَدًا
مَا أَخَّرَ اللهُ لِي فِي مُدَّةِ الأَجَلِ[1]

---

[1] صلب فی جملۃ الجماعۃ الذین نسب الیہم التدبیر علی السلطان صلاح الدین وانہ کان فی النوبۃ التی لا تقال عثرتہا ولا یحترم الادب فیہا ولوانہ فی سماء النظم والنثر نثرتہا (ابن خلکان بمراجعۃ کتاب الخریدۃ لعماد الاصفہانی ۳۴۷/۱) واللہ در الفقیہ عمارۃ الیمنی ضمن مرثیۃ اہل القصر جملا مما ذکروہی القصیدۃ التی قال ابن سعد فیہا "ولم یسمع فیما یکتب فی دولۃ بعد انقراضہا احسن منہا" (مقریزی ۳۹۲/۱)

تَمَّت

"تاریخ فاطمیین مصر" کے مآخذ باعتبار سنین وفات مصنفین

(ا) اسمٰعیلیوں کی خاص تصنیفیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں اور جن کے مخطوطے مولف کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے بعض اہم کتابیں "دار الفکر العربی مصر" میں زیر طبع ہیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔

نمبر	نام مصنف	نام کتاب	سنہ وفات مصنف ہجری	کیفیت :- (سنہ کتابت یا طباعت، نام ناشر و مطبع اور کیفیت کتاب وغیرہ)
۱	نعمان بن محمد (قاضی القضاۃ)	افتتاح الدعوۃ	۳۶۳	ظہور مہدی اور ابتدائی فتوحات کی کیفیت۔
۲	" " "	شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار	"	اس کتاب کے آخری حصے میں ظہور مہدی کے متعلق حدیثیں ہیں۔
۳	" " "	اختلاف اصول المذاہب	"	اسمٰعیلی مذہب کے اصول کا مقابلہ دوسرے مذاہب کے اصول سے۔
۴	" " "	کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمۃ	"	ائمہ کے اتباع کے آداب (دار الفکر العربی۔ مصر میں زیر طبع ہے)
۵	" " "	المجالس والمسائرات	"	مہدی، قائم اور منصور کے زمانوں کے کچھ واقعات۔

۶	نعمان بن محمد (قاضی القضاۃ)	الارجوزۃ المختارہ	۳۶۳	نظم میں تاریخی واقعات ۔
۷	" " "	دعائم الاسلام (دو جُزء)	"	فقہ کے احکام ۔ "باب الولایہ" میں امامت پر بحث ۔
۸	" " "	تاویل دعائم الاسلام (دو جُزء)	"	فقہ کے احکام کی تاویلیں جن میں تربیت مومنین کے مدارج اور اسمٰعیلی دعوت کا نظم ونسق بتایا گیا ہے ۔ (دارالفکر العربی میں زیر طبع ہے)
۹	" " "	اساس التاویل	"	تاویل کے اصول (اس کتاب کا ایک مخطوطہ لندن کے کتب خانے میں بھی ہے)
۱۰	امام مُعز	الادعیۃ السبعۃ الآیام السبعۃ	۳۶۵	اسمٰعیلی مذہب کی نبیاد اور اس کی حقیقت (سنۂ کتابت ۱۱۸۲ھ)
۱۱	" "	تاویل الشریعۃ	"	ظاہری شریعت کی تاویلیں (اس کتاب کا حوالہ "راحۃ العقل" میں ہے)
۱۲	اخوان الصفار	الرسالۃ الجامعۃ (دو جُزء)	چوتھی صدی کے نصف آخر میں	رسائل اخوان الصفار کا خلاصہ اور اسمٰعیلی تعلیم کے چند مقاصد (اس کتاب کا ایک نسخہ پیارس کے کتب خانے میں بھی موجود ہے)
۱۳	جعفر بن منصور الیمن (امام معز کے باب الابواب	الفرائض وحدود الدین	"	پہلے حصہ میں ائمۂ مستورین کے اسمار میں اختلاف کے اسباب ۔
۱۴	" "	الفترات والقرانات	"	اسمٰعیلی مذہب کی بنیاد اور شرائع انبیار کے منسوخ ہونے کی مفصل کیفیت اور چند پیشین گوئیاں جرمن مستشرق شتروطمان نے اُس کا ایک نسخہ تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے ۔
۱۵	" " "	کتاب الکشف	"	

۱۶	جعفر بن منصور الیمن (امام معز کے باب الابواب)	سرائر النطقاء	چوتھی صدی کے نصف آخر میں	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور قائم سابع کا ذکر جو مبدل شریعت ہے۔
۱۷	″ ″ ″	اسرار النطقاء	″	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور امام محمد بن اسمٰعیل کا ذکر۔
۱۸	″ ″ ″	تاویل الزکوۃ	″	زکوۃ کی تاویل اور ائمہ معصومین کے منازل۔
۱۹	″ ″ ″	الشواہد والبیان	″	سات ناطقوں کی تفصیل۔
۲۰	الدعاۃ الدروزیہ (عہد امام حاکم)	رسائل الحاکم	″	المکتبۃ الملکیۃ بالقاہرۃ۔ نمبر (۲۰) مذہب الشیعہ۔ یورپ کے کتب خانوں میں بھی یہ رسائل موجود ہیں۔
۲۱	احمد حمید الدین الکرمانی (امام حاکم کے باب الابواب)	المصابیح	۴۰۸ھ کے کچھ بعد	الاہیت، رسالت، وصایت اور امامت کے مباحث خاص کر امام حاکم کی امامت کا ثبوت۔
۲۲	″ ″ ″	تنبیہ الہادی۔ المستہدی	″	اسمٰعیلی عقائد۔
۲۳	″ ″ ″	ثلاث عشرۃ رسالۃ	″	مختلف مباحث پر تیرہ رسائل جن میں امام حاکم کے ثبوت میں ایک رسالہ ہے (الرسالۃ اللازمۃ اور مباسم البشارات زیر طبع ہیں)۔
۲۴	″ ″ ″	الریاض	″	داعی ابو حاتم الرازی اور ابو یعقوب السجستانی کے مباحث کا فیصلہ۔

۲۵	احمد حمید الدین الکرمانی (امام حاکم کے باب الابواب)	راحۃ العقل	۴۱۱ھ سے کچھ بعد	باری، عقل، نفس، بعث، قیامت وغیرہ کے مباحث (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے)
۲۶	احمد بن ابراہیم (یا محمد) النیسا بوری	استتار الامام	تقریباً ۴۲۰ھ	امام عبداللہ کا پتہ کس طرح لگا اور ظہور مہدی کی مختصر کیفیت اس میں "سیرۃ جعفر الحاجب بھی ہے"۔
۲۷	" " "	اثبات الامامۃ	"	امامت کا ثبوت۔ اور امام حاکم بامر اللہ کا مختصر ذکر۔
۲۸	ہبۃ اللہ بن موسیٰ معروف بہ "موید شیرازی" (امام مستنصر کے باب الابواب)	السیرۃ المؤیدیہ	۴۷۰ھ	ایران میں دعوت کی حالت اور مستنصر کے عہد کے چند اہم واقعات جو دولت فاطمیہ کے زوال کے اسباب ثابت ہوئے۔ (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے۔)
۲۹	" " "	المجالس المویدیہ	"	چھ سو (۶۰۰) مجلسیں کلام مجید کی آیتوں کی تاویل میں (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے۔)
۳۰	خطاب بن حسن الھمدانی	غایۃ المو الید	۵۳۲ھ	امام طیب کی نص کا ثبوت "فاظھر الامام المستور علی بن الامام المستور الحسین الغیبۃ واستخلف حجۃ سعید الخیر الملقب بالمھدی المکنی عنہ بالشمس الطالعہ" یہ بیان غور کے قابل ہے۔
۳۱	ابراہیم بن الحسین الحامدی (داعی مطلق دوم)	کنز الولد	۵۵۷ھ	یہ کتاب علم حقائق میں نہایت اہم ہے۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۳۲	؟	دستور المنجمین	در اواخر قرن ششم	مولف آن بقرائن احوال از ہمان فرقۂ اسمٰعیلیہ بودہ است و تالیف آن در حدود (۵۰۰) ہجری بودہ ظاہراً نسخۂ اصل است در کتب خانہ ملی پاریس موجود است بعلامۃ (5968 Arabe) ملاحظہ ہو "تاریخ جہاں کشائی نادری جلد ۳۔ صفحہ ۵۰۸۔
۳۳	حاتم بن ابراہیم (داعی مطلق سوم)	تحفۃ القلوب	۵۹۶ھ	یمنی دعوت کے قیام کی کیفیت۔
۳۴	〃 〃 〃	الشموس الزاہرہ	〃	علم حقائق میں بہت مستند کتاب ہے۔
۳۵	علی بن محمد الولید (داعی مطلق پنجم)	دامغ الباطل	۶۱۲ھ	یہ کتاب غزالی کی تصنیف "المستظہری" کے جواب میں لکھی گئی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷ - ۵۱۲) کے لئے تیار ہوئی تھی۔
۳۶	علی بن حنظلہ (داعی مطلق ششم)	المبدء و المعاد	۶۲۶ھ	عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا کی کیفیت اور اسمٰعیلی دعوت کا نظام۔
۳۷	ادریس بن حسن (داعی مطلق نوزدہم)	زہر المعانی	۸۷۲ھ	الاہیت، رسالت، وصایت اور امامت کے مباحث اور فاطمیین مصر کی مختصر تاریخ۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۳۸	ادریس بن حسن (داعی مطلق نوزدہم)	عیون الاخبار	۸۷۲ھ	حضرت رسول خدا صلعم سے لے کر فاطمیین مصر کے آخری امام طیب تک کی تاریخ ۔ حال ہی میں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن نے اسے حاصل کیا ہے ۔
۳۹	〃 〃 〃	نزہتہ الافکار	〃	یمن کے داعیوں کی تاریخ ۔
۴۰	〃 〃 〃	عاصمۃ نفوس المہتدین وقاصمۃ ظہور المعتدین ۔	〃	یہ کتاب ایک زیدی معترض کے رسالے کا جواب ہے ۔
۴۱	اسمٰعیل بن عبدالرسول	فہرست المجدوع	۱۱۸۳ھ	اسمٰعیلی مذہبی کتابوں کی نہایت مفید فہرست ہے ۔
۴۲	شیخ قطب (برہان پوری)	منتزع الاخبار	تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں	تاریخ تالیف کتاب ۱۲۴۹ھ ۔ علاوہ عیون الاخبار کے اختصار کے داعی مطلق زین الدین متوفی ۱۲۵۲ھ تک کی تاریخ ہے ۔
۴۳	شیخ عبدعلی عمادالدین	لب اللباب	〃	حقائق کی معلومات نظم میں ۔
۴۴	ملا ابراہیم (والوتی)	شرح اللب المسمّٰی بصور الکتب	۱۳۰۰ھ	"لب اللباب" کی شرح اور اس کے آخذ نہایت تفصیل

				کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔

(ب) اسمٰعیلیوں کی خاص تصنیفیں جو شائع ہو گئی ہیں۔

۱	اخوان الصفاء	رسائل اخوان الصفاء (۴ جزء)	ما بین ۳۵۰ھ و ۳۷۰ھ	مطبوعہ مصر و بمبئی۔ علم حقیقت کے مسائل کا بہت معتبر اور مستند ماخذ جو باوجود "حقائق" پر مشتمل ہونے کے دو دفعہ چھپ چکا ہے۔
۲	الدروز (عہد امام حاکم) اصحاب حمزہ بن علی	لمع من کتب الدروز	۴۱۰ھ و ۴۱۵ھ	الانیس المفید للطالب المستفید (جزء ۲ صفحہ ۶۷ تا ۱۰۵) De Sacy 1826
۳	ناصر خسرو (داعی معروف بہ حکیم و سیاح)	وجہ دین۔	۴۸۱ھ	احکام شریعت کی تاویلیں۔ یہ کتاب گویا تاویل دعائم الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے۔
۴	〃 〃 〃	زاد المسافرین	〃	باری، عقل، نفس، ہیولیٰ وغیرہ کے مسائل (کادیانی پریس برلین)

۵	ناصر خسرو (داعی معروف بہ حکیم وسیاح)	سفرنامہ بانضمام روشنائی نامہ وسعادت نامہ۔	۴۸۱ھ	مصر کے سفر کے حالات (کاویانی پریس برلین)
۶	ثقۃ الامام (بدر الجمالی)	المجالس المستنصریہ	۴۸۴ھ	اس میں مستنصر کو انیسواں امام قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسمٰعیلی عقائد کے لحاظ سے وہ اٹھارویں امام ہیں۔
۷	(منسوب بہ) امام آمر باحکام اللہ	الہدایۃ الآمریہ (یا الرسالۃ الآمریہ)	۵۲۴ھ	امام مستعلی کی نص کا ثبوت 1st Research Association. Bombay 1938
۸	علی بن محمد الولید (داعی مطلق پنجم)	اربعۃ کتب اسمٰعیلیہ (رسالۃ الایضاح والتبیین و رسالۃ تحفۃ المرتاد و غصۃ الاضداد)	۶۱۲ھ	اس مجموعے میں دو کتابیں "مسائل مجموعۃ من الحقائق العالیہ والدقائق والاسرار السامیہ اور رسالۃ الاسم الاعظم بھی ہیں (باہتمام جرمن مستشرق شتروطمان۔ گوٹن گن۔ جرمنی ۱۹۴۳ء)۔
۹	〃 〃 〃	تاج العقائد (ترجمہ بزبان انگریزی)		Ivanow, (Bombay)
۱۰	(منسوب بہ) نصیر الدین طوسی	(خلاصہ) روضۃ التسلیم	۶۷۲ھ	Ivanow, J. R. A. S. (1931)
۱۱	〃 〃 〃	مطلوب المومنین	۶۷۲ھ	1st Res. Assoc. Series No. 2 (Bombay)

۱۲	سید ناصر	کلام پیر با ہفت باب	۰	علم تاویل ہیں 1st Res. Assoc. (Bombay)
۱۳	خاکی خراسانی	دیوان	۰	" " "
۱۴	ڈاکٹر اے۔ ایف۔ ہمدانی	خلاصہ زہر المعانی (در زبان انگریزی)	۰	تاریخ تالیف ۱۹۳۲ء۔ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک ٹائپ کیا ہوا نسخہ جامعہ عثمانیہ میں ہے۔
۱۵	میاں بھائی بن شیخ عبدالحسین بی۔ اے۔	گلزار داودی	۰	تاریخ تالیف کتاب ۱۹۲۰ء۔ اسمٰعیلیوں کی مختصر تاریخ انگریزی زبان میں۔
۱۶	شیخ محمد علی بن جیوا بھائی	موسم بہار (۳ جزء)	۰	اسمٰعیلیوں کی تاریخ گجراتی زبان میں۔ مطبوعہ صفدری بمبئی۔
۱۷	حسب ایمائے مولانا غلام حسین	صحیفۂ سلیمانیہ	۰	مطبع مصطفائی۔ بمبئی۔
۱۸	اخوان الصفاء	رسائل اخوان الصفاء	۰	Study of Epistles of Ikhwanus-Safa Analytical and Critical. (Agra)

(ج) فاطمیین مصر اور ان کے داعیوں کی تاریخیں جو شائع ہوگئی ہیں۔

۹	صیرفی (ابوالقاسم علی بن منجب۔ امین الدولہ تاج الرئاستہ)	الاشارۃ الی من نال الوزارۃ	۵۲۲ھ	مطبوعہ مصر ۱۹۲۴ء

۲	صیرفی (ابوالقاسم علی بن منجب امین الدولہ وتاج الرئاسہ)	قانون دیوان الرسائل	۵۲۱ھ	مطبوعہ، مصر ۱۹۰۵ء
۳	مقریزی (احمد بن علی تقی الدین)	اتعاظ الحنفاء باخبار الفاطمیین الخلفاء۔	۸۴۵ھ	بیت المقدس ۱۹۰۹ء۔ فاطمیین کی مختصر تاریخ لیکن قرامطہ کے مفصل حالات۔ اس کتاب کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔
۴	F. Wustenfeld	Geschichte Der Fatimiden Chalifen.		Gottingen 1881
۵	Quatremere	Surla Dynastic de Khalifs Fatimides.		J. Ascat 1136, 3rd Series
۶	J. Mann	The Jews under the Fat. Caliphs.		Oxford, 1920
۷	Jhon Nicholson	Estab. of the Fat. Dynasty		Bristol, 1840
۸	De Lacy O'Leary	A short history of the Fat. Khalifate.		London, 1923

۹	De Lacy O'Leary	Arabic Thought and its place in History.	London 1923
۱۰	P. H. Mamour	Polemics on the origin of the Fat. Caliphs.	Luzac, London 1934
۱۱	W. Ivanow	The Rise of the Fatimids	Oxf. Uni. Press (1942)
۱۲	W. Ivanow	A guide to Ismaili Literature.	اسمٰعیلی کتابوں کی انگریزی میں نہایت جامع اور مفید فہرست Based on Fihrist Al-Majdu, London (1933) Prize Publication Fund, R.A.S. London.
۱۳	A. S. Tritton	Notes on Ismail Mss.	B. S. O. S., Vol. II, 1933
۱۴		Gazetteer (Bombay) 1899	The Best Modern Account of the Khojas in English.
۱۵	Jafar Rahmatullah	Hist. of the Khojas	Bombay 1905

۱۶		Revue du Monde Musulman, I 48—85.	Supplements the above Book
۱۷	Sir Joseph Arnold	Judgement in the Khoja Case.	Delivered on 12th Nov. 1866
۱۸	Sir Erskine Perry	Sarjun Meer Ali's Case	Cases illustrative of Oriental Life and the Application of English Law to India 1853.
۱۹	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن	الفاطمیون فی مصر واعمالہم السیاسیہ والدینیہ بوجہ خاص	مطبوعہ امیریہ - مصر ۱۹۳۲ء۔
۲۰	محمد بن عبد اللہ عنان	الحاکم بامر اللہ واسرار الدعوۃ الفاطمیہ۔	دار النشر الحدیث - القاہرہ
۲۱	الصحفی القدیم الاستاذ (ج)	الخلیفۃ المعز لدین اللہ	مصر ۱۹۳۰ء۔ اس رسالے میں "تمہید" امام معز کی تردید کی گئی ہے۔
۲۲	عبد الحلیم شرر	حسن بن صباح	لکھنو ۱۹۲۲ء۔
۲۳	علی محمد جان محمد چنارا	نور مبین (حبل اللہ المتین)	بمبئی - یہ خاص خوجوں (نزاریوں) کی مفصل تاریخ ہے۔
۲۴	محمد نجم الغنی	عقود الجواہر فی تاریخ البواہر	مطلع العلوم مراد آباد ۱۳۲۲ھ۔

نمبر	مصنف	کتاب	کیفیت
		(یعنی بوہروں کی تاریخ)	
۲۵	ولی الرحمن (معتضد) ایم۔ اے	ناصر خسرو کی سائیکالوجی	J. Osh. Uni. College, 1933
۲۶	فیضی (آصف۔ اے۔ اے	قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی سوانح عمری	J. R. A. S. (1934)

(د) اسمٰعیلی فرقوں اور اُن کے عقیدوں کی تاریخیں

نمبر	مصنف	کتاب	کیفیت
۱	خالد بن زید الجعفی	دو مخطوط رسالے	ان رسالوں کا ترجمہ اڈورڈ سالسبری نے انگریزی میں کیا ہے۔
۲	جابر بن حیان	مختار رسائل جابر بن حیان	پی۔ کراؤس (مطبعۃ الخانجی مصر ۱۳۵۴ھ)۔
۳	استاذ سلیم افندی	حل الرموز فی عقائد الدروز	المقتبس (دمشق ۱۹۱۲ء)
۴	عبداللہ بن المرتضیٰ الخوابی الاسمٰعیلی۔	الفلک الدوار فی شمائل الائمۃ الاطہار۔	اسمٰعیلی مذہب کی تاریخ ایک شامی نزاری کے قلم سے (المطبعۃ المارونیہ۔ حلب)
۵	Silvestre de Lacy.	Expose de la Religion des Druzes 2, Vol.	Paris 1838

۶	M. J. de Goeje	Memoire Svr Les Caramathes du Bahrayn et Les Fatimides.		London 1886
۷	S. Guyard	Fragments Relatifs A'La doctrine des Ismailis.		Paris 1877
۸	,,	Un Grand Maitre de Assassins, Extract du Journal AsiatiQue.		
۹	Dussaud, R.	Histoire de Religion des Nosairis.		Paris 1900
۱۰	Casanova, P.	La doctrine Secrete des Fatamides d'Egypte.		La Cairo 1920

Paris		Histoire de l'order des Assassins.	Von Hammer	١١
		Recollections of the Druses of the Lebanon.	Carl of Carnroon	١٢
		The Druses of the Lebanon.	Chass and	١٣
London 1922		Secret Sects of Syria and the Lebanon Druses.	Springett, Bernard	١٤
New York		Origin of the Druze people.	Hitti, P.	١٥
A short study of the Historical Background of the Fat. Cal. (Cambridge).		The Origin of the Ismailism	Bernard Lewis	١٦

عبرانی اور شامی الفاظ اسمٰعیلیوں کی کتابوں میں۔ Der Islam XIX, 243	Hebrasche und Syrische Zitate in Ismaïlischen Schriften.	Kraus, Paul	۱۷
Z. D. M. G., Band 88, p. 32	Jemeniches Ismailitentum Nach Unveroffent Lich-ten Polimiken.	Strothmann, R.	۱۸
J. R. A. S. 509—536	The Account of the Ismaili doctrines in the Jamaiut Twarikh of Rashiduddin Fadlullah.	R. Leuy	۱۹
	A Treatise on the	Symogyl. J. de	۲۰

۲۱	Ghaveri, K. M.	Qaramatians in Ibnul-Jawazi's Almuntazam A legendary history of the Bhoras		J. B. B. R. A. S. (1933)

(۸) اسلامی فرقوں وغیرہ کی تاریخیں جن میں اسمٰعیلیوں کا بیان ہے۔

۱	النوبختی (ابو محمد الحسن بن موسیٰ)	فرق الشیعۃ	۲۹۰-۳۰۰ھ	شیعی فرقوں کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ جمعیۃ المستشرقین الالمانیہ۔ مطبعۃ الدولہ ۱۹۳۱ء استنبول
۲	البغدادی (ابو منصور عبد القاہر بن طاہر)	الفرق بین الفرق	۴۲۹	مصر ۱۳۲۸ھ
۳	ابن حزم (ابو محمد علی بن احمد)	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	۴۵۶	مصر ۱۳۱۷ھ
۴	الشہرستانی (ابو الفتح محمد بن عبد الکریم)	الملل والنحل	۵۴۸	مصر

۵	Donaldson, D. M.	The Shi'ite Religion		اسلام کی تاریخ ایران اور عراق میں۔
٦	Macdonald, D. B.	Develop. of Muslim Theo. Juris. and Const. Theory.		London 1903 شیعوں خصوصًا اسمٰعیلیوں کے عقائد اور ان کی مختصر تاریخ۔

(و) مصر کی تاریخیں

۱	الکندی (ابو عمر محمد بن یوسف)	کتاب الولاة والقضاة	٣٥٠	Gibb Mehorial Series
٢	ابن زولاق (ابو محمد بن الحسین المصری)	سیرة المعز	٣٨٧	یہ کتاب بہت اہم ہے۔ لیکن اب ناپید ہے (بحوالہ مقریزی)
٣	ابن زولاق (ابو محمد بن الحسین المصری)	کتاب فضائل مصر واخبارہا وخواصہا۔	〃	مخطوط (کتب خانہ پارس نمبر ١٨١٧)
۴	المسبحی (محمد بن ابی القاسم)	تاریخ مصر الکبیر	۴٢٠	ناپید (بحوالہ مقریزی)
۵	عمارة الیمنی (ابو الحسن نجم الدین)	کتاب النکت العصریہ فی اخبار الوزراء المصریہ۔	۵٦٩	Paris, 1897.

٦	ابو صالح الارمنی النصرانی	کتاب کنائس مصر وادیر تحا	٦٠٥	فاطمیین کے نصرانیوں سے تعلقات (آکسفورڈ)
٧	عبداللطیف البغدادی (موفق الدین)	مختصر تاریخ مصر	؟	J. Wile, Oxford 1800
٨	ابن میسر (محمد بن علی)	تاریخ مصر		Henry Masse (Cairo 1919)
٩	المقریزی (تقی الدین احمد بن علی)	المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار	٨٤٥	مصر
١٠	ابن حجر العسقلانی (شہاب الدین بن علی)	رفع الاصر عن قضاۃ مصر	٨٥٣	مصر
١١	ابن تغری بردی (جمال الدین بن یوسف)	النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ	٨٧٤	مطبعۃ دارالکتب المصریہ (القاہرۃ ١٣٢٧ھ)
١٢	ابن تغری بردی (جمال الدین بن یوسف)	موردالطافۃ	؍؍	کمبرج (مختصر اور بہت غلط)

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	مطبع
۱۳	السیوطی (عبدالرحمن بن ابی بکر)	حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ	۹۱۱	مصر ۱۳۲۷ھ
۱۴	ابن ایاس (ابوالبرکات محمد بن احمد-)	کتاب تاریخ مصر المعروف ببدائع الزہور فی وقائع الدہور)	۹۳۰	مطبع امیریہ - مصر ۱۳۱۱ھ
۱۵	Lane-Poole, Stanley	Coins and Medals		London, 1892
۱۶	,, ,, ,,	Saladin and the fall of th Kingdom of Jerusalem.		,, , 1893
۱۷	,, ,, ,,	History of Egypt in the middle ages.		,, , 1901
۱۸	,, ,, ,,	The story of Cairo		,, , 1912

۱۹	Margoliouth, D. S.	Cairo, Jerusalem and Damascus.		
۲۰	Ahlwardt, W.	List of the Histories of Egypt and their Authors.		Berlin Library Catal. Vol. IX, No. 9845
۲۱	Becker	Beitrage Zur Geschichte Agyptens Unter Den Islam.		Strassburg, 1903
۲۲		Papryi, Schott-Reinhardt, Vol. I.		Published from the Heidelburg collection of Papyrus No. 3.
۲۳		Steurpacht Und Lehenswesen (Der Islam).		مصر کی مال گزاری اور تقاوی کا بیان

۲۴	Becker.	Grundlinien der Wirtschaftlichen Entwicklung Agyptens : K'io : 9		مصر کے معاشی ارتقار کے اساسی اصول اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ۔

(ز) بلاد مغرب کی تاریخیں

۱	البکری (ابو عبید اللہ بن عبد العزیز)	کتاب المغرب فی ذکر افریقیہ والمغرب ۔	۴۸۷	
۲	المراکشی (محی الدین ابو محمد عبد الواحد بن علی التیمی)	کتاب المعجب فی تلخیص المغرب ۔	۶۶۹	Leiden, 1881
۳	ابن سعید (علی بن موسیٰ المغربی)	کتاب المغرب فی حلی المغرب	۶۷۳	Leiden, 1899

(ح) عام اسلامی تاریخیں

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	طبع
۱	الیعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن واضح)	تاریخ الیعقوبی (دو جزء)	۲۸۲	Houtsma, Leiden, 1881
۲	الطبری (ابو جعفر محمد بن جریر)	تاریخ الامم والملوک	۳۱۰	Leiden
۳	المسعودی (ابو الحسن علی بن الحسین)	مروج الذہب ومعادن الجوہر	۳۴۶	Paris, 1867—1877
۴	عریب بن سعد القرطبی	صلۃ تاریخ الطبری	۳۶۶	De Goeje, Leiden
۵	الخوارزمی (ابو بکر محمد بن العباس)	رسائل الخوارزمی	۳۸۳	القسطنطنیہ ۱۲۹۷ھ
۶	الشابشتی (ابو الحسن علی)	کتاب الدیارات		مخطوطہ (کتب خانہ برلن نمبر ۱۱۰۰) نصاریٰ کے ادیار کی تاریخ۔ شابشتی امام عزیز کا مصاحب اور اس کے

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
				کتب خانہ کا مہتمم تھا (الفاطمیون فی مصر صفحہ ۷)
۷	بدیع الزمان الہمدانی (احمد بن محمد)	رسائل بدیع الزمان الہمدانی	۳۹۸	بیروت ۱۸۹۰ء
۸	البیرونی (ابوالریحان محمد	الآثار الباقیہ من القرون الخالیہ	۴۴۰	(۱) خوارزم میں فرقۂ اسمٰعیلیہ "بغدادیہ" سے مشہور تھا۔ (۲) داعی کبیر صاحب جزیرہ احمد بن محمد بن شہاب کا حوالہ۔ (۳) غالباً "الرسالۃ اللازمہ فی الصوم" کی تردید۔
۹	ہلال بن الصابئ (ابوالحسن بن المحسن الکاتب)	تحفۃ الامراء فی تاریخ الوزراء	۴۴۸	
۱۰	القضاعی (القاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامۃ الشافعی	عیون المعارف و فنون اخبار الخلائف۔	۴۵۴	مخطوط (کتب خانہ پیرس)
۱۱	الداعی المؤید والشاعر المعری	المراسلۃ فی اکل لحوم الحیوانات	وفات مؤید ۴۷۰ھ	Art. XI, J. R. A. S. (1902) Arabic Text, pp. 289—312 with an English Translation by Prof. Margoliouth.

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ وفات	کیفیت
۱۲	ابوالعلاء المعری	مکاتیب المعری	۴۷۰	
۱۳	ابن القلانسی (ابویعلیٰ حمزہ)	تاریخ ابن القلانسی المسمّٰی "ذیل تاریخ دمشق"	۵۵۵	بیروت ۱۹۰۸ء
۱۴	ابن عساکر (الحافظ ابوالقاسم علی بن الحسین)	التاریخ الکبیر۔	۵۷۱	دمشق ۱۳۳۲ھ
۱۵	اسامۃ بن منقذ (ابوالمظفر بن مرشد بن علی)	کتاب الاعتبار و کتاب العصی	۵۸۴	پچھلے فاطمیین کے کچھ چشم دید واقعات
۱۶	فخرالدین الرازی (محمد بن عمر المعروف بالخطیب)	تاریخ الدول	۶۰۶	مخطوطہ کتب خانہ پیرس۔ اس کے دوسرے جزء میں فاطمیین کے حالات (بحوالۂ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ لجرجی زیدان)
۱۷	یاقوت (شہاب الدین ابو عبداللہ الحموی)	ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب المعروف معجم الادباء ۷، جزء	۶۲۶	Margoliouth, 1907—1911.
۱۸	ابن الاثیر (علی بن احمد)	الکامل فی التاریخ (۱۲ جزء)	۶۳۰	مصر
۱۹	الفقیہ الوزیر جمال الدین (ابوالحسن علی بن ظافر)	کتاب الدول المنقطعۃ	۶۳۳	

۲۰	سبط ابن الجوزی (ابوالمظفر قیزوعلی)	مرأۃ الزمان	۶۵۴	مخطوطہ (المکتبہ الملکیہ - قاہرہ - نمبر ۵۵۱)
۲۱	ابو شامہ (عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل)	کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین۔	۶۶۵	تاریخ عہد نورالدین وصلاح الدین - مصر ۱۲۸۷ھ
۲۲	ابن خلکان (شمس الدین احمد بن ابراہیم الشافعی)	وفیات الاعیان (۲ جزء)	۶۸۱	مصر
۲۳	علاءالدین عطا ملک الجوینی	تاریخ جہاں کشائے سنۂ تالیف ۶۵۸ھ	۶۸۱	تیسرے جزء میں فاطمیین خصوصًا نزاریوں کی مختصر تاریخ۔ جوینی "ہولاگو" کے ساتھ ۶۵۴ھ میں نزاریوں کے قلعے فتح کرنے میں مصروف تھا۔
۲۴	رشید الدین فضل اللہ	جامع التواریخ (فارسی)		
۲۵	ابوالفدا (اسمٰعیل بن علی عمادالدین صاحب حماۃ)	المختصر فی تاریخ البشر	۷۳۲	القسطنطنیہ ۱۲۸۶ھ
۲۶	النویری (احمد بن عبدالوہاب)	نہایۃ الارب فی فنون الادب	۷۳۲	مخطوطہ (کتب خانہ پیرس - نمبر ۱۵۷)
۲۷	الذہبی (شمس الدین محمد بن احمد	تاریخ الاسلام	۷۴۸	

۲۸	ابن الوردی	تاریخ ابن الوردی	۷۵۰	مطبوعۂ مصر
۲۹	الکتبی (محمد بن شاکر الحلبی)	فوات الوفیات	۷۶۴	مصر ۱۲۹۹ھ
۳۰	ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد)	المقدمہ	۸۰۸	مصر۔ فاطمیین کی صحتِ نسب پر بحث۔
۳۱	″ ″ ″	کتاب العبر و دیوان المبتدء والخبر	″	
۳۲	القلقشندی (ابو العباس احمد)	صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء	۸۲۱	مصر۔ عہد فاطمیین کے عہدہ داروں اور ان کے مواسم کی تفصیل۔
۳۳	خوندمیر شاہ ہروی	روضۃ الصفاء (فارسی)		جلد چہارم میں فاطمیین، حسن بن صباح اور اس کے جانشینوں کی تاریخ۔ مطبوعۂ نول کشور لکھنؤ۔
۳۴	خواجہ حسن نظامی	فاطمی دعوت اسلام (اردو)		دہلی ۱۳۳۸ھ (مقریزی نے جو اسمٰعیلی دعوتیں لکھی ہیں۔ ان کا ترجمہ اس کتاب سے نقل کیا گیا ہے)
۳۵	Noldeke	Sketches from Eastern History		ترجمہ از جے۔ یس۔ بلاک۔ لندن ۱۸۹۲ء۔
۳۶	Ameer Ali, Syed	History of the Saracens		
۳۷	Hitti.	History of the Arabs.		

۳۸	Dozy	Spanish Islam		London 1913
۳۹	Muir	The Caliphate		
۴۰	Arnold, T. W	The Preaching of Islam		
۴۱	,, ,,	The Caliphate		
۴۲	Nicholson, R. A.	A Literary History of the Arabs.		
۴۳	Browne, G.	A Literary History of Persia (Vol. I).		
۴۴	Lane-Poole, Stanley	The Mohd. Dynasties, Cbron. and Geneol. Tables with Historical insɪɾ ɩctions.		

(ط) شاعروں کے دیوان

۱				
۲	ابن ہانی (محمد)	دیوان (مع شرحہ المسمّٰی بتبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی للدکتور زاہد علی)	۳۶۲	
۲	الامیر تمیم بن الامام المعز	دیوان	۳۷۱	مخطوط (میں اس دیوان کی تصحیح و تہذیب میں مصروف ہوں۔ اگر ممکن ہوا تو اسے مختصر شرح کے ساتھ نشر کروں گا)
۳	الشریف الرضی (ابوالحسن محمد بن الحسین بن موسیٰ)	دیوان	۴۰۶	بیروت سنہ ۱۳۰۷ھ
۴	العقیلی (ابوالحسن علی بن الحسین بن حیدرۃ)	دیوان	عہد مستنصر	مخطوط (کتب خانۂ اسکوریال۔ اسپین)
۵	الثعالبی (ابو منصور عبدالملک)	یتیمۃ الدہر	۴۲۹	دمشق سنہ ۱۳۰۴ھ
۶	المؤید فی الدین (ہبۃ اللہ بن موسیٰ)	دیوان		یہ دیوان دار الفکر العربی۔ مصر۔ میں زیر طبع ہے۔
۷	شوقی (احمد بک امیر الشعراء)	دول العرب وعظماء الاسلام	۱۹۳۲ء	اس کتاب کا وہ منظوم حصہ جس میں "تذکرۂ فاطمیین" ہے۔

(ی) تاریخی قصے

۱	جرجی زیدان	فتاة القیروان		مطبعة الہلال۔ مصر ۱۹۳۲ء
۲	مینجر عالم گیر (لاہور)	ناول "فتاة القیروان" کا اردو ترجمہ۔		لاہور۔
		روایۃ الحاکم بامر اللہ		مکتبۃ العرب۔ شارع الخلیج بمصر ۱۹۱۵ء

(ک) جغرافیہ کی کتابیں

۶	الہمدانی (ابو محمد الحسن بن احمد)	صفة جزیرة العرب	۳۳۴	
۲	ابن حوقل	المسالک والممالک	قرآن رابع ہجری کے اوسط میں	اس کے کچھ حالات اس تالیف کے صفحہ (۹۸) پر ملیں گے۔
۳	یاقوت (شہاب الدین ابو عبداللہ الحموی	معجم البلدان	۶۲۶	

تاریخ الخلفاء

مصنفہ :۔ امام حافظ جلال الدین السیوطی ترجمہ مولوی اقبال الدین احمد

تاریخ الخلفاء نہ صرف خلفائے راشدین، خلفائے بنو امیہ خلفائے عباسیہ کے حالات پر مشتمل ہے بلکہ عبیدی خلفائے افریقہ اور فاطمی خلفائے مصر کی مکمل تاریخ بھی اس میں موجود ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ہر زمانے کے اہم حوادث و واقعات اور تمدنی حالات اور مشاہیر کا تفصیلی ذکر ہے۔ اپنے موضوع پر بے مثل اور محققانہ تاریخی شاہکار ہے۔ بڑی سائز، صفحات ۵۲۰، سفید کاغذ۔ قیمت بارہ روپیہ۔

حضرت عمرو بن العاص رضؓ

مصنفہ :۔ محقق محمد فرج مصری ۔ مترجمہ :۔ محمد احمد پانی پتی

آنحضرت صلعم کے صحابی، صفِ اول کے سپہ سالار، عظیم دانشور فاتح مصر، اسلام کی اس انقلابی شخصیت کے حیرت انگیز مگر بے لاگ حالات و واقعات کا مجموعہ، یہ بے نظیر علمی کارنامہ ہے۔ بڑی سائز صفحات ۴۰۵، قیمت دس روپیہ چھ پیسہ

عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن

مصنفہ۔ کیمبل جانسن (پریس اتاشی) مترجمہ۔ یونس احمر ایم۔ اے

یہ کتاب تقسیم ہند کی تاریخی مگر خونچکاں کہانی، ہندو اور انگریز کی مسلمانوں کے خلاف سیاسی ہنگامہ آرائیوں، کانگریس کی فریب کاریوں، اور قائداعظم کی سیاسی بصیرت و تدبر کے حیرت انگیز واقعات کا مجموعہ۔ یہ وہ تقسیم ہند کے تاریخی واقعات ہیں۔ جس سے آگاہی ہر پاکستانی کے لئے ضروری ہے۔ کوئی لائبریری اس عہد کی اس خون اور آگ کے سیلاب میں لکھی ہوئی کتاب سے خالی نہیں رہنی چاہئے۔

بڑی سائز۔ مجلد۔ اعلیٰ سفید کاغذ۔ قیمت بارہ روپیہ

فتوح البلدان

دو حصے۔ مصنفہ۔ علامہ احمد بن یحییٰ بن یحییٰ بن جابر الشہیر بالبلاذری

مترجمہ :۔ مولانا ابوالخیر مودودی

یہ کتاب اسلامی تاریخ کے قدیم ماخذوں میں ہے۔ اس کتاب کا مصنف خلیفہ المامون الرشید کے عہد میں پیدا ہوا۔ اور المعتضد کے عہد میں انتقال ہوا۔ اس میں اسلامی عہد کی ابتدائی فتوحات، ہجرت، خیبر، فدک، مکہ وغیرہ سے سجستان، کابل اور خراسان تک کی تاریخ مفصل بیان کی گئی ہے۔ بڑی سائز۔ سفید کاغذ۔ قیمت :———— پندرہ روپے

انسان کامل

مصنفہ :۔ سید عبد الکریم الجلیلی ترجمہ :۔ مولوی فضل میراں مولوی فاضل

قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تفسیر و تشریح کی روشنی میں علم

تصوف کے اسرار و رموز، احوال و ظروف، کنایات و حکایات اور حقائق و معارف کا وہ گراں مایہ عزینہ جو ناقصین اور کاملین کے لئے پیر کامل اور رہنما کے فرائض انجام دینے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
صفحات ۴۴۴ - بڑی سائز - اعلیٰ سفید کاغذ مجلد - قیمت دس روپے پچھتر پیسے۔

تاریخ اسلام

مکمل تین حصے - مصنفہ: مورخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
پہلا حصہ عہدِ رسالت مآب سے لے کر خلافت راشدہ تک۔
دوسرا حصہ عہد بنی امیہ سے لے کر خلافت بنی عباس مصر تک۔
تیسرا حصہ بنوامیہ اندلس سلجوقیہ، عثمانیہ اور مغولان چنگیز کی تمام مسلمان حکومتوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ صفحات حصہ اول ۵۹۲، حصہ دوم ۶۷۲، حصہ سوم ۶۰۸ مجلد۔ بڑی سائز۔
قیمت فی حصہ بارہ روپے۔ مکمل ہر سہ حصہ چھتیس روپے

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ

مصنفہ: ڈاکٹر طہٰ حسین
مترجمہ: شاہ حسن عطا ایم۔اے
پیغمبر اسلام کے اولین دو جانشینوں کا محققانہ اور والہانہ انداز میں تذکرہ، اسلام کی دو عظیم شخصیتوں کے حالات۔ اور ڈاکٹر طہٰ حسین کا جادو نگار قلم؛ ضخامت ۲۷۲ صفحات، بڑی سائز مجلد قیمت چھ روپے بارہ آنے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ

مصنفہ: ڈاکٹر طہٰ حسین
مترجمہ: علامہ عبدالحمید نعمانی
اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس موضوع سے اہم کوئی موضوع نہیں مل سکتا۔ یہ ایسے ہولناک انقلاب کی داستان ہے جس نے تاریخ اسلام کا رخ بدل دیا۔ اس موضوع پر اب تک ہزارہا کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہ ایک ایسے غیر جانب دار مؤرخ کے قلم سے ہے جس نے خالص تاریخی واقعات و حقائق کی روشنی میں یہ کتاب لکھی ہے۔ مصنف نے ایسے مستند ترین واقعات کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا ہے جن کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ بڑی سائز ۵۱۶ صفحات۔ مجلد۔ قیمت: ———— بارہ روپے

سفرنامہ ابنِ بطوطہ

مکمل دو حصے - مشہور و معروف سیاح نے جب رختِ سفر باندھا تو اس کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ یہ نوجوان سمندروں کی لہروں سے لڑتا، ہولناک

ریگستانوں سے گزرتا، جنگلوں، بیابانوں اور برفستانوں کو قطع کرتا ہوا دیار حجاز، مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، ترکستان، بلخ، بخارا، بدخشاں افغانستان، آذربائیجان، قسطنطنیہ ترک وغیرہ کا دورہ کرتا ہوا ہندوستان پہنچا۔ ہندوستان کے تمام مشہور شہروں کی اُس نے سیر کی۔ ہندوستان میں یہ محمد تغلق کے زمانہ میں آیا۔ اپنے پچیس سالہ سفر کے حالات اتنے دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے ہیں کہ ایک صفحہ پڑھنے کے بعد جب تک کتاب ختم نہ کریں آپ کو قرار نہیں آئے گا۔ اس سفرنامہ کو اہم تاریخی دستاویز کا مقام حاصل ہے۔ بڑی سائز صفحات ۴۸۲ مجلد۔ قیمت: ——— پندرہ روپے

مآثر عالمگیری

مصنفہ:۔ محمد ساقی مستعد خاں ۔ مترجمہ:۔ محمد فدا علی طالب

اورنگ زیب عالمگیر کے پچاس سالہ جنگی دور حکومت کے چشم دید حالات وقائع نگار محمد ساقی مستعد خاں کے قلم سے جو زندگی بھر اورنگ زیب کے ساتھ محل شاہی سے لے کر میدان جنگ تک رہا۔ اس اہم تاریخی کتاب کے مطالعہ سے شاہجہاں کے ایام اسیری، دارا شکوہ، شجاع اور مراد کی باہمی جنگ، سیواجی مرہٹہ کی چال بازیاں، فتح گولکنڈہ اور دکن کی فتوحات کی صحیح تصویر سامنے آجاتی ہے۔ بڑی سائز مجلد ۴۸۰ صفحات۔ قیمت: ——— نو روپیہ بارہ آنے

شاہجہاںؒ کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیبؒ

مصنفہ:۔ ڈاکٹر فرانسیس برنیر ۔ مترجمہ:۔ خلیفہ محمد حسین مرحوم

یہ جہاں دیدہ فرانسیسی سیاح ۱۶۵۸ء سے ۱۶۶۷ء تک ہندوستان میں رہا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شاہجہاں جیل میں تھا۔ اور شہزادے تخت کے لئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے مغلیہ سلطنت کے اس نازک دور کے چشم دید حالات نہایت دل کش انداز میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب ایک اہم سیاسی تاریخی دستاویز بھی ہے اور صحیفہ عبرت بھی! بڑی سائز ۶۱۲ صفحات مجلد۔ قیمت بارہ روپے

آئینہ حقیقت نما

مصنفہ:۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

ہندوستان پر مسلم فاتحین کے صحیح اور تاریخی معلومات کا حیرت انگیز مرقع۔ بڑی سائز مجلد صفحات ۶۰۸ قیمت ۱۰ روپے

فقہ الاسلام

مصنفہ:۔ حسن احمد الخطیب ۔ مترجمہ:۔ سید رشید احمد ارشد ایم اے

فقہ اسلامی کی نوعیت و کیفیت اس کا تدریجی ارتقا، ائمہ

وہ کتابیں جن کے بغیر کوئی لائبریری مکمل نہیں کہلا سکتی

فلسفہ اسلام۔ مصنفہ ... ڈی اولیری ۶/۷۵

حیات امام ابن القیم۔ عبدالعظیم عبدالسلام شرف الدین ۱۲/۰

زاد المعاد، مصنفہ حافظ ابن قیمؒ اردو ترجمہ حصہ اول ۱۱/۰

زاد المعاد۔ حصہ دوم۔ مصنفہ حافظ ابن قیمؒ اردو ترجمہ ۹/۷۵

زاد المعاد۔ حصہ سوم۔ مصنفہ حافظ ابن قیم " ۱۲/۰

زاد المعاد۔ حصہ چہارم مصنفہ حافظ ابن قیم۔ " ۱۲/۰

تاریخ الخلفاء۔ مصنفہ علامہ جلال الدین السیوطی " ۱۲/۰

فتوح البلدان۔ البلاذری ترجمہ ابوالخیر مودودی " ۱۵/۰

منتخب اللباب حصہ اول مغلیہ دور حکومت مصنفہ خافی خاں ۸/۱۲

منتخب اللباب حصہ دوم مغلیہ دور حکومت مصنفہ خافی خاں ۸/۰

منتخب اللباب حصہ سوم مغلیہ دور حکومت مصنفہ خافی خاں ۱۱/۰

منتخب اللباب حصہ چہارم مغلیہ دور حکومت مصنفہ خافی خاں ۱۱/۰

انسان کامل۔ عبدالکریم الجیلی۔ اردو ترجمہ ۱۰/۷۵

حضرت عمرو بن العاص۔ ترجمہ محمد احمد پانی پتی ۱۰/۷۵

شاہجہاں کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیب۔ اردو ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیئر ۱۲/۰

تاریخ فیروز شاہی۔ شمس سراج۔ اردو ترجمہ ۸/۲۵

مآثر عالمگیری۔ محمد ساقی مستعد خاں " ۹/۷۵

سفرنامہ ابن بطوطہ۔ دو حصے " ۱۵/۰

البرامکہ۔ عبدالرزاق کانپوری ۱۲/۰

نظام الملک طوسی۔ عبدالرزاق کانپوری ۱۲/۰

تاریخ الاسلام تین حصے۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۳۶/۰

آئینہ حقیقت نما۔ مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۱۲/۰

تاریخ فاطمیین مصر۔ ڈاکٹر زاہد علی۔ حصہ اول ۸/۷۵

تاریخ فاطمیین مصر۔ ڈاکٹر زاہد علی حصہ دوم ۸/۷۵

حضرت ابوذر غفاریؓ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ۴/۲۵

تاریخ غرناطہ، حصہ اول۔ مولوی احمد اللہ ندوی ۱۱/۰

تاریخ غرناطہ۔ حصہ دوم۔ مولوی احمد اللہ ندوی ۱۰/۷۵

حضرت عثمانؓ و علیؓ۔ ڈاکٹر طہٰ حسین۔ اردو ترجمہ ۱۲/۰

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ۔ ڈاکٹر طہٰ حسین " ۶/۷۵

عہد لارڈ ماؤنٹ بیٹن۔ کیمبل جانسن اردو ترجمہ ۱۲/۰

فقہ الاسلام۔ حسین احمد الخطیب ترجمہ پروفیسر رشید احمد ارشد ۱۲/۰

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی مصنفہ مولانا مناظر احسن گیلانی ۱۲/۰

الادب المفرد۔ کتاب زندگی حضرت امام بخاری اردو ترجمہ ترجمہ مولانا عبدالقدوس ہاشمی ۸/۰

آیات بینات۔ حصہ اول و دوم۔ مصنفہ محسن الملک ۱۲/۰

آیات بینات حصہ سوم و چہارم مصنفہ محسن الملک ۱۲/۰

سفینۃ الاولیاء۔ مصنفہ دارا شکوہ ۶/۷۵

صحابیات۔ علامہ نیاز فتح پوری ۶/۰

اسلامی معاشیات۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ۱۲/۰

الدین القیم۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ۴/۲۵

تذکرہ شاہ ولی اللہؒ۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ۴/۵۰

گلشن بے خار۔ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ ۹/۷۵

فلسفہ عجم۔ علامہ اقبالؒ اردو ترجمہ ۴/۰

مکاتیب امام غزالیؒ۔ ترجمہ ظہوری ۳/۷۵

داستان کربلا۔ عبدالرحمن صدیقی ۳/۷۵

تاج دار دو عالم۔ عبدالرحمن عزام بے ۳/۷۵

تجدید دین کامل۔ مولانا عبدالباری ندوی ۹/۷۵

تجدید معاشیات۔ مولانا عبدالباری ندوی ۹/۷۵

تجدید تصوف و سلوک۔ مولانا عبدالباری ندوی ۸/۲۵

تجدید تعلیم و تبلیغ۔ مولانا عبدالباری ندوی ۶/۰